تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا

(القرآن)

رجم کی شرعی حیثیت

www.KitaboSunnat.com

- حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ
- حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی مدظلہ
- حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مکتبہ بینات علامہ بنوری ٹاؤن

کراچی ۷۴۸۰۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا

(القرآن)

رجم کی شرعی حیثیت

- حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ
- حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی مدظلہ
- حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مکتبہ بینات علامہ بنوری ٹاؤن

کراچی ۷۴۸۰۰

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بصائر و عبر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

رجم کے بارے میں وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ سامنے آنے کے بعد ملک کے اخبارات و جرائد خصوصاً دینی رسائل میں اس موضوع پر بہت کچھ لکھا گیا۔ گذشتہ اشاعت میں ہم نے بھی لکھنے کا وعدہ کیا تھا۔

زیر نظر شمارہ اسی مسئلہ کے لئے مخصوص ہے۔ جس میں اس موضوع پر ایک مختصر سا مضمون حضرت اقدس مفتی محمد شفیعؒ کا ہے جو اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ پنجاب یونیورسٹی میں شائع ہوا، یہ مضمون اگرچہ الگ بھی شائع کیا جا چکا ہے مگر اس کے اختصار و جامعیت کے پیش نظر گویا مقدمہ کی حیثیت سے اسے شریک اشاعت کرنا مناسب سمجھا گیا۔

دوسرا مقالہ جناب مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی کا ہے۔ جس میں نفسِ مسئلہ سے قبل انکار رجم کے اسباب و علل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ مقالہ ایک قیمتی دستاویز ہے۔

تیسرا مقالہ راقم الحروف کا ہے۔ جس میں کتاب و سنت اور اجماع امت سے رجم کے دلائل جمع کرنے کے علاوہ منکرین رجم کے قدیم و جدید شبہات سے بھی تعرض کیا گیا ہے۔ توقع ہے کہ ماہنامہ بیّنات کی یہ اشاعتِ خاص اس موضوع پر کسی حد تک کافی و شافی ہوگی۔ حق تعالیٰ شانہٗ کی پاک بارگاہ میں التجا ہے کہ اس ناچیز محنت کو شرف قبول عطا فرمائیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رجم کی سزا

قرآن وسنت کی روشنی میں

★ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

قرآن کریم میں یہ لفظ متعدد معنوں میں استعمال ہوا ہے : پتھر مارنے : وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ (۱۱ : ۹۱) ؛ لَاَرْجُمَنَّكَ (۱۹ : ۴۶) ؛ يَرْجُمُوْكُمْ (۱۸ : ۲۰ ، مزید دیکھئے ۳۶ : ۱۸ و ۴۴ : ۲۰ و ۶۷ : ۵ و ۲۶ : ۱۱۶) اور لعنت کرنا ، دھتکارنا (دیکھئے ۱۵ : ۳۴ و ۸۱ : ۲۵ و ۳ : ۳۶) ، اٹکل پچو تخمینہ لگانا (۱۸ : ۲۳) اور تہمت لگانا (۱۹ : ۴۶) ۔

فقہی اصطلاح میں " رجم " اس حد شرعی سزا) کو کہا جاتا ہے جو محصن (تشریح آگے آئے گی) زانی کے لئے مقرر کی گئی ہے اور جس میں مجرم کو پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جاتا ہے ، ذیل میں اسی سزا کے مختلف پہلوؤں سے بحث کی جائے گی ۔

شرعی سزا کے طور پر " رجم " کا تذکرہ سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں ملتا ہے ؛ موجودہ بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ موسوی شریعت میں " رجم " یعنی سنگسار کر کے ہلاک کر دینا متعدد جرائم کی سزا تھی :

(۱) زنا کی (احبار ، ۲۰ : ۱۰ و استثنا ، ۲۲ : ۲۱ تا ۲۷) ؛ (۲) شرک اور بت پرستی کی دعوت دینے کی (استثنا ، ۱۳ : ۱۰ و ۱۷ : ۶) ؛ (۳) بتوں کے نام پر نذر کرنے کی (احبار ، ۲۰ : ۲) ؛ (۴) ماں باپ کی نافرمانی کرنے کی (استثنا ، ۲۱ : ۲۱) ؛ (۵) خدا کے نام پر لعنت کرنے کی (احبار ، ۲۴ : ۱۶ و ۱ - سلاطین ، باب ۲۱) ؛

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(۶) حضرت یوشع علیہ السلام ، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نائب تھے ، کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو مال غنیمت میں خیانت کرنے کی بنا پر بھی سنگسار کیا تھا (یشوع ، ۷: ۱۶ تا ۲۶)

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی شریعت میں " رجم " کی سزا صرف اس زناکار کے لئے مخصوص کردی گئی جو شادی شدہ ہو اور جس میں " محصَن " کی وہ شرائط پائی جاتی ہوں جن کا بیان آگے آرہا ہے ۔ اور اس سزا کا اصل ثبوت ان احادیث سے ہوا ہے جو معنیً متواتر ہیں (الآلوسی : رُوح المعانی ، ۱۸ : ۷۹ ، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ ، مصر) ۔

قرآن مجید میں صراحتاً اس سزا کا ذکر نہیں ہے ، البتہ سورۃ المائدہ کی آیات یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ لَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ (تا) وَمَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (۵ : ۴۱ تا ۴۴) میں اس کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے ، کیونکہ ان آیات کے مستند شان نزول کے مطابق ان آیات میں " حُكْمُ اللّٰهِ " اور " مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ " سے مراد زانی کو رجم کی سزا دینے کا حکم ہے ۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ یہ آیات ایک ایسے یہودی کے بارے میں نازل ہوئی تھیں جس نے زنا کرلیا تھا اور یہودی اس کا فیصلہ اس خیال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تھے کہ اگر آپ نے رجم کے علاوہ کوئی اور فیصلہ کیا تو اسے مان لیں گے اور اگر رجم کا فیصلہ کیا تو اس سے انکار کردیں گے آیات مذکورہ میں اِنْ اُوْتِیْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ۔ سے یہی مراد ہے ۔ پھر آپ نے رجم کا فیصلہ فرمایا اور ان پر یہ بھی ثابت کردیا کہ خود تورات میں بھی رجم ہی کا حکم مذکور ہے ۔ اس موقع پر علمائے یہود نے یہ اعتراف بھی کیا کہ تورات میں زنا کی اصل سزا رجم ہی تھی ؛ پھر جب یہودی شرفاء میں زنا کا رواج عام ہوا تو ہم نے شرفاء کو اس سزا سے مستثنیٰ کرنا شروع کردیا ؛ بعد میں اس تفریق کو ختم کرنے کے لیے ہم نے رجم کی سزا کو بالکل ہی موقوف کردیا اور اس کی جگہ منہ کالا کرنے اور کوڑے مارنے کی سزا مقرر کردی (دیکھئے مسلم : الصحیح : کتاب الحدود ، ۲ : ۷۰ ، مطبوعہ کراچی و ابن کثیر : تفسیر ، ۲ : ۵۷ تا ۶۰ ، مطبعہ مصطفیٰ احمد ، مصر ۱۳۵۶ھ)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا صاف بات یہ ہے کہ رجم کا ثبوت ان احادیث سے ہوا ہے جو معنیً متواتر ہیں اور قرآن مجید میں اس حکم کا مذکور نہ ہونا اس کے عدم ثبوت کی دلیل نہیں، جس طرح نمازوں کے اوقات اور ان کی رکعات کی تعداد قرآن مجید میں موجود نہیں، لیکن متواتر احادیث اور مسلسل تعامل کی وجہ سے ان کا ثبوت ناقابل انکار ہے، اسی طرح رجم کا ثبوت بھی متواتر احادیث اور اجماعی تعامل کی بنا پر ہوا ہے اور اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں :

"مجھے ڈر ہے کہ لوگوں پر زمانہ دراز گزر جائے تو کوئی کہنے والا یہ نہ کہنے لگے کہ ہم رجم کا حکم اللہ کی کتاب میں نہیں پاتے ؛ پھر کہیں لوگ ایسے فریضہ کو چھوڑ کر گمراہ نہ ہو جائیں جو اللہ نے نازل کیا تھا ؛ خوب سن لو کہ رجم کا حکم اس شخص کے لئے حق ہے جو محصن ہونے کی حالت میں زنا کرے جب کہ اس پر گواہیاں قائم ہو جائیں یا حمل ثابت ہو جائے یا ملزم خود اعتراف کرلے۔" (البخاری : الصحیح، ۲ : ۱۰۰۷، اصح المطابع دہلی ۱۳۵۷ھ)۔

حضرت علیؓ سے بھی مروی ہے کہ انہوں نے ایک عورت کو رجم کرنے کے بعد فرمایا :

"میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق رجم کیا۔" (البخاری : الصحیح، ۲ : ۱۰۰۶، باب رجم المحصن)۔

جن صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زانی محصن کو رجم کرنے کا حکم یا عمل روایت کیا ہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں : حضرت عمرؓ بن الخطاب، حضرت علیؓ بن ابی طالب، عبداللہؓ بن اَبی اَوْفٰی، جابرؓ بن عبداللہ، ابوہریرہؓ، عائشہؓ، عبداللہؓ بن عمرؓ، عبداللہؓ بن عباسؓ، زید بن خالدؓ (ان سب کی روایات البخاری : الصحیح، ۲ : ۱۰۰۶ تا ۱۰۱۱ میں موجود ہیں)، عبادہؓ بن صامت، سلمہؓ بن المحبق، ابوبرزہؓ، ہزالؓ، جابرؓ بن سمرہ، لجلاجؓ، ابوبکرہ صدیقؓ، بریدہؓ، ابوذر غفاریؓ، نصرؓ بن دہر اسلمی، عمران بن حصینؓ، ابوبکرہؓ، ابوسعید خدریؓ، نعمانؓ بن بشیر، براءؓ بن عازب (ان کی روایات مسند احمد میں مروی ہیں، دیکھئے الفتح الربانی، ۱۶ : ۸۱ تا ۱۰۵، مصر ۱۳۷۱ھ)، اُبَیؓ بن کعب، زیدؓ بن ثابت، عبداللہؓ بن مسعود (البیہقی:

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

السنن الکبریٰ، ۸: ۲۱۱ و ۲۱۳ دائرۃ المعارف، دکن ۱۳۵۴ھ)؛ قبیصہؓ بن حریث، انسؓ بن مالک، عمارؓ، سہلؓ بن سعد، عبداللہؓ بن الحارث بن الجزء (الہیثمی: مجمع الزوائد، ۶: ۲۶۴ و ۲۶۵ و ۲۶۸ و ۲۷۱، دارالکتاب بیروت ۱۹۶۷ء)؛ وائلؓ بن حجر (محمد بن محمد: جمع الفوائد، ۱: ۵۲۷، المدینۃ المنورہ ۱۳۸۱ھ)؛ عثمانؓ بن عفان اور ابوامامہؓ بن سہل بن حنیف (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۳۰۱، اصح المطابع کراچی) رضی اللہ عنہم اجمعین۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں شادی شدہ زنا کرنے والوں پر رجم کی سزا عائد کرنے کے متعدد واقعات پیش آئے جن میں زیادہ مشہور واقعات چار ہیں: ایک حضرت ماعزؓ ابن مالک اسلمی کا، دوسرے بنو غامد کی ایک عورت کا، تیسرے ایک اعرابی کی بیوی کا جس کے رجم کے لئے آپؐ نے حضرت اُنیس اسلمیؓ کو بھیجا تھا، اور چوتھے دو یہودیوں کا جس کا ذکر اُوپر آچکا ہے۔ یہ تمام واقعات صحیح بخاری میں موجود ہیں۔ پہلے تینوں واقعات میں مجرموں نے خود زنا کا واضح اعتراف کیا تھا۔ گواہوں کے ذریعے رجم کا کوئی واقعہ عہد رسالت میں مسلمانوں کے درمیان پیش نہیں آیا۔ البتہ یہودیوں کا رجم گواہوں کی بنا پر ہوا تھا۔ (ابوداؤد: السنن، ۲: ۶۱۲، اصح المطابع، کراچی)۔

قرآن مجید کی آیت الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ (۲۴ [النور]: ۲؛ یعنی زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ) میں جو حکم مذکور ہے وہ مذکورہ احادیث متواترہ کی بنا پر باجماع صرف غیر شادی شدہ زانی کا حکم ہے اور یہ خیال درست نہیں ہے کہ رجم کے واقعات اس آیت کے نزول سے پہلے کے ہیں اور اس آیت نے رجم کے حکم کو منسوخ کر کے ہر قسم کے زانی کے لئے کوڑوں کی سزا مقرر کر دی ہے۔ اس لئے کہ مضبوط دلائل سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کے نزول کے بعد رجم پر عمل فرمایا ہے، یہ آیت سورۃ النور کی ہے جو واقعۂ افک (۴ھ یا ۵ھ یا ۶ھ) میں نازل ہوئی تھی، لہٰذا اس کا نزول زیادہ سے زیادہ ۶ھ میں ہوا ہے (ابن حجر: فتح الباری، ۱۲: ۱۰۰، مصر ۱۳۲۸ھ)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور رجم کے تقریباً تمام واقعات ۶ھ کے بعد کے ہیں، اس لئے کہ متعدد ایسے صحابہ نے رجم کے واقعات کا مشاہدہ کیا ہے جو ۶ھ کے بعد اسلام لائے تھے، مثلاً حضرت ابوہریرہؓ۔ صحیح بخاری میں تصریح ہے کہ عسیف والے واقعہ میں وہ خود موجود تھے، چنانچہ اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے وہ خود فرماتے ہیں: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ (البخاری: الصحیح، باب الاعتراف بالزنا، ۲: ۱۰۰۸، اصح المطابع، دہلی ۱۳۵۷ھ) حالانکہ حضرت ابوہریرہؓ خیبر کے موقعہ پر (۷ھ میں) اسلام لاتے ہیں۔ اسی طرح البزارؒ اور الطبرانیؒ کی روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء یہودیوں کے رجم میں شریک تھے، فرماتے ہیں: كُنْتُ فِي مَنْ رَجَمَهُمَا (الہیثمی: مجمع الزوائد، ۶: ۲۷۱، دارالکتاب بیروت ۱۹۶۷ء) اور وہ اپنے والد کے ساتھ فتح مکہ (۸ھ) کے بعد اسلام لائے تھے (دیکھئے فتح الباری، ۱۲: ۱۴۴، باب احکام اہل الذمۃ واحصانہم اذا زنوا، المطبعۃ البہیۃ، مصر ۱۳۴۸ھ)۔ ادھر احمد: مسند اور الطبرانی: معجم میں حضرت ابن عباس انہیں یہودیوں کا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: فَكَانَ مِمَّا صَنَعَ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فِي تَحْقِيْقِ الزِّنَا مِنْهُمَا (مجمع الزوائد ۶: ۲۷۱) یعنی اللہ نے اپنے رسولؐ کے لئے زنا کے حکم کی تحقیق ان یہودیوں کے ذریعہ کرائی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کا واقعہ رجم کا سب سے پہلا واقعہ تھا؛ باقی تمام واقعات اس کے بعد ہوئے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رجم کے تمام واقعات فتح مکہ کے بعد ہوئے ہیں، یعنی سورۃ النور نازل ہونے کے کم از کم دو سال بعد، لہٰذا اگر سورۃ النور کا حکم ہر قسم کے زانی کے لئے ہوتا تو آپؐ اس کے نزول کے بعد کسی کو رجم نہ فرماتے۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ کا رجم فرمانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ سورۃ النور کا حکم صرف غیر محصن زانی کی شرعی سزا رجم کرنے کا حکم مسلمانوں میں اجماعی اور غیر مختلف فیہ رہا ہے۔ علامہ الآلوسی لکھتے ہیں:

"صحابۂ کرام، اسلاف، علمائے امت اور ائمہ مسلمین کا اس پر اجماع ہے کہ زانی محصن کو سنگسار کیا جائے گا اور خوارج کا رجم سے انکار کرنا باطل ہے"

(روح المعانی، ۱۸: ۷۸ و ۷۹، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علامہ کمال الدین ابن الہمام لکھتے ہیں :

"رجم پر صحابہؓ اور تمام پچھلے علمائے اسلام کا اجماع ہے اور خوارج کا رجم سے انکار کرنا باطل ہے ، اس لئے کہ اگر وہ اجماع صحابہ کی حجیت کا انکار کریں تو یہ جہل مرکب ہے ، اور اگر وہ خبر واحد کی حجیت سے انکار کرتے ہوئے یہ کہیں کہ رجم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں تو ، علاوہ اس کے کہ خبر واحد کی حجیت سے انکار دلائل کی رُو سے باطل ہے یہ مسئلہ خبر واحد سے متعلق ہی نہیں ، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رجم کا ثبوت معنیٰ ایسا ہی متواتر ہے جیسے حضرت علیؓ کی شجاعت اور حاتم طائی کی سخاوت ۔ رہیں اخبار آحاد ۔ سو وہ صرف رجم کی صورتوں اور خصوصیات کی تفصیل سے متعلق ہیں ۔ جہاں تک رجم کے اصل حکم کا تعلق ہے ، اس کے ثبوت میں کوئی شک نہیں .... اور خوارج بھی عام مسلمانوں کی طرح متواترِ معنوی پر عمل کو ضروری قرار دیتے ہیں ، لیکن چونکہ وہ صحابہ کرامؓ اور عام مسلمانوں سے الگ تھلگ رہے اور مسلمان اہل علم اور راویوں سے انہوں نے تعلق نہیں رکھا ، اس لئے وہ بہت سی جہالتوں میں مبتلا ہو گئے ، یہی وجہ ہے کہ جب انہوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے سامنے رجم پر یہ اعتراض کیا کہ اس کا ذکر کتاب اللہ میں نہیں ہے تو حضرت عمرؒ نے ان سے کہا کہ پھر رکعات نماز کی تعداد اور زکوٰۃ کی مقداریں کہاں سے ثابت ہوتیں ؟ انہوں نے کہا کہ حضور اور مسلمانوں کے عمل سے ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا : "رجم بھی اسی طرح ثابت ہوا ہے"۔

(ابن الہمام : فتح القدیر ، ۴ : ۱۲۱ و ۱۲۲ ، بولاق ۱۳۱۶ ھ)۔

پھر اس بات پر تو تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ رجم کی سزا صرف اس زانی کے لئے ہے جس میں احصان کی شرائط پائی جاتی ہوں ، لیکن ان شرائط کی تفصیل میں تھوڑا سا اختلاف ہے : امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک رجم کے حکم میں محصَن اس شخص کو کہیں گے جو مسلمان ہو ، آزاد ہو ، عاقل و بالغ ہو اور کسی مسلمان ، عاقل ، بالغ اور آزاد عورت کے ساتھ نکاح صحیح کے ذریعے تعلقات

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زنا ثوئی قائم کرچکا ہو۔ ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہوئی تو اسے محصن نہیں کہا جائے گا۔ اور اگر وہ زنا کرلے تو اس کی سزا رجم کے بجائے سو کوڑے ہوگی (ابن نجیم: البحر الرائق ۵: ۱۱، المطبعۃ العلمیہ، مصر)۔ امام مالکؒ کے نزدیک بھی احصان کی یہی شرائط ہیں، البتہ ان کے نزدیک ایک شرط اور ہے، اور وہ یہ کہ اس نے اپنی منکوحہ سے خلوت صحیحہ کی ہو، لہٰذا حیض یا روزے کی حالت میں خلوت سے احصان متحقق نہیں ہوگا (ابن رشد: بدایۃ المجتہد، ۲: ۴۰، المطبعۃ الازہریہ، مصر ۱۳۸۹ھ)۔ امام شافعیؒ کے نزدیک احصان کے لئے نہ مجرم کا مسلمان ہونا شرط ہے اور نہ اس کی منکوحہ کا مسلمان یا آزاد ہونا (الشافعی: کتاب الأم ۶: ۱۵۴، المطبعۃ الازہریہ، مصر ۱۳۸۱ھ)۔ امام احمدؒ کے نزدیک مسلمان ہونا تو شرط نہیں، لیکن اس کی منکوحہ کا آزاد ہونا ضروری ہے (ابن قدامہ: المقنع، ۳: ۴۵۲ و ۴۵۳، المطبعۃ السلفیہ الروضہ ۱۳۸۲ھ)

یہ بھی اجماعی مسئلہ ہے کہ ایسے محصن شخص کا صرف وہی زنا رجم کا مستوجب ہے جس میں حلال ہونے کا کوئی شبہ نہ ہو، لہٰذا جہاں نکاح شبہ بھی پایا جاتا ہو وہاں رجم نہیں ہوگا (ابن رشد: بدایۃ المجتہد، ۲: ۴۶۷)۔ اس پر بھی اتفاق ہے کہ زنا کا ثبوت دو طریقوں سے ہو سکتا ہے، ایک مجرم کے اعتراف و اقرار سے، دوسرے گواہوں سے۔ جہاں تک اعتراف کا تعلق ہے امام ابوحنیفہؒ کے مسلک میں یہ ضروری ہے کہ یہ اقرار چار مرتبہ ہو، اور اقرار کرنے والا ہر مرتبہ اپنی جگہ بدل کر اقرار کرے، امام احمدؒ کے نزدیک چار مرتبہ ہونا تو ضروری ہے مگر جگہ بدلنا ضروری نہیں (ابن الہمام: فتح القدیر ۴: ۱۱۷)۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک صرف ایک مرتبہ اعتراف کرلینا بھی کافی ہے (بدایۃ المجتہد، ۲: ۴۷۳)۔ گواہوں کے بارے میں اس پر اتفاق ہے کہ کم از کم چار گواہ ہونے ضروری ہیں جنہوں نے اپنی آنکھ سے مجرم کو زنا کرتے ہوئے دیکھا ہو اور صریح الفاظ میں بغیر کسی کنایہ کے اس کی گواہی دی ہو (حوالۂ سابق)۔ اس کے بعد ضروری ہے کہ قاضی ان پر جرح کرے اور ان کی عدالت و صداقت کی مکمل تحقیق ہوجانے پر رجم کا حکم دے (فتح القدیر، ۴: ۱۱۵ و ۱۱۶)۔

رجم کا طریقہ یہ ہے کہ مجرم کو کسی کھلی جگہ میں لے جایا جائے جہاں عام لوگ بھی موجود ہوں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اگر مجرم عورت ہو تو اس کے لئے گڑھا کھود کر اس کو اس میں کھڑا کر دینا مناسب ہے، پھر اگر زنا کا ثبوت گواہوں سے ہوا ہے تو پتھر مارنے کی ابتدا گواہ کریں گے، اور اگر اعتراف سے ہوا ہے تو ابتدا امام المسلمین کرے گا، پھر تمام حاضرین رجم میں حصہ لیں گے یہاں تک کہ مجرم کی موت واقع ہو جائے (فتح القدیر، ۴: ۱۲۳ و ۱۲۴)۔

اسلام کا اصل منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ رجم کی سزا کم سے کم جاری ہو، لیکن جب جاری ہو تو سالہا سال کے لئے سامان عبرت بن جائے اور اس کی دہشت جرم کی لذت پر غالب آجائے۔ چنانچہ اوّل تو معاشرہ میں عفت و عصمت عام کرنے کے لئے ایسے احکام وضع کئے گئے ہیں جن کی موجودگی میں زنا کا صدور مشکل سے مشکل تر ہو جائے، پھر قابل رجم زنا کے ثبوت کے لئے شرائط انتہائی سخت رکھی گئی ہیں، چار قابل اعتماد گواہوں کا بغیر کسی کنایہ کے صریح الفاظ میں چشم دید واقعہ کی گواہی دینا اسی وقت ممکن ہے جب کہ مجرم نے جرم کا ارتکاب کھلم کھلا کیا ہو، پھر اگر سزا جاری ہونے سے پہلے ان میں سے کوئی ایک گواہ بھی رجوع کرلے یا گواہی دیتے وقت ان میں کوئی معمولی اختلاف ہو جائے یا اقرار کی صورت میں مجرم کسی بھی وقت، یہاں تک کہ سزا جاری ہونے کے دوران میں بھی، اپنے اقرار سے منحرف ہو جائے تو سزا ساقط ہو جاتی ہے (فتح القدیر، حوالہ سابق)۔ اس کے علاوہ دوسرے معمولی معمولی شبہات کی بنا پر سزا کو ساقط کر دیا گیا ہے جس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔ دوسری طرف اگر کسی پر زنا کا الزام لگانے کے بعد کوئی شخص قانونی شرائط کے مطابق اسے ثابت نہ کر سکے تو اس کے لئے اسّی کوڑوں کی سخت سزا مقرر کی گئی ہے۔ ان کڑی شرائط کے باوجود اگر کسی شخص سے قابل رجم زنا کا صدور ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ معاشرے کا یہ عضو سڑ چکا ہے جسے کاٹے بغیر جسم کی اصلاح ممکن نہیں، پھر اس عضو پر رحم کرنا پورے جسم پر ظلم کے مرادف ہے۔

استاذ عبدالقادر عودہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"بعض لوگ آج زانی محصن کے لئے رجم کی سزا کو بہت زیادہ سمجھتے ہیں لیکن یہ محض ان کے منہ سے نکلی ہوئی بات ہے جس پر خود ان کے دلوں کو یقین نہیں (اگر ان میں سے کسی شخص کو اپنے بہت قریبی حلقوں میں یہ واقعہ پیش آجائے تو اس کا ردعمل شاید

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس سے بھی سخت ہوگا) ۔ اسلامی شریعت نے اس مسئلہ میں بھی اپنے دوسرے احکام کی طرح باریک بینی اور انصاف کی روش اختیار کی ہے . . . جو لوگ زانی کو قتل کرنے کے تصور سے گھبرا اٹھتے ہیں ، اگر وہ واقعات کی دنیا کو دیکھیں تو ان پر حقیقت واضح ہو جائے اور انہیں پتہ چل جائے کہ اسلام نے زانی محصن کو سنگسار کرنے کا حکم دے کر کوئی ایسا اقدام نہیں کیا جس سے انسانی طبیعت مانوس نہ ہو ۔ آج کے مروجہ قانون ہی کو دیکھ لیجئے ؛ اگر زنا کے مجرموں میں سے کوئی ایک شادی شدہ ہو تو اس قانون کی رو سے اس کی سزا صرف قید ہے ، اور اگر کوئی شادی شدہ نہ ہو تو جب تک جبر و اکراہ نہ ہو ، کوئی سزا نہیں ؛ یہ موجودہ قانون کا فیصلہ ہے ، لیکن کیا لوگ قانون کے اس فیصلے پر راضی ہو گئے ہیں ؟ حقیقت یہ ہے کہ لوگ نہ اس پر راضی ہوئے ہیں اور نہ کبھی ہو سکتے ہیں ۔ اس کے بجائے وہ مروجہ قانون کو توڑتے ہیں اور زانی کو قتل کر کے اس سے انتقام لے کر رہتے ہیں ، اور بعض مرتبہ یہ انتقامی قتل رجم سے بھی زیادہ شدید طریقوں سے کئے جاتے ہیں ، سمندر میں ڈبو دینا ، آگ میں جلا دینا ، عضو عضو کاٹ ڈالنا اور ہڈیاں توڑ دینا ۔ (بعض اوقات یہ سلسلۂ قتل نسلوں تک جاری رہتا ہے) ۔ اس قسم کے واقعات روزمرہ دیکھنے میں آتے ہیں ۔ جب واقعہ یہ ہے تو ہم رجم کی سزا سے کیوں ڈریں ۔ ؟ اس سزا کو اختیار کرنا ایک حقیقت کو تسلیم کرنا ہے اور حقیقت کو تسلیم کرنا شجاعت اور فضیلت کی بات ہے ۔" (عبدالقادر عودہ : التشریع الجنائی الاسلامی ، ۱ : ۶۴۱ و ۶۴۲ ، مکتبۃ دار العروبہ ، قاہرہ ۱۳۷۸ھ) ۔

مآخذ : (۱) القرآن المجید : (۴ [النساء] : ۱۵) ، (۵ [المائدہ] : ۴۲ تا ۴۴) ، (۲۴ [النور] : ۲) اور آیات کے تحت تمام تفاسیر ، خصوصاً ؛ (۲) ابن کثیر : تفسیر ، المکتبۃ التجاریۃ الکبری ۱۳۵۶ھ ؛ (۳) محمود الآلوسی : روح المعانی ، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ ، مصر ؛ (۴) القرطبی : الجامع لاحکام القرآن ، دار الکاتب العربی ۱۳۸۷ھ ؛ (۵) قاضی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثناء اللہ پانی پتی : تفسیر مظہری ، ندوۃ المصنفین دہلی ؛ [(۶) نیز اردو تفاسیر بالخصوص امیر علی : مواہب الرحمٰن ، بذیل آیات متعلقہ] ؛ نیز قرآن مجید میں رجم کا ذکر نہ ہونے پر لطیف و دقیق بحث کے لئے دیکھئے (۷) علامہ انور شاہ کشمیری : مشکلات القرآن ، ص ۲۱۳ ، مطبوعہ مجلس علمی ، دہلی ۱۳۵۷ھ ؛ رجم سے متعلق احادیث کا بڑا ذخیرہ صحاح ستہ کے علاوہ (الفتح الربانی (ترتیب مسند احمد) جلد ۱۶ مطبوعہ مصر ۱۳۷۱ ؛ (۹) البیہقی : السنن الکبریٰ جلد ۸ ، دائرۃ المعارف دکن ۱۳۵۴ھ ؛ (۱۰) الہیثمی : مجمع الزوائد ، جلد ۶ ، دار الکتاب ، بیروت ۱۹۶۷ء ؛ احادیث رجم کی مفصل تشریح کے لئے (۱۱) ابن حجر : فتح الباری جلد ۱۲ مطبوعہ المطبعۃ البہیہ مصر بہترین ہے ؛ (۱۲) السیوطی : الاتقان ۲ : ۲۶ المطبعۃ الازہریہ مصر ۱۳۱۸ھ ؛ (۱۳) ابن امیر الحاج : التقریر والتحبیر ۳ : ۶۶ بولاق ۱۳۱۷ھ ؛ نیز اصول فقہ اور علوم القرآن کی کتب میں نسخ کی بحث دیکھئے ؛ رجم کی فقہی تفصیلات کے لئے (۱۴) ابن رشد : بدایۃ المجتہد ، جلد ۲ ، المطبعۃ الازہریۃ ، مصر ۱۳۸۹ھ ؛ (۱۵) ابن نجیم : البحر الرائق ، جلد ۵ ، المطبعۃ العلمیۃ مصر ؛ (۱۶) ابن الہمام : فتح القدیر جلد ۴ ، بولاق ، ۱۳۱۶ھ ناگزیر ہیں۔ زنا کی مختلف صورتوں ، ان کے احکام اور ان کی عقلی حکمتوں کے لئے دیکھئے (۱۷) عبد القادر عودہ : التشریع الجنائی الاسلامی ، جلد اول ، مکتبۃ دار العروبۃ ، قاہرہ ۱۳۷۸ھ ؛ (۱۸) عبد العزیز عامر : التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ ، مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی ، مصر ۱۳۷۷ھ ؛ (۱۹) احمد فتحی بہنسی : الجرائم فی الفقہ الاسلامی ، مطبوعہ الشرکۃ العربیہ للطباعۃ والنشر ، قاہرہ ۱۹۵۹ء)

(مفتی محمد شفیع)

(بشکریہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ جامعہ پنجاب

مقالہ "رجم")

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

★ ——— حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب مدظلہ

رجم سنگسار کرنے کو کہتے ہیں۔ اسلامی سزاؤں میں یہ سب سے سخت سزا ہے جو بدکاری جیسے گھناؤنے جرم پر دی جاتی ہے، اس سزا کو ثابت کرنے کے لئے چار گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے اگر چار مرد گواہی نہ دے سکیں یا ان کی گواہی میں تضاد یا تعارض ہو تو گواہ حدّ قذف (تہمت لگانے کی سزا) سے بچ نہ سکیں گے۔ شریعت مطہرہ کا اس سے مقصد یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ اشاعتِ فاحشہ سے پاک ہو اس لئے بدکاری جیسا گناہ اور اس کے چرچے کو اسلامی معاشرہ سے نیست و نابود کرنا مقصود ہے۔ موجودہ دور بدکاری اور اس کے چرچے سے پاک معاشرہ کا تصور نہیں کرسکتا کیونکہ دو سو سال سے جو نظام زندگی چل رہا ہے اس میں شعوری یا غیر شعوری طور پر ڈارون کا نظریۂ ارتقاء کارفرما ہے۔ ڈارون کا نظریہ ارتقاء اگرچہ اب عقلی و استدلالی طور پر اہل علم و تحقیق کے نزدیک فرسودہ ہو چکا ہے لیکن اس میکانکی نظریہ کے اثرات بد نے دنیا کے نظریہ ہائے زندگی کو یکسر تبدیل کرکے رکھ دیا۔ نظریۂ ارتقاء کا ماحصل یہ ہے کہ انسان اپنی تخلیق کے لحاظ سے جانور ہے اس لئے یہ دم بریدہ بندر ہر قسم کی خیر و سعادت، روحانیت، اخلاق فاضلہ، رافت و رحمت، محبت و سوز و گداز سے خالی اور تہی داماں ہے۔ اس کو نہ کسی ضابطہ اخلاق کی ضرورت ہے نہ ہدایت و موعظت کی۔ اس کو تو صرف زندہ رہنے اور صرف اس دنیائے دون کی زندگی گذارنے کے لئے چند خود ساختہ قوانین کی ضرورت ہے جن کا منتہا یہ ہے کہ برطانوی پارلیمنٹ اب یہ قوانین بنا رہی ہے کہ عمل قوم لوط کوئی تعزیری جرم نہیں ہے اور جس طرح ایک عورت و مرد کو ایک ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو کر رہنے کی اجازت ہے اسی طرح دو مردوں کو بھی باہمی آزادانہ شہوت رانی کی اجازت ہے اور ان کو میاں بیوی کی حیثیت سے رہنے اور اس میکانکی معاشرہ میں اپنا مقام حاصل کرنے کی اجازت ہے۔ اسی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نظریہ ارتقاء کی کوکھ سے کمیونزم و سوشلزم نکلے جس میں انسان کو صرف "حیوان اکمل" قرار دیا گیا، فرد کی آزادی کا گلا گھونٹا گیا، جبر و استبداد کے تمام ذرائع استعمال کر کے اسٹیٹ کے نام پر، لینن و مارکس کی آبرو کی حفاظت کے لئے سب کچھ کرنے کی اجازت ہے۔ بخارا و سمرقند و تاشقند کی داستانِ پارینہ اب افغانستان جیسے اسلامی ملک میں دہرائی جا رہی ہے۔ اسی نظریۂ ارتقاء نے کمزور قوموں پر طاقتور قوموں کے تسلط کو نہ صرف جائز بلکہ ضروری قرار دیا، جنوبی افریقہ اور اسرائیل کی نسل پرست حکومتوں کے پردہ میں یہی رُوح کارفرما ہے۔ طب جیسے خالص انسانی علم پر بھی یہی نظریہ سایہ فگن ہے اسی لئے انسان کو "جسد بلا روح" سمجھ کر ادویہ ایجاد کی گئیں جن کے ہولناک نتائج سرطان اور امراض قلب کی صورت میں رونما ہو رہے ہیں۔

قارئین شاید یہ بات دلچسپی سے سُنیں کہ پاکستان کی وفاقی شرعی عدالت نے رجم کو جو غیر اسلامی سزا قرار دیا ہے وہ منکرین حدیث کے امام ضلال غلام احمد پرویز سے متاثر ہو کر فیصلہ دیا ہے، غلام احمد پرویز نظریہ ارتقاء کا سب سے بڑا داعی اور مبلغ ہے، غلام احمد پرویز رقم طراز ہے:

"یہ سوال کہ دنیا میں سب سے پہلا انسان کس طرح وجود میں آگیا ذہن انسانی کے لئے وجہ ہزار حیرت و استعجاب رہا ہے چنانچہ ان مذاہب میں جن میں قوم پرستی نے حقائق کی جگہ لے رکھی ہے اس عقدے کے حل میں عجیب و غریب افسانہ طرازیوں سے کام لیا گیا ہے لیکن قرآن کریم نے اس کے متعلق جو کچھ بتایا ہے وہ ٹھیک ٹھیک وہی ہے جس کی طرف علم و بصیرت کے انکشافات راہ نمائی کئے جا رہے ہیں، سائنس کی رُو سے خاک کے ذرّے مختلف ارتقائی منازل طے کر کے قرنہا قرن کے بعد انسانی صورت میں متشکل ہو گئے یعنی سب سے پہلے کوئی ایک فرد صورت انسانی میں جلوہ گر نہیں ہوا بلکہ ایک نوع وجود پذیر ہوئی ان متنوع مراحل کی تفصیل قرآن کریم کی آیات جلیلہ میں عجیب انداز میں سمٹی ہوئی ہے[1]

اس لئے اس شخص نے حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کے

---

[1] ابلیس و آدم از پرویز صفحہ ۶۳ و ۶۴

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وجودِ شخصی کا سرے سے انکار کیا ہے چنانچہ کہتا ہے :

"ہمارے ہاں عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ وہ آدم جس کے نکلنے کا قصہ قرآن کے مختلف مقامات میں آیا ہے نبی ہے قرآن سے اس کی تائید نہیں ہوتی قرآن کریم نے مختلف مقامات پر قصہ آدم کی جو تفاصیل بیان کی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت سے نکلنے والا کوئی خاص فرد نہیں تھا بلکہ انسانیت کا تمثیلی نمائندہ تھا بالفاظ دیگر قصہ آدم کسی خاص فرد یا جوڑے کا قصہ نہیں ہے بلکہ خود آدمی کی داستان ہے جسے قرآن نے تمثیلی انداز میں بیان کیا ہے اس داستان کا آغاز انسان کی اس حالت سے ہوتا ہے جب اس نے قدیم انفرادی زندگی کی جگہ پہلے پہل تمدنی زندگی شروع کی" [۱]

نظریۂ ارتقاء اور کمیونزم دونوں یہودی ذہن کے پیداوار ہیں اس لئے تقریباً لازم و ملزوم ہیں اس لئے اس شخص نے کمیونزم و سوشلزم کو ثابت کرنے کے لئے "نظام ربوبیت" کے نام اور عنوان سے اسلامی کمیونزم کی داغ بیل ڈالی جس کی ساری فکر، فکرِ مستعار ہے اور اس کے لئے اسے بہت سے بلکہ سب کے سب حقائق شرعیہ کا انکار کرنا پڑا۔ حدیث و سنت نبویہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ چونکہ قدم قدم پر اس نفاقِ اعتقاد و عمل سے رکتی تھی اس لئے عجمی سازش کہہ کر اُسے دریا بُرد کرنے کا (العیاذ باللہ تعالیٰ العظیم) مشورہ دیا گیا۔ دین کے بہت سے منصوص احکام مثلاً توریث، زکوٰۃ وغیرہ اس سے متصادم ہے اس لئے ایک نیا فلسفہ ایجاد کیا گیا یعنی اسلام مقدس و مطہر کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ایک حصہ کو عارضی و عبوری کہا گیا دوسرے حصہ کو دائمی کہا گیا اس فلسفۂ حیات کے عجیب و غریب برگ و بار ہیں خود ان صاحب سے سننے کے لائق ہے، سُنئے اور سر دھنئے :

"اب رہا یہ سوال کہ اگر اسلام میں ذاتی ملکیت نہیں تو پھر قرآن میں وراثت وغیرہ کے احکام کس لئے دیئے گئے ہیں سو اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن انسانی معاشرہ کو اپنے متعین کردہ پروگرام کی آخری منزل تک آہستہ آہستہ بتدریج پہنچاتا ہے

---

[۱] لغات القرآن از غلام احمد پرویز ج ۱ ص ۲۱۴

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس لئے وہ جہاں اس پروگرام کی آخری منزل کے متعلق اصول و احکام متعین کرتا ہے عبوری دور کیلئے ساتھ کے ساتھ راہنمائی دیتا چلا جاتا ہے، وراثت، قرضہ، لین دین صدقہ و خیرات سے متعلق احکام اسی عبوری دور سے متعلق ہیں جن میں سے معاشرہ گذر کر انتہائی منزل تک پہنچتا ہے"[1]

"اس نظام کے قیام کے بعد کوئی مفلس اور محتاج باقی نہیں رہ سکتا لہذا مفلسوں اور محتاجوں کے متعلق اس قسم کے احکام صرف عبوری دور سے متعلق ہیں"[2]

اس کے نزدیک کمیونزم اور نظام ربوبیت میں صرف "جذبۂ محرکہ" کا فرق ہے یعنی کمیونزم میں جذبۂ محرکہ پرولتاری اور رجعت پسندانہ ذہنیت کا ردّ عمل ہوتا ہے جبکہ نظام ربوبیت میں جذبۂ محرکہ خدا و رسول کی ذات ہے۔ البتہ خدا و رسول کی تعبیر پرویز کے یہاں دلچسپ ہے کبھی ان دونوں سے مراد "مرکزِ ملت" لیتا ہے کبھی اس کے یہاں یہ افسانوی رنگ آمیزیاں ملتی ہیں:

"چونکہ خدا عبارت ہے ان صفات عالیہ سے جنہیں انسان اپنے اندر منعکس کرنا چاہتا ہے اس لئے قوانین خداوندی کی اطاعت اور حقیقت انسان کی اپنی فطرت عالیہ کے نوامیس کی اطاعت ہے"[3]

پھر اس شخص کے یہاں جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے اسلام کے تقریباً بہت سے حقائق کا انکار ہے ان کے نزدیک آخرت سے مراد مستقبل، جنت و جہنم سے مراد انسانی ذات کی کیفیات، ملائکہ سے مراد نفسیاتی محرکات، برگزیدہ فرشتہ جبریل سے مراد انکشاف حقیقت کی روشنی ہے۔ علاوہ ازیں یہ شخص جدید ترین فقہ کا بانی ہے اس کے یہاں وقف، شفعہ، ایصال ثواب، تلاوت قرآن پاک سب بے معنی چیزیں ہیں۔ ان صاحب کے نزدیک معاوضہ صرف محنت کا ہے سرمایہ کا نہیں[4] یہ ہے وہ اسلام

---

[1] نظام ربوبیت از پرویز، تعارف ص ۲۵ [2] سلیم کے نام دوسرا خط ص ۲۴

[3] معارف القرآن ص ۴۲۰ ج ۴ [4] قرآنی فیصلے ص ۴۹ ج ۳

پرویزی فکر کی صدائے بازگشت سے ایک صاحب بھی متاثر ہیں وہ بھی قرآن کریم کے احکام منصوصہ کو دو حصوں پر تقسیم کرتے ہیں ایک حصہ ان کے نزدیک عبوری و عارضی ہے جبکہ دوسرا حصہ ان کے نزدیک دائمی ابدی ہے
(باقی آئندہ صفحہ پر)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مثال جس کی تقلید میں ہمارے جج صاحبان نے رجم کا انکار کیا ہے اور اس کو حدود کی فہرست سے خارج کر دیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ رجم ایک ایسا اتفاقی مسئلہ ہے جس سے اسلامی شریعت میں خوارج کے علاوہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اسی طرح ہمارے محترم دوست کے یہاں معاوضہ صرف محنت کا ہے، سرمایہ کا نہیں ہے، اسی لئے مزارعت، مضاربت، بلکہ مکانات، دکانوں کا کرایہ بھی ناجائز ہے۔ پرویز صاحب سے تو کچھ کہنا سننا بے کار ہے کیونکہ وہ حدیث و فقہ کے تمام سرمایہ کو حرف غلط کی طرح مٹانے کے قائل ہیں اور ان کی ساری فکر، فکرِ مستعار ہے، پرویز صاحب منکرین حدیث کی آخری کڑی ہیں، ہندوستان میں انکارِ حدیث کی تاریخ زیادہ پرانی نہیں۔ سرسید، مولوی چراغ علی، عبداللہ چکڑالوی، حافظ اسلم مشہور منکرین حدیث ہیں پرویز صاحب نے ان سب سے فائدہ اٹھایا ان کے افکار و آراء سے اپنے "مسلک خاص" کی آبیاری کی، پھر اس پر کمیونزم و سوشلزم کی قلم لگا کر افسانوی زبان و رنگ آمیزیوں سے اسے اجاگر کیا یورپ کے بہت سے نظریات جو وہاں بھی اب فرسودہ ہو چکے ہیں ان کے یہاں بنیاد کا درجہ رکھتے ہیں جس طرح سرسید نے اپنے زمانہ کے بعض یورپی نظریات سے مرعوب ہو کر بہت سے شرعی حقائق کا انکار کیا تھا لیکن جدید تحقیق نے ان نظریات کو باطل کر دیا۔ اسی طرح پرویز صاحب نے اپنے زمانہ کے بعض نظریات کو جوں کا توں قبول کر لیا اب نظریات بدل جانے سے بیچارے پریشان ہیں۔ پرویز صاحب کی کتاب "انسان نے کیا سوچا" ان کے فکر کی اساس ہے، لیکن ہمارے محترم دوست تو عالم ہیں، حدیث و فقہ سے شغف بھی رکھتے ہیں اصول فقہ بھی کسی قدر مطالعہ کر چکے ہیں۔ اُن سے گذارش ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سعادت اس کے بعد خلفائے راشدین کے عہد خیر میں جب عبوری و عارضی احکام جاری رہے تو دائمی و ابدی احکام کا دور کب آئے گا

کیا جب سُرخ سورج طلوع ہوگا، کیا ببرک کارمل اور برزنیف کے ناپاک مشن سے دین متین کی تکمیل ہوگی۔ ؟؟؟

اسی طرح معاوضہ محنت کا ہوتا ہے سرمایہ کا نہیں، اشتراکی نظریہ نہیں ؟ چلئے ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ مزارعت میں اختلاف ہے اگرچہ اس کے بارے میں حنفی فقہاء کا فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے، امام بخاریؒ

(باقی آئندہ صفحہ پر)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کسی نے انکار نہیں کیا ، امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃ نے کبھی سرِ مُو اس سے انحراف نہیں کیا، تعامل و توارث نے اس کے حد ہونے اور اسلامی ۔ ہونے پر ہمیشہ مُہرِ تصدیق ثبت کی ، اسلامی فرقوں میں سے شیعہ و معتزلہ نے بھی اس سے انکار نہیں کیا صرف خوارج نے اس سے انکار کیا ۔
ابن رُشد القرطبی لکھتے ہیں :

فاما الثیب الاحرار المحصون	۔ آزاد شادی شدہ محصن کے متعلق سارے
فان المسلمین اجمعوا علیٰ	مسلمانوں کا اجماع ہے کہ ان کی سزا رجم

نے اپنی صحیح میں امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں جوازِ مزارعت پر صحابہ و تابعین کے عمل و توارث کا بڑا ذخیرہ جمع کر دیا ہے ، البتہ مضاربت میں تو ائمہ کا اجماع و اتفاق ہے بلکہ حافظ ابن قیم نے "ھدی" میں مضاربت کے جواز و مشروعیت پر بڑا طویل تبصرہ کیا ہے اُس میں یہ بھی لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنفسِ نفیس مضاربت کی ، زمانہ بعثت سے قبل حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا مال بطورِ مضاربت لیا کرتے تھے ۔ اور ظاہر ہے کہ نبی معصوم اور منتخب ، برگزیدہ ہوتا ہے اس سے بعثت سے قبل بھی کوئی ایسا کام نہیں کرایا جاتا جو آگے چل کر ناجائز ہونے والا ہو اس کے علاوہ اُس نے بعض کبار صحابہ کے نام شمار کرائے ہیں جو مضاربت کیا کرتے تھے ۔ اس کے علاوہ صحابہ و تابعین کا سرمایہ سے معاوضہ حاصل کرنا ثابت ہے ۔ حدیث کی کتابوں میں استغلال البعیر کا تذکرہ آتا ہے ۔ " الخراج بالضمان " والی حدیث کے ذیل میں جامع ترمذی میں مذکور ہے کہ اگر کسی شخص نے غلام خریدا ، غلام مشتری کے ضمان میں آگیا مشتری نے اس سے کرایہ حاصل کیا ، بعد میں مُشتری عیب پر مطلع ہوا اور غلام بائع کو واپس کر دیا البتہ حاصل شدہ کرایہ واپس نہیں کرے گا کیونکہ یہ اس نے اس زمانہ میں حاصل کیا جب وہ مشتری کی ضمان میں تھا اور یہ ہی تفسیر ہے حدیث رسول الخراج بالضمان کی ۔

اس کے علاوہ صحیح بخاری میں حضرت ابن کے متعلق مذکور ہے ، ان کے پاس تین غلام تھے جن میں سے دو سے وہ کرایہ وصول کرتے تھے اور ایک ان کی اور ان کے گھر والوں کی خدمت کرتا تھا پھر ۔

موطا امام مالک اور مدونۃ الکبریٰ میں باب استغلال الاراضی والدور والحوانیت کے مستقل ابواب ملتے ہیں ۔ کیا یہ سب کچھ بے معنیٰ ہے یا عارضی دور کے متعلق ہے ۔ ؟؟

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان حدهم الرجم الا فرقة من اهل الاهواء فانهم رأوا ان حد كل زانٍ الجلد وانما صار الجمهور للرجم لثبوت احاديث الرجم فخصصوا الكتاب بالسنة اعني قوله تعالى اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي الآية

ہے سوائے خواہشات کے بندے ایک قلیل جماعت کے کہ ان کی رائے یہ ہے کہ ہر زانی کی سزا کوڑے لگانا ہے جمہور نے رجم کو اس لئے اختیار کیا کیونکہ رجم کی احادیث ثبوت کے درجہ کو پہنچ چکی ہیں ان حضرات نے کتاب یعنی آیت کریمہ الزانیة والزانی کی حدیث سے تخصیص کرلی ۔"

اور شیخ کمال ابن الہمام فتح القدیر میں تحریر فرماتے ہیں :-

عليه اجماع الصحابة ومن تقدم من علماء المسلمين وانكار الخوارج الرجم باطل لانهم انكروا حجية اجماع الصحابة فجهل مركب بالدليل بل هو اجماع قطعي وان انكروا وقوعه من رسول الله صلى الله عليه وسلم لانكارهم حجية خبر الواحد فهو بعد بطلانه بالدليل ليس مما نحن فيه لان ثبوت الرجم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم متواتر

" رجم پر صحابہ کرامؓ اور علماء کا اجماع ہے، خوارج کا رجم کا انکار باطل ہے کیونکہ اگر وہ اجماع صحابہ کی حجیت کا انکار کریں تو وہ ایک دلیل قطعی کے ساتھ جہل مرکب ہے کیونکہ صحابہ کا اجماع، اجماع قطعی ہے اور اگر وہ اس بات کا انکار کریں کہ رجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیونکہ وہ خبر واحد کی حجیت کا انکار کرتے ہیں تو ان کی یہ بات دلیل سے باطل ہو چکے بعد خبر واحد سے نہیں کیونکہ رجم کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

له بدایۃ المجتہد ص ۴۳۵ ج ۲

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

المعنی کشجاعۃ علی وجود حاتم	سے علیؓ کی شجاعت اور حاتم کی سخاوت
والآحاد فی تفاصیل صورۃ و	کی طرح متواتر ہے رجم کی تفاصیل
خصوصیاتہ اما اصل الرجم	اور جزئیات خبر واحد سے ثابت ہیں
فلا شک فیہ[1]	البتہ نفس رجم میں کوئی شبہ نہیں؟

شیخ ابن الہمام نے اس مختصر سی عبارت میں چند اہم نکات اٹھائے ہیں: (الف) رجم پر صحابہ و تابعین اور امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیہ کے علماء اور فقہاء کا اجماع و اتفاق (ب) رجم پر تواتر (ج) جو لوگ اس کے منکر ہیں وہ گویا اجماع اور تواتر کے منکر ہیں۔ (د) رجم کی تفاصیل اور جزئیات کے بارے میں اخبار آحاد ہیں اصل رجم پر تواتر معنوی ہے۔

علامہ آلوسی بغدادی اپنی بے نظیر تفسیر روح المعانی میں رقم فرماتے ہیں:۔

"صحابہ کرام، تابعین، ائمہ عظام، علماء امت سب کا اجماع ہے کہ شادی شدہ زانی کو رجم کیا جائے گا تا آنکہ وہ مر جائے، خوارج کا انکار باطل ہے کیونکہ اگر وہ صحابہ کے اجماع کا انکار کریں تو وہ یقیناً جہل مرکب ہے، اور اگر وہ رجم کا انکار اس بناء پر کرتے ہیں کیونکہ وہ خبر واحد کا انکار کرتے ہیں تو یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ رجم کا ثبوت تواتر معنوی سے ثابت ہے اور یہ لوگ بھی تواتر معنوی کو تواتر لفظی کی طرح حجت سمجھتے ہیں جس طرح کہ عام مسلمان سمجھتے ہیں لیکن صحابہ کرام سے ان کے انحراف اور علماء و راویان حدیث کے پاس ان کے کم آنے جانے نے ان کو بہت سی گمراہیوں میں ڈال دیا اسی لئے خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز کے سامنے ان لوگوں نے جب یہ کہا کہ رجم کتاب اللہ میں نہیں ہے تو عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ نمازوں کی رکعات اور زکوٰۃ کی مقدار بھی تو قرآن کریم میں نہیں ہے خوارج نے جواب دیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور مسلمانوں کے توارث سے ثابت ہے خلیفہ راشد نے فرمایا کہ رجم بھی اسی طرح ہے"[2]

---

[1] فتح القدیر ج ۵ ص ۱۳
[2] آلوسی بغدادی روح المعانی ج ۱۰ ص ۸۹

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خلیفۂ راشد عمر بن عبدالعزیز کا خوارج سے جو مکالمہ ہوا ہے وہ بہت دلچسپ ہے اور ہمارے زمانہ کے خوارج جو رجم کا انکار کرتے ہیں، کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔ ابن قدامہ نے المغنی میں اس کو تفصیل سے نقل کیا ہے :

خوارج کے نمائندے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور خلیفہ راشد کے خلاف انہوں نے جو چارج شیٹ پیش کی اس میں رجم کا مسئلہ بھی تھا وہ یوں گویا ہوئے :

خوارج : قرآن کریم میں صرف جلد ہے، رجم نہیں ہے اسی طرح تم عورتوں کے لئے معذوری کے زمانہ کی نماز کی قضاء کے قائل نہیں ہو، روزے کی قضاء کے قائل ہو حالانکہ نماز روزہ سے زیادہ مؤکد ہے۔

عمر بن عبدالعزیز : کیا تم صرف قرآن کریم پر عمل کرتے ہو۔

خوارج : ہاں

عمر بن عبدالعزیز : قرآن کریم میں فرض نمازوں کی تعداد، نماز کے ارکان کی تعداد، نماز کے اوقات کہاں ہیں اسی طرح یہ کہ فلاں نماز میں اتنی رکعتیں ہیں فلاں میں اتنی قرآن کریم میں کہاں ہے، زکوٰۃ کس مال میں واجب ہوتی ہے اور کس میں نہیں، زکوٰۃ کی مقدار کتنی ہے؟ زکوٰۃ کا نصاب کیا ہے۔ یہ سب قرآن کریم میں کہاں ہے۔

خوارج : ہمیں کچھ مہلت دیجئے۔

خلیفہ راشد نے مہلت دے دی ایک روز کے مشورے کے بعد حاضر ہوئے

خوارج : قرآن کریم میں تو یہ سب کچھ نہیں ہے۔

عمر بن عبدالعزیز : پھر تم ان کے کیسے قائل ہوئے۔

خوارج : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور مسلمانوں نے ان پر عمل کیا۔

عمر بن عبدالعزیز : رجم پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا اور آپ کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بعد خلفاء نے اس پر عمل کیا۔ معذوری کے زمانہ کے روزوں کے بارے میں بھی آپؐ نے قضاء کا حکم دیا، ازواج مطہرات نے اور آپ کے صحابہ کرام کی بیویوں نے روزے قضاء کیے۔[1]

اصل یہ ہے کہ رجم کے سلسلہ میں حسب ذیل نکات نہایت اہم ہیں:

(الف) تواتر و توارث

(ب) اجماع صحابہ

(ج) اُمت محمدیہ کا اتفاق اور ہر دور میں شادی شدہ زانی پر رجم کا اطلاق۔

یہ امور نہایت ہی قوی بلکہ قوی ترین، یہی وجہ ہے کہ خوارج کی رجم کے انکار کی وجہ سے تکفیر کی گئی۔ امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری اپنی بے نظیر کتاب "اکفار الملحدین" میں علامہ خفاجی کی "شرح الشفاء" سے نقل کرتے ہیں:

کتکفیر الخوارج بابطال الرجم	"رجم چونکہ متفق علیہ ہے لہٰذا ضروریات
للزانی والزانیۃ المحصنین	دین میں داخل ہے اسی لئے شادی شدہ
فانہ مجمع علیہ، صار	مرد و عورت زانی کی سزا رجم کے انکار
معلوماً من الدین بالضرورۃ[2]	کی وجہ سے خوارج کی تکفیر کی جاتی ہے۔"

وفاقی شرعی عدالت کے جج صاحبان صرف منکرین حدیث، قادیانیوں اور خوارج کی طرف سے جج نہیں بنائے گئے ہیں۔ بلکہ اسلامیان پاکستان کے جج ہیں اور پاکستانی دستور کا ان حضرات نے حلف اٹھایا ہے جس میں کتاب وسنّت کے مطابق فیصلے کرنے کی ضمانت دی گئی ہے، اور اسلامیان پاکستان قرآن وسنّت دونوں کو اپنے قانون کا ماخذ سمجھتے ہیں۔ کیا ان حضرات کو معلوم نہیں کہ سنت متواترہ کسے کہتے ہیں اور سنت متواترہ کے انکار اور اس میں تادیل کی کیا سزا ہے، اگر ان کو نہیں معلوم تو ہم بتلائے دیتے ہیں۔

امام غزالی کی "فیصل التفرقہ" سے مولانا انور شاہ نقل کرتے ہیں:

---

[1] ابن قدامہ، المغنی ج۸ ص۱۵۸ کتاب الحدود [2] محمد انور شاہ، اکفار الملحدین ص۳۲

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ولابد من التنبيه على قاعدة	"ایک قاعدہ پر تنبیہ ضروری ہے وہ یہ کہ
أخرى ، وهو ان المخالف قد	مخالف کبھی نص متواتر کا انکار کرتا ہے اور
يخالف نصًا متواترًا ويزعم انه	اس میں ایسی تاویل کرتا ہے جو قریب یا دور
مؤول ولكن ذكر تاويلاً لاانقداح	سے اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتی تو ایسے کر
له اصلاً فى اللسان لا على بُعد و	کی تکفیر کی جائے گی اور اس کو نص متواتر
لا قُرب فلذلك كفر وصاحبه	کا تکذیب کرنے والا سمجھا جائے گا اگرچہ
مكذب وان كان يزعم انه مؤول[1]	وہ خود کو تاویل کرنے والا سمجھے "

اب ہم مذکورہ نکات میں سے ایک ایک نکتہ کو حسب ترتیب سابق لیتے ہیں، تاکہ مسئلہ واضح ہو جائے

(الف) تواتر و توارث

جیسا کہ آپ علامہ ابن الہمام اور علامہ آلوسی بغدادی کے کلام میں پڑھ چکے ہیں کہ رجم کے بارے میں تواتر معنوی ہے، یعنی نفس رجم پر اس قدر کثیر روایات ہیں اور اتنے راویان حدیث اس کو بیان کرنے والے ہیں کہ اُن کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہے تاہم رجم کی شرائط و کیفیات خبر واحد سے ثابت ہیں اسلئے تواتر معنوی کہا جاتا ہے تواتر معنوی کا امت کے کسی گروہ یا فرد نے بھی انکار نہیں کیا ہے۔ بلکہ سب اس کو حجت اور دلیل تسلیم کرتے ہیں ابھی آپ خوارج اور خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیزؒ کا مکالمہ پڑھ چکے ہیں اس کے بین السطور سے واضح ہے کہ تواتر معنوی کا ان سے بھی انکار نہ ہو سکا اور بادلِ ناخواستہ اس کے سامنے سرنگوں ہو گئے اور اپنی زبانوں پر مہر سکوت ثبت کر لی۔

اصل یہ ہے کہ حکمت الٰہی سے احکام اسلام میں تدریج و ترتیب نمایاں رہی یعنی سب کے سب احکام یکدم نہیں اتر گئے بلکہ واقعات کے مطابق احکام خداوندی نازل ہوتے رہے۔ یہ تو ہر عقلمند سمجھتا ہے کہ بدکاری سے زیادہ کوئی گناہ نہیں ہے۔ نسب کا اختلاط ، معاشرہ کی نجاست بداخلاقی کی انتہا، خاندانوں کی بے عزتی ، حیوانیت پھر جبکہ شادی شدہ اس فعل کا ارتکاب کریں۔ غرض بدترین حرکت ہے اس لئے ناممکن تھا کہ اسلام جیسا مکمل و کامل دین اس کی سزا سے خالی

[1] محمد انور شاہ، اکفار الملحدین ص۵۸

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو اس لئے اس کی سزا مع دوسرے شرائط و قیود بیان کی گئی لیکن اسی ترتیب و تدریج کے ساتھ جیسا کہ اسلامی احکام کا خاصہ ہے۔ ہجرت نبوی کے بعد سب سے پہلا واقعہ اس طرح پیش آیا کہ یہودیوں کی بستی میں ایک مرد و عورت نے شادی شدہ ہونے کے باوجود اس فعل بد کا ارتکاب کر لیا، یہود تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتحان لینے کی فکر میں رہتے تھے، حضور کی خدمت میں آ پہنچے اور جھٹ سے سوال کر دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ بتلایا گیا کہ تورات میں اس سلسلہ میں رجم مذکور ہے لیکن یہود نے اس سزا کو تبدیل کر دیا ہے۔ قرآن کریم میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے اور حدیث کی صحیح و معتبر کتابوں میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَاةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ۔	"اور یہ لوگ آپ کو کس طرح منصف بنائیں گے جبکہ ان کے پاس توریت ہے جس میں اللہ کا حکم (رجم) موجود ہے پھر اس کے بعد منہ موڑتے ہیں اور وہ ہرگز ماننے والے نہیں ہیں"

اس آیت کے ذیل میں بغوی نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ خیبر کے ایک یہود مرد اور عورت نے جو کنوارے نہ تھے زنا کیا۔ باوجودیکہ توریت میں اس جرم کی سزا رجم تھی مگر ان دونوں کی بڑائی مانع تھی کہ یہ سزا جاری کی جائے۔ آپس میں یہ مشورہ ہوا کہ یہ شخص جو یثرب میں ہے ان کی کتاب میں زانی کے لئے رجم کا حکم نہیں ہے (کیونکہ اس وقت تک شریعت محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیہ میں زنا کا حکم اترا ہی نہیں تھا جیسا کہ آپ کو معلوم ہوگا) اس لئے ان کو حکم مقرر کر لینا چاہئے آپ کو وحی کے ذریعہ سب کچھ بتلا دیا گیا اس لئے آپ نے فرمایا کہ تم میرے فیصلہ پر رضامند ہو گے انہوں نے اقرار کیا، آپ نے رجم کا حکم بتلایا، وہ لوگ اس سے پھر گئے۔ آخر حضور نے فرمایا کہ فدک کا رہنے والا ابن صوریا تم میں کیسا شخص ہے سب نے کہا کہ آج روئے زمین پر شرائع موسویہ کا اس سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں۔ آپ نے اس کو بلوایا اور نہایت شدید حلف دے کر پوچھا کہ توریت میں اس گناہ کی سزا کیا ہے باوجودیکہ دوسرے یہود اس حکم کو چھپانے کی کوشش

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کر رہے تھے جس کا پردہ حضرت عبداللہ بن سلام کے ذریعہ سے فاش ہو چکا تھا تاہم ابن صوریا نے جو ان کا مسلّم و معتمد تھا کسی نہ کسی وجہ سے اس کا اقرار کر لیا کہ بیشک توریت میں اس جرم کی سزا رجم ہی ہے بعدہٗ اس نے سب حقیقت ظاہر کی کہ کس طرح یہود نے رجم کو حذف کر کے یہ سزا رکھ دی کہ زانی کو کوڑے لگائے جائیں اور کالا منہ کر کے اور گدھے پر الٹا سوار کر کے گشت کرایا جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں پر توریت کے حکم کے مطابق رجم کی سزا جاری فرمائی۔ یہ واقعہ کب کا ہے اس کے متعلق مولانا انور شاہ، تسطلانی سے نقل کرتے ہیں کہ یہ واقعہ ۴ھ ہجری کا ہے[1]، اس کے بعد سورۂ نساء کی مندرجہ ذیل آیات نازل ہوئیں

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ	" اور جو کوئی بدکاری کرے تمہاری
نِّسَآئِکُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ	عورتوں سے تو گواہ لاؤ ان پر چار مردوں
اَرْبَعَةً مِّنْکُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا	سے پھر اگر وہ گواہی دیں تو بند رکھو اُن
فَاَمْسِکُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی	عورتوں کو گھروں میں یہاں تک کہ اُٹھا
یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ	لیوے اُن کو موت یا مقرر کر دے اللہ
اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا وَاللَّذٰنِ	ان کے لئے کوئی سبیل .....
یَاْتِیٰنِهَا مِنْکُمْ فَاٰذُوْهُمَا	
فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا	
عَنْهُمَا اِنَّ اللّٰهَ کَانَ تَوَّابًا	
رَّحِیْمًا۔	

اس سے پہلی آیت جو ہم نے نقل کی اُس میں "حکم اللہ" سے مراد اور اس آیت کریمہ میں "سبیل" سے مراد رجم ہی ہے جو لوگ قرآن کریم میں "رجم" کا انکار کرتے ہیں وہ ایک بہت بڑی حقیقت کا انکار کرتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآنی مجملات کے بیان کرنے والے ہیں۔ آپ کا منصب ہی یہ بیان کیا گیا ہے کہ لتبیّن للناس ما نزل الیھم یعنی قرآنی مجملات کی تبیین و تعیین۔ اور ایک عام عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ بیان، مبین سے علیحدہ ہوتا ہے۔

[1] انور شاہ: العرف الشذی باب رجم المحصن

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "سبیل" کی تشریح فرمائی کہ اس سے مراد شادی شدہ زانی کیلئے رجم اور غیر شادی شدہ کے لئے جلد ہے جیسا کہ صحیح ترین احادیث میں وارد ہے۔ اسی کے ساتھ ہی ساتھ شادی شدہ زانی کے لئے رجم اور غیر شادی شدہ زانی کے لئے جلد کی سزا قرآن کریم میں نازل ہوئی۔ جلد کی سزا سورۂ نور میں نازل ہوئی۔ سورۂ نور کا زمانۂ نزول ۵ھ ہجری کے بعد کا ہے اس کے لئے قرینۂ واضحہ موجود ہے کہ واقعہ افک محدثین و مؤرخین کے قول صحیح کے مطابق "غزوۂ مریسیع" میں پیش آیا تھا اور یہ غزوہ ۵ھ یا اس کے بعد کا ہے۔

علامہ نوویؒ نے اپنی بے نظیر کتاب الاسماء واللغات[1] میں حضرت عائشہ صدیقہ کی والدہ ماجدہ اُمِ رُومان کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ اُم رُومان کی وفات غزوۂ مریسیع کے بعد ہوئی وہ واقعہ افک میں موجود تھیں اس کے متعلق حدیث و سیرت کی ناقابل تردید شہادتیں موجود ہیں امام موصوف نے غزوہ مریسیع کو ۵ھ ہجری یا اس کے بعد تحریر فرمایا ہے غرض جلد اور رجم کی سزائیں وحی متلو سے نازل ہوئیں۔ جلد کی سزا قرآن کریم میں تلاوت و عمل دونوں اعتبار سے باقی رکھی گئی اور رجم کی سزا تلاوت کے اعتبار سے اٹھالی گئی تاہم تواتر معنوی اور عمل کے اعتبار سے باقی رکھی گئی، رجم کی سزا تلاوت کے اعتبار سے کیوں اٹھائی گئی اور اس کی حکمت کیا تھی، شریعت مطہرہ کے حکم اور مصالح سے ناآشنا لوگ اور کوری عقل کے پرستار اس کو کیا سمجھ سکتے ہیں حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ جو اس فن کے شناور اور اس بحر بے کنار کے غواص ہیں، ان سے پوچھئے، موصوف فرماتے ہیں:

"اس قدر سننا چاہئے کہ بعض وقت ہول و خوف مضمون اس وحی کا مقتضی ہوتا ہے کہ بار بار کان اس کو نہ سنے جیسے کہ اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْھُمَا یعنی شادی شدہ مرد اور عورت جس وقت زنا کریں پس سنگسار کرو تم ان کو کہ اس میں بیان سخت تر عذاب کا ہے"[2]

حضرت شاہ صاحب نے ایک بڑی حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے حضرت کے فرمان کا

---

[1] الاسماء واللغات جلد ۳ [2] تفسیر عزیزی اردو ترجمہ ص ۶۸۳

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ یہ ہے کہ جب ایک مرد و عورت جن کو اللہ تعالیٰ نے عقل و خرد ہوش و حواس کی نعمتوں سے سرفراز کیا ہو پھر اس کے ساتھ اسلام و ایمان کی نعمت بے بدل عطا کی ہو بایں ہمہ وہ دونوں لذتِ ازدواج چشیدہ اور اس سے آشنا ہوں پھر وہ حرکت قبیحہ کا ارتکاب کریں یہ امر عقلاً مستبعد الوقوع بعید از قیاس ہے کیونکہ ان پر ظاہری اور باطنی نعمتیں اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہیں اسی لئے ان نعمتوں کے مقابلہ میں اس کو سزا بھی اس قدر شدید دی گئی جس کا تصور بھی رُوح فرسا اور کربناک ہے یعنی اس کو پتھر مار مار کر ختم کر دیا جائے۔ ایسا شخص جو ان نعمتوں سے سرفراز ہو اور یہ اس کمینی حرکت کا ارتکاب کرے اور اس پر اس قدر سخت سزا، اس کا تذکرہ اُس کتاب عظیم میں جس کا پہلا مقصد تلاوت اور بار بار کی تلاوت ہے، مناسب نہیں، اس لئے حکمت الٰہی مقتضی ہوئی کہ اس کو تلاوت سے تو حذف کر دیا جائے البتہ اس جرم کبیر پر سزا کو برقرار رکھا جائے چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیتِ جلد اترنے کے بعد چار موقعوں پر رجم کا حکم صادر کرنے کے بعد اس حکم کی تاکید اور توثیق فرمادی ان چار واقعات کی تفصیل کتب حدیث میں اسانید صحاح کے ساتھ موجود ہے منکرین رجم کا یہ بیان کہ رجم کے واقعات آیتِ جلد کے نازل ہونے سے قبل کے ہیں مبنی بر حقیقت نہیں ہے بلکہ کذب اور افترا کا مجموعہ ہے۔ یہ لوگ تاریخ سے کوئی شہادت پیش نہیں کر سکے بلکہ تاریخ اور حدیث کی شہادت ان کے خلاف ہے۔ علامہ حازمیؒ جو ناسخ و منسوخ کے اور حدیث و تاریخ کے امام ہیں رقم فرماتے ہیں:

وقد روی حدیث ماعز نفر	"ماعز اسلمی کی حدیث کو سہل بن سعد
من احداث الصحابة نحو سهل	عبداللہ بن عباس اور دوسرے نو عمر
بن سعد وابن عباس وغیرهما	صحابہ نے بیان کیا اسی طرح ایسے حضرات
ورواه ایضاً نفر تأخر اسلامهم[1]	نے جن کا اسلام موخر ہے۔"

ماعز اسلمی کے واقعہ رجم کو بیان کرنے والے صحابہ کرام سہل بن سعد، عبداللہ بن عباس، ابوہریرہ، ہیں جبکہ اول الذکر دونوں صحابہ نو عمر صحابہ ہیں اور ثانی الذکر متاخر الاسلام صحابی ہیں

---

[1] الاعتبار للحازمی ص ۲۰۳

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یعنی ان کا اسلام ۷ھ ہجری میں ثابت ہے اس لئے یہ واقعہ تقریباً ۷ھ ہجری یا اس کے بعد کا ہے۔ اسی طرح امرأۃ جہینہ یا غامدیہ کا واقعہ بھی ۸ھ سے پہلے یا ۸ھ کے آخر کا معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس واقعہ کی تفصیلات میں یہ جزء بھی ملتا ہے کہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے اس خاتون کے جب ایک پتھر مارا تو ان کی پیشانی سے خون کا فوارہ بہہ نکلا، اس پر حضرت خالد نے ان کو برا بھلا کہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد کو سختی سے منع کیا اور اس خاتون کی جرأت ایمانی اور اس قدر سخت سزا کے لئے بخود کو پیش کرنے کی تعریف و توصیف فرمائی اور اس کی نجات کی بشارت دی، ابوداؤد میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے۔ اور حضرت خالد بن الولید ۶ھ کے بعد اسلام لائے ہیں، چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضرت خالد کفار کے کیمپ میں موجود تھے اور مسلمانوں کو مکہ سے روکنے کے لئے سواروں کا ایک دستہ لیکر آئے تھے (بخاری کتاب الشروط)

منکرین رجم اس موقعہ پر حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ حدیث یہ ہے:

عن الشیبانی قال سالت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ عن الرجم قال رجم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت أقبل النور ام بعدہ قال لا ادری[1]	"شیبانی کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے رجم کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا میں نے پوچھا سورۂ نور سے پہلے یا بعد میں موصوف نے فرمایا مجھے نہیں معلوم"

اس روایت سے یہ حضرات استدلال کرتے ہیں کہ رجم کے واقعات آیت جلد کے نازل ہونے سے پہلے کے ہیں۔ پہلی بات تو حدیث مذکور میں یہ ہے کہ اس روایت میں صحابی نے جزم و یقین کے ساتھ کچھ نہیں فرمایا اور قرائن واضحہ گذشتہ سطور میں بیان کئے جا چکے ہیں جس سے یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ رجم کے واقعات سورۂ نور کے نازل ہونے کے بعد کے ہیں، لاعلمی کے مقابلہ میں علم زیادہ راجح

[1] بخاری ص ۱۰۱۱ ج ۲ کتاب المحاربین والمرتدین

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے دوسری بات یہ ہے کہ یہاں رجم کے مذکورہ بالا چار واقعات کے بارے میں نہیں پوچھا جا رہا ہے بلکہ یہودی اور یہودیہ کے رجم کے بارے میں سوال کیا جا رہا ہے کہ یہ واقعہ سورۂ نور کے نازل ہونے سے پہلے پیش آیا یا اس کے بعد تو اس کے جواب میں صحابی نے اپنی لاعلمی ظاہر کی ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اس روایت کو امام بخاریؒ اہل کتاب کے رجم میں لائے ہیں چنانچہ امام موصوف نے اپنی صحیح میں باب قائم کیا ہے باب اھل الذمۃ واحصانھم اذا زنوا ورفعوا الی الامام[1] دوسرا قرینہ یہ ہے کہ اس حدیث کے بعض طرق میں "قبل النور" کے بجائے قبل المائدۃ کے الفاظ آئے ہیں، مسند احمد بن منیع میں یہ لفظ ہیں فقلتُ بعد سورۃ المائدۃ او قبلھا[1] مطلب یہ تھا کہ سورۂ مائدہ میں یہ آیت موجود ہے وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَاةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ آیت کریمہ کی موجودگی میں کس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت حَکَم اُن کو رجم کرنے کا حکم دیا گویا سائل نے آپؐ کی تحکیم کو مستبعد جانا تو صحابی نے اپنی لاعلمی ظاہر کی، تیسرا امر یہ کہ حضرت عبداللہ، یہود کے اس واقعہ پر موجود نہیں تھے اور نہ اسلام لائے تھے وہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر اسلام لائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسفار و مغازی میں سب سے پہلے حدیبیہ میں شریک ہوتے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

وشھد عبداللہ الحدیبیۃ	"حضرت عبداللہ صلح حدیبیہ کے موقعہ
وروی احادیث شھیرۃ ثم	پر موجود تھے انہوں نے مشہور احادیث
نزل الکوفۃ سنۃ ست او	روایت کیں پھر ۸۶ھ یا ۸۷ھ میں
سبع وثمانین وجزم ابونعیم	کوفہ میں قیام پذیر ہوئے ابونعیم نے
فیما رواہ البخاری عنہ سنۃ	۸۷ھ پر جزم کیا ہے صحابہ میں کوفہ میں
سبع وکان آخر من مات	سب سے آخر میں وفات پائی"
بھا من الصحابۃ[2]	

عبداللہ بن ابی اوفی کے لاعلمی ظاہر کرنے کی وجہ واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ وہ یہود کے

---

[1] عمدۃ القاری بحوالہ حاشیہ بخاری ص ۱۰۱۱ ج ۲ [2] الاصابۃ ص ۲۷۱ ج ۲

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس واقعہ کے وقت اسلام ہی نہیں لائے تھے ۔ علاوہ ازیں منکرین رجم ایک محتمل روایت سے تو استدلال کرتے ہیں ، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی یہ روایت صریح ان کی نگاہوں سے کیوں اوجھل ہو جاتی ہے ، صحیح بخاری میں ہے :

انّ اللہ بعث محمداً صلی اللہ علیہ وسلم بالحق وانزل علیہ الکتاب فکان مما انزل اللہ اٰیۃ الرجم فقرأناھا وعقلناھا ووعیناھا رجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجمنا بعدہ فاخشیٰ ان طال بالناس زمان ان یقول قائل واللہ ما نجد اٰیۃ الرجم فی کتاب اللہ فیضلوا بترک فریضۃ انزلھا اللہ تعالیٰ والرجم فی کتاب اللہ حق علی من زنیٰ اذا احصن من الرجال والنساء اذا قامت البینۃ او کان الحبل او الاعتراف [1]	" بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دیکر مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب نازل کی رجم کی آیت بھی اتاری ہم نے اس کو پڑھا اور سمجھا اور یاد رکھا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور ہم نے آپ کے بعد رجم کیا ۔ مجھے ڈر ہے کہ کچھ عرصہ گذر جانے کے بعد کوئی کہنے والا کہے کہ ہم آیت رجم اللہ کی کتاب میں نہیں پاتے تو یہ لوگ اللہ کے ایک فریضہ نازل شدہ کے چھوڑنے سے گمراہ ہو جائیں گے رجم، اللہ کی کتاب میں حق ہے زانی پر جبکہ وہ محصن ہو خواہ وہ مرد ہو یا عورت جبکہ ثبوت موجود ہو یا حمل ہو یا اقرار ہو "

حضرت فاروق اعظم کی ایک طویل تقریر کا ایک ٹکڑا ہے جو موصوف نے اپنی خلافت کے آخری حج سے واپسی پر دیا جس میں تمام صحابہ کرام موجود تھے ۔ دوسری نا قابل تردید سیرت و

[1] صحیح بخاری ۱۰۰۹ ج ۲

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حدیث کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خطبہ میں عہد فاروقی کے فوجی کمانڈر اور اہم شخصیتیں موجود تھیں اور اس خطبہ کے چند ہی دن کے بعد فاروق اعظم اپنے رب سے جا ملے، منکرین رجم اس موقعہ پر بڑی ڈھٹائی سے کہتے ہیں کہ دیکھو یہ مولوی لوگ فاروق اعظم پر کتنا بڑا الزام لگاتے ہیں کہ آیت رجم قرآن میں موجود ہے حالانکہ حضرت فاروق اعظم کا مقصد یہ تھا کہ آیت رجم قرآن میں نازل ہوئی تھی لیکن اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی اور اس کا حکم باقی رہ گیا حضرت کا یہ منشاء ہرگز نہیں ہے کہ وہ آج بھی قرآن میں موجود ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خطبہ بلیغہ کے الفاظ "رجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجمنا بعدہ" تسلسل رجم کو بیان کر رہا ہے، کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بھی رجم جاری رہا، رجم کی سزا میں کبھی بھی انقطاع نہیں ہوا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی رجم جاری رہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی رجم کے واقعات ملتے ہیں، ہمدانی خاتون شراحہ کا واقعہ سیرت و حدیث کی تمام کتابوں میں موجود ہے، راقم کے سامنے اس وقت حدیث کی معتبر کتاب مصنف عبدالرزاق موجود ہے اس کے ص ۳۲۶ ج ۷ پر یہ واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہاں دوسرے واقعات بھی ملتے ہیں مثلاً ایک واقعہ:

ان امرأة جاءت الی علی فقالت	ایک عورت حضرت علیؓ کی خدمت میں آئی اور
ان زوجها وقع علی جاريتها	شکایت کی کہ اس کے شوہر نے اس کی لونڈی کے
فقال ان تكوني صادقة نرجمه[1]	ساتھ بدکاری کی حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اگر تو
، ، ، ، ،	سچی ہے تو ہم اسے رجم کریں گے۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے دوسرے واقعات کہ شادی شدہ کے لئے رجم اور غیر شادی شدہ کے لئے جلد متعدد روایات سے ثابت ہے تفصیل کے لئے دیکھئے مصنف عبدالرزاق از ص ۳۰۴ تا ص ۳۰۶۔

پھر تابعین، تبع تابعین کے زمانہ میں بھی یہی تسلسل جاری رہا، ابن شہاب زہری مشہور تابعی

---

[1] مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۳۰۰

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں اُن کا فتویٰ محدّث عبد الرزاق نے نقل کیا ہے:

فحدّ المحصن الرجم اذا کان حرًّا[1] "شادی شدہ کی حد رجم ہے اگر وہ آزاد ہو۔"

یہی وجہ ہے کہ رجم پر امّت کا اجماع و اتفاق ہے اور خوارج کے علاوہ کسی متنفس نے کسی دور میں اس سے اختلاف نہیں کیا۔ حافظ ابو محمد بن حزم نے "مراتب اجماع" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں ان اجماعیات کو ذکر کیا ہے جن کے انکار سے کفر لازم آتا ہے رجم کو امام موصوف نے ان ہی اجماعیات میں داخل کیا ہے، فرماتے ہیں:

اتفقوا انه اذا زنیٰ کما ذکرنا	"تمام امّت کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر
وکان قد تزوج قبل ذلك	کوئی شخص بدکاری کا ارتکاب کرے
وهو بالغ مسلم حرٌّ عاقل	اسی طریقہ سے جس کو ہم نے بیان کیا ہو
حرّةً مسلمةً بالغةً نكاحًا	اور اس سے قبل وہ نکاح کر چکا ہو اور
صحيحًا ووطئها	وہ بالغ مسلمان آزاد ہو کسی آزاد مسلم
ان عليه الرجم[2]	بالغہ عورت سے نکاح صحیح اور اس سے
	ہمبستری بھی کر لی تو اس پر رجم ہے۔

---

[1] ص ۳۰٦ ج ۷

[2] مراتب الاجماع

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شہاب مبین لرجم الشیاطین

رجم کی شرعی حیثیت

محمد یوسف لدھیانوی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ امّا بعد:

سزائے رجم قرآن کریم میں

شرعی مسائل کا ثبوت یا تو کتاب اللہ سے ہوتا ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت طیبہ سے ۔ یا اجماع امّت سے ۔ اگر کوئی مسئلہ ان تین دلائل سے صراحۃً ثابت نہ ہو اس میں فقہائے امت اور ائمۂ مجتہدین کے اجتہاد و استنباط کی طرف رجوع کیا جاتا ہے مسئلہ رجم کتاب اللہ سے بھی ثابت ہے ۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ، اور صحابۂ کرامؓ کے اجماع و اتفاق سے بھی ۔

الف : سورۃ النساء کی آیت ۱۵ میں حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں :-

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَۃَ	" اور جو کوئی بدکاری کرے تمہاری
مِنْ نِّسَآئِکُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا	عورتوں میں سے تو گواہ لاؤ ان پر چار
عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ج	مرد اپنوں میں سے ۔
فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ	پھر اگر وہ گواہی دیویں تو بند رکھو ان
فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ	عورتوں کو گھروں میں ۔ یہاں تک کہ
الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ	اٹھا لیوے ان کو موت ، یا مقرر
سَبِیْلًا ۔	کردے اللہ ان کے لئے کوئی راہ "

اس آیت میں ان عورتوں کے بارے میں جو زنا کی مرتکب ہوں ۔ یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جُرم پر چار مسلمان مَردوں کی شہادت قائم کی جائے ۔ اور شہادت سے ان کا جُرم ثابت ہو جائے تو ان کو گھروں میں بند رکھا جائے تا آنکہ ان کے بارے میں خدا تعالیٰ کا کوئی حکم نازل ہو جائے۔

ایسی عورتوں کے لئے " کوئی راہ " مقرر کرنے کا جو وعدہ فرمایا گیا ہے۔ اس کی تفسیر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی کے ذریعہ یہ فرمائی ہے کہ زنا کا مرتکب شادی شدہ (مُحصَن) ہو تو اس کو رجم (سنگسار) کیا جائے ۔ اور غیر شادی شدہ (غیر مُحصَن) ہو تو اس کے سو کوڑے لگائے جائیں ۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم	" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جب
اذا نزل علیہ الوحی کرب لذلک	وحی نازل ہوتی تھی تو اس کی وجہ
وتربد لہ وجھہ ۔ قال	سے آپ پر بے چینی کی سی کیفیت طاری
فانزل علیہ ذات یوم فلقی	ہو جاتی تھی ۔ اور چہرۂ انور کا رنگ
کذلک ۔ فلما سُرّی عنہ ،	بدل جاتا تھا ۔ چنانچہ ایک دن آپؐ
قال خُذوا عنّی ۔ قد جعل	پر وحی نازل ہوئی تو آپ پر یہی کیفیت
اللہ لھن سبیلاً ۔ الثیب	طاری ہو گئی ۔ پھر جب نزول وحی کی
بالثیب والبکر بالبکر ۔	یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپؐ نے فرمایا:
الثیب جلد مائۃ ثم رجم	"مجھ سے لے لو ۔ مجھ سے لے لو، اللہ
بالحجارۃ ۔ والبکر جلد	تعالیٰ نے ان عورتوں کے لئے راہ مقرر
مائۃ ۔ ثم نفی سنۃ (ص ۶۵ ج ۲)	کر دی ہے ، شادی شدہ مرد و عورت

اس کے مرتکب ہوں تو ان کی سزا سو کوڑے لگانا پھر سنگسار کرنا ۔ اور کنوارے مرد و عورت اس کے مرتکب ہوں تو سو کوڑے ۔ اور پھر ایک سال کی جلاوطنی۔"

یہ تھی وہ " سبیل " جس کا حق تعالیٰ شانہٗ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا تھا ۔ یعنی زنا کے مرتکب کو ـــــ جب کہ وہ شادی شدہ ہو ـــــ سنگسار کرنا اور غیر شادی شدہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کو سوکوڑے لگانا۔ اور اس "سبیل" کی تشریح و توضیح بھی کسی انسانی عقل نے نہیں کی۔ بلکہ حق تعالیٰ شانہٗ نے خود بذریعہ وحی حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کرائی ہے۔ صحیح بخاری کتاب التفسیر ص۶۵۷ ج۲ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اس آیت کی یہی تفسیر منقول ہے۔

قرآن کریم میں الصلوٰۃ (نماز) کا بار بار حکم دیا گیا ہے لیکن اس "الصلوٰۃ" سے کیا مراد ہے؟ اس کی تشریح و وضاحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے قولاً و عملاً فرمائی۔ اسی طرح جگہ جگہ "ایتاء زکوٰۃ" کا حکم دیا گیا ہے لیکن "زکوٰۃ" کے مفہوم کی کوئی تشریح قرآن کریم میں نہیں کی گئی۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح فرمائی۔ اس کے باوجود ہر مسلمان جانتا ہے کہ نماز اور زکوٰۃ کی جو تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی وہ قرآن ہی سے ثابت ہے۔ اور جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس نماز اور زکوٰۃ کا قرآن کریم نے حکم نہیں دیا وہ خارج از ملت ہے اسی طرح قرآن کریم میں زانی محصن کی سزائے رجم بھی حق تعالیٰ شانہٗ نے "اَوْ یَجْعَلَ اللّٰہُ لَھُنَّ سَبِیْلًا" کے مجمل الفاظ میں ذکر فرمائی۔ اور پھر اس کی تشریح خود اللہ تعالیٰ کے اعلام و اطلاع سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ اس کے باوجود جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ رجم کی سزا قرآن کریم نے ذکر نہیں فرمائی وہ گویا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر سمجھتا ہے۔

سوچنا چاہیئے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ایک قرآنی حکم کی تشریح فرما رہے ہیں۔ اور وہ تشریح بھی حق تعالیٰ شانہٗ کی اطلاع اور وحی کے ذریعہ کی جا رہی ہے۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر عمل فرما رہے ہیں۔ اور آپؐ کے بعد خلفائے راشدین اور چودہ سو سالہ امت اس تشریح وحی پر اپنے یقین و ایمان اور عمل کی بنیادیں استوار کرتی ہے تو کیا کسی کو یہ کہنے کا حق ہے کہ یہ سزا قرآن کریم میں مذکور نہیں؟ دراصل بعض لوگ قرآن کریم کا مطالعہ کرتے وقت یہ فرض کر لیتے ہیں کہ قرآن کہیں خلا میں پرواز کرتا ہوا سیدھا ان کے گھر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں اترا ہے ۔ اور قرآن کے مطالعہ کی سعادت شاید پہلی بار ان کے حصے میں آئی ہے ۔ اس کے پیچھے نہ مصدر وحی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریحات ہیں ۔ اور نہ چودہ سو سالہ امت کا تعامل اس کی پشت پر ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ دین کے وہ مسائل جو کل تک " دو دونی چار " کی طرح قطعی و یقینی اور دو ٹوک سمجھے جاتے تھے ۔ قرآن کے یہ " خلانورد " آج ایسے مسائل میں بھی شک و ارتیاب کے کانٹوں میں الجھ کر رہ جاتے ہیں ۔ ایسے لوگوں کا جہل مرکب لائق صد رحم ہے جو قرآن کے صحیح تلفظ پر قادر نہ ہونے اور ناظرہ قرآن نہ پڑھ سکنے کے باوجود اپنے سوا چودہ سو سال کی پوری امت کو جاہل اور احمق فرض کر لیتے ہیں ۔

ب : سورہ المائدہ کی آیات ۴۱ تا ۵۰ یہود کے قصۂ رجم سے متعلق نازل ہوئیں جیسا کہ صحیح مسلم ص ۲ ج ۲ میں مذکور ہے ۔

امام بغوی نے اس قصہ کا خلاصہ یہ نقل کیا ہے کہ خیبر کے یہودیوں میں ایک شادی شدہ جوڑے نے زنا کا ارتکاب کیا تھا ۔ جس کے لئے شریعتِ تورات میں رجم کی سزا مقرر کی تھی ۔ مگر یہودیوں نے خواہش نفس کی پیروی میں اس پر عمل درآمد معطل کر رکھا تھا ۔ جب ان کے یہاں یہ واقعہ پیش آیا تو اس خیال سے کہ اسلامی شریعت ، شریعت تورات سے نرم ہے ۔ انہوں نے یہ مقدمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھجوا دیا ۔ چنانچہ ایک وفد ان مجرموں کو لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ جسے یہود نے بطور خاص یہ ہدایت کی تھی کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے مطلب کے موافق فیصلہ کریں تو قبول کر لینا ۔ ورنہ نہیں ۔ وفد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر شادی شدہ مرد و عورت زنا کا ارتکاب کریں تو ان کی کیا سزا ہے ؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میرا فیصلہ مانو گے ؟ انہوں نے اقرار کیا ۔ اس وقت جبریل امین اللہ تعالیٰ کا یہ حکم لیکر نازل ہوئے کہ ان کی سزا رجم ہے ، ان لوگوں نے جب یہ فیصلہ سنا تو بوکھلا گئے اور تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ۔

حضرت جبریل امین علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا کہ آپ ان سے یہ فرمائیں کہ میرے فیصلے کو ماننے یا نہ ماننے کے بارے میں " ابن صوریا " کو حکم بنا دو ۔ اور ابن صوریا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے حالات و صفات بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلا دئیے ۔ آپؐ نے یہودی وفد سے فرمایا کہ کیا تم اس نوجوان کو پہچانتے ہو جو سفید رنگ مگر ایک آنکھ سے معذور ہے ؟ انہوں نے پہچاننے کا اقرار کیا ۔ آپؐ نے فرمایا تم لوگ اُسے کیسا سمجھتے ہو ۔ انہوں نے کہا کہ علمائے یہود میں رُوئے زمین پر اس سے بڑا عالم نہیں ۔ آپؐ نے فرمایا اسے بلاؤ ۔ چنانچہ اسے بلا یا گیا ۔ وہ آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قسم دیکر پوچھا کہ تورآت میں اس جُرم کی کیا سزا مقرر ہے ۔ وہ بولا ، قسم ہے اس ذات کی جس کی قسم آپؐ نے مجھ کو دی ہے اگر مجھے یہ قسم نہ دیتے اور مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ اگر غلط بیانی کروں گا تو تورات مجھے جلا ڈالے گی تو کبھی اس کو ظاہر نہ کرتا ۔ واقعہ یہ ہے کہ حکمِ اسلام کی طرح تورات میں بھی یہی حکم ہے کہ ان دونوں کو سنگسار کر دیا جائے ، مگر جب ہمارے اشراف میں زنا کی کثرت ہوئی تو کچھ عرصہ تک تو یہ رہا کہ اشراف کو چھوڑ دیتے اور پسماندہ طبقہ پر سزا جاری کر دیتے ۔ لیکن پھر ہم نے یہ طے کیا کہ رجم کے بجائے ایک ایسی سزا مقرر کر لی جائے جو شریف و وضیع سب پر جاری کی جاسکے ۔ اور وہ تھی منہ کالا کر دینا ، جوتے لگانا اور گدھے پر الٹا سوار کرنا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنکر فرمایا :

اللّٰھم اِنّی اوّل مَنْ اَحْیَا	"یا اللہ ! میں پہلا شخص ہوں جس نے
امرک اذ اماتوا ۔	تیرے حکم کو زندہ کیا جب کہ انہوں نے
" " " " "	اس کو مٹا ڈالا تھا "

چنانچہ آپؐ کے حکم سے ان دونوں پر رجم کی سزا جاری کی گئی ۔

اس شانِ نزول کی روشنی میں ان آیات کریمہ پر غور کیا جائے تو چند نتائج سامنے آتے ہیں :

اوّل : قرآن کریم نے تورآت کے حکمِ رجم کی تصدیق فرمائی اور اس حکم کو برقرار رکھا ۔

دوم : اس حکم کو " مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ " کہکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر عمل کرنے کا تاکیدی حکم فرمایا ۔ اور اس معاملہ میں کسی قسم کی رُو رعایت روا رکھنے سے " وَ لَا تَتَّبِعْ اَھْوَآءَھُمْ " (اور نہ پیروی کر ان کی خواہشوں کی) کہکر شدت سے منع فرما دیا ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوم : جو لوگ اس " مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ " سے پہلوتہی کرتے ہیں ان کو " دوڑ کر کفر میں گرنے والے " اور زبان سے اسلام کا دعویٰ کرنے کے باوجود " دل کے کافر " فرمایا :

اَلَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى	" جو لوگ کہ دوڑ کر گرتے ہیں کفر میں۔
الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا	یعنی وہ لوگ جو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں
بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ	اپنے منہ سے ۔ حالانکہ ان کے دل
قُلُوْبُهُمْ ۔ (آیت ۴۱)	مسلمان نہیں "

چہارم : اور جو لوگ اس حکم خداوندی کو تسلیم کر کے اس کے مطابق فیصلہ کرنے پر آمادہ نہ ہوں ان کو صاف الفاظ میں کافر ، ظالم اور فاسق فرمایا ۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ	" اور جو کوئی حکم نہ کرے اس کے
اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ	مطابق جو اللہ نے اتارا سو وہی لوگ
الْكٰفِرُوْنَ ۔ (۴۴)	ہیں کافر "
وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ	اور جو کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق
اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (۴۵)	جو کہ اللہ نے اتارا سو وہی لوگ ہیں ظالم۔
وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ	اور جو کوئی حکم نہ کرے اس کے
اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ	مطابق جو کہ اتارا اللہ نے سو وہی
الْفٰسِقُوْنَ ۔ (۴۷)	لوگ ہیں نافرمان "

جب رجم کے حکم کی قرآن اتنی شد و مد سے تاکید کرتا ہے اور اس سے پہلوتہی کرنے اور نہ ماننے والوں کو " اسلام کے زبانی دعویدار مگر دل کے کافر " ظالم اور فاسق کہتا ہے ۔ تو سوال یہ ہے کہ قرآن کریم کی کونسی آیت ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کونسی سنّت ہے جس نے اس شدید و مؤکد حکم کو منسوخ کر دیا ہو ؟ اور جو لوگ اس حکم سے انحراف کرتے ہیں کیوں نہ ان کو ان قرآنی آیات کا مصداق سمجھا جائے ۔

ج : چونکہ رجم کا حکم کتاب اللہ سے ثابت ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حکم کے لئے کتاب اللہ کا حوالہ دیتے تھے۔

چنانچہ صحاح کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو شخص حاضر ہوئے۔ ایک نے کہا کہ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کیجئے۔ دوسرے نے کہا ہاں! یارسول اللہ! واقعی ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کیجئے۔ اور مجھے اجازت دیجئے کہ میں واقعہ بیان کروں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں! بیان کرو۔ اس نے کہا کہ میرا بیٹا اس شخص کے ہاں نوکر تھا۔ اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا۔ مجھے لوگوں نے بتایا کہ میرے بیٹے پر رجم کی سزا جاری ہوگی۔ میں نے اس کے فدیہ میں اس شخص کو سو بکریاں اور ایک لونڈی دی۔ پھر میں نے اہل علم سے دریافت کیا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے پر سو کوڑوں اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا ہے۔ اور رجم کی سزا اس کی بیوی پر ہے۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اما والذی نفسی بیدہٖ لاقضین بینکما بکتاب اللہ۔ اما غنمک و جاریتک فرد علیک۔ واما ابنک نعلیہ جلد مائۃٍ وتغریب عام۔ واما انت یا انیس! فاغد الی امرأۃ ھذا فان اعترفت فارجمھا۔ (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ص۳۰۹)	"یہ سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سنو! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ اور وہ فیصلہ یہ ہے کہ، تیری بکریاں اور لونڈی تجھے واپس کردی جائیں گی۔ اور تیرے بیٹے پر سو کوڑوں اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا جاری ہوگی۔ اور ہاں! انیس! تم اس شخص کی بیوی کے پاس جاؤ: اگر وہ زنا کا اقرار کرے تو اس کو رجم کردو۔"

یہ صحیح حدیث تمام کتب حدیث میں موجود ہے اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے سزائے رجم کو حلفاً کتاب اللہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر قرآن میں سزائے رجم مذکور نہ ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کتاب اللہ کی طرف منسوب کیوں کرتے۔ جو لوگ سزائے رجم کے منکر ہیں وہ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلف کی بھی تکذیب کرتے ہیں۔

د : اس ضمن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مشہور خطبہ بھی حدیث کی قریباً سبھی کتابوں میں موجود ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری ص ۱۰۰۹ ج ۲ اور صحیح مسلم ص ۶۵ ج ۲ میں ہے :

قال عمر بن الخطاب رضی اللہ	"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
عنہ وھو جالس علی منبر	نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و	پر بیٹھ کر فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے
سلم ان اللہ بعث محمداً	محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دین حق کے ساتھ
صلی اللہ علیہ وسلم بالحق۔	بھیجا۔ اور آپؐ پر کتاب نازل فرمائی۔
وانزل علیہ الکتاب۔	اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب میں
فکان مما انزل اللہ علیہ	آیت رجم بھی تھی۔ جسے ہم نے پڑھا۔
آیۃ الرجم۔ قرأناھا۔	محفوظ کیا اور خوب سمجھا۔ پس اس
ووعیناھا۔ وعقلناھا۔	کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فرجم رسول اللہ صلی اللہ	نے رجم کیا۔ اور آپؐ کے بعد ہم نے بھی
علیہ وسلم ورجمنا	رجم کیا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ لوگوں پر
بعدہٗ۔ فاخشی ان طال	کچھ زیادہ زمانہ گزرے گا تو کوئی کہنے
بالناس زمان۔ ان یقول	والا کہے گا کہ ہم کتاب اللہ میں رجم
قائل ما نجد الرجم فی	نہیں پاتے۔ پس وہ ایک ایسے
کتاب اللہ تعالیٰ۔ فیضلوا	فریضے کو جو اللہ تعالیٰ نے نازل
بترک فریضۃ انزلھا اللہ	فرمایا، چھوڑ کر گمراہ ہوں گے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ ۔ وان الرجم فی	اور بے شک رجم اللہ کی کتاب میں حق
کتاب اللہ حق ۔ علی من زنا	ہے اس زانی پر جو شادی شدہ ہو ۔
اذا احصن من الرجال و	خواہ مرد ہو یا عورت جب کہ گواہی
النساء اذا قامت البینۃ	قائم ہو جائے ۔ یا حمل ظاہر ہو جائے
او کان الحبل او الاعتراف ۔	(جس کا اسے چار و ناچار اقرار کرنا پڑے)

یا وہ (بغیر ظہور حمل کے) از خود اقرار کرلے "

بعض حضرات نے اس آیت رجم کے بارے میں، جس کا ذکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے، یہ کہا ہے کہ قرآن کریم میں اس مضمون کی ایک آیت نازل ہوئی تھی " الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما نکالاً من اللہ ۔ واللہ عزیز حکیم " جس کی تلاوت منسوخ ہو گئی مگر حکم باقی رکھا گیا ۔ یہ بحث تو ہم بعد میں کریں گے کہ ایسی کوئی آیت نازل ہوئی تھی ۔ یا نہیں ۔ اور یہ کہ کیا روایت سے ان الفاظ کی قرآنیت ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں لیکن تو یہ دیکھنا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ برسر منبر فرما رہے ہیں :

وان الرجم فی کتاب اللہ	" اور بلا شک و شبہ رجم کتاب اللہ
حق ۔	میں حق ہے "

جس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ رجم کتاب اللہ میں اب بھی موجود ہے ۔ مگر چونکہ عام لوگوں کا فہم اس سے قاصر تھا ۔ اور اس امر کا اندیشہ تھا کہ وقت گذرنے پر لوگوں کے لئے اس کا سمجھنا اور بھی مشکل ہو جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کے الفاظ " اَوْ یَجْعَلَ اللّٰہُ لَھُنَّ سَبِیْلًا " ہی کی تفسیر رجم کے ساتھ فرمائی ہے ۔ اور یہ کہ اسی رجم کو قرآن کریم نے بڑی تاکید کے ساتھ " مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ " فرمایا ہے ۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اندیشہ تھا کہ کچھ لوگ اپنے قصورِ فہم اور دور جہل کی بنا پر کتاب اللہ میں رجم کے موجود ہونے کا انکار کر کے گمراہ ہوں گے ۔ امام نووی رح شرح مسلم میں لکھتے ہیں :

ھذا الذی خشیہ قد	" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو اندیشہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وقع من الخوارج ومن وافقهم كما سبق بيانه وهذا من كرامات عمر رضي الله عنه. ويحتمل انه علم ذلك من جهة النبي صلى الله عليه وسلم. (شرح صحیح مسلم ص ۶۵ ج ۲)

ظاہر کیا۔ خارجیوں اور ان کے ہم مشرب لوگوں کی طرف سے وقوع میں آیا۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ بات انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے معلوم ہوا ہو (اس صورت میں یہ معجزۂ نبوی ہوگا۔)

الغرض چونکہ رجم کا حکم قرآنی حکم ہے۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارادہ فرمایا تھا کہ اس حکم کو مصحف کے حاشیہ پر صراحۃً لکھ دیا جائے۔ مگر اس اندیشہ سے کہ لوگ کہیں گے کہ عمرؓ نے قرآن میں اضافہ کر دیا۔ اس ارادہ کی تعمیل نہیں فرمائی۔ قرآن کریم کے حاشیہ پر بھی اگر لکھ دیا جاتا تو وہ قرآن نہیں بن جاتا۔ بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تشریحی نوٹ ہی کی حیثیت اس کو حاصل ہوتی۔ اور یہ تشریح آپ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرما دی۔

خلاصہ یہ کہ رجم قرآن کریم کا حکم ہے، قرآن کریم نے کہیں اس کو "اَوْ یَجْعَلَ اللّٰہُ لَھُنَّ سَبِیْلًا" سے ذکر فرمایا اور اس کی تشریح حق تعالیٰ شانہٗ نے وحی آسمانی کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرائی۔ اور کہیں اس حکم کو "مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ" فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم فرمایا۔ اور اس "مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ" سے انحراف کرنے والوں کو "دل کے کافر" اور ظالم و فاسق قرار دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو کتاب اللہ کا حکم قرار دیا۔ اور خلفائے راشدینؓ نے بھی ـــــ ان تمام امور کے باوجود اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ رجم کا حکم اسلام ہی میں نہیں تو سوچنا چاہئے کہ اس کی رائے اہل بصیرت کے نزدیک کیا قدر و قیمت رکھتی ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سزائے رجم اور سنّت نبویؐ

قرآن کریم کے بعد شریعت اسلامی کا دوسرا ماخذ و منبع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت مطہرہ ہے۔ دین و شریعت کی تشکیل سنّتِ نبویؐ سے ہوئی۔ اگر اس کو درمیان سے ہٹا دیا جائے تو نہ عبادات کا کوئی خاکہ مرتب ہو سکتا ہے اور نہ معاملات و معاشرت وغیرہ کا کوئی مربوط نظام سامنے آتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے دین کا مدار "الکتاب" کے ساتھ صاحب کتاب صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر رکھا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ (الاحزاب)

"بے شک تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔ اس شخص کے لئے جو امید رکھتا ہو اللہ کی اور آخرت کے دن کی۔"

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو احکام دئے جائیں ان کو قبول کرنے کا حکم دیا ہے:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (الحشر)

"اور جو کچھ دے تم کو رسول اسے لے لو۔ اور جس سے روک دے۔ رک جاؤ۔"

دورِ جدید میں ایک خاص حلقہ میں یہ مرض عام ہوتا جا رہا ہے کہ ہر مسئلہ کے لئے قرآن کریم سے سند لانا ضروری ہے۔ اور جس ذات مقدسہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر کتاب اللہ نازل کی گئی اس کے اسوۂ حسنہ سے نہ صرف بے نیازی کا اظہار کیا جاتا ہے بلکہ ایک طرح اسے نظر حقارت سے دیکھا جاتا ہے۔ لیکن قرآن کریم اس طرز فکر کو خالص کفر قرار دیتا ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ

"سو قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ تجھ ہی کو منصف جانیں اس جھگڑے میں جو ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ (النساء:۶۵)

میں اٹھے، پھر نہ پاویں اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلے سے۔ اور قبول کریں خوشی سے"

دراصل کسی شخصیت کو "رسول اللہ" مان لینے کا مطلب ہی یہ ہے کہ اس کا ہر فیصلہ واجب التسلیم ہو، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سرتابی کسی مومن کا شیوہ نہیں ہو سکتا، بلکہ یہ خالص کفر و نفاق ہے۔ چنانچہ قرآن کریم ہمیں ہدایت کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی معاملہ میں فیصلہ فرما دیں تو کسی مومن مرد یا عورت کو اپنے خالص ذاتی اور نجی معاملہ میں کسی قسم کا اختیار باقی نہیں رہ جاتا :-

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَمْرًا أَن يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (الاحزاب:۳۶)

"اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کے لئے اس کی گنجائش نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ کر دیں تو ان کو اپنے کام سے متعلق کسی قسم کا کوئی اختیار باقی رہے اور جو شخص حکم نہ مانے اللہ کا اور اس کے رسول کا تو وہ صریح گمراہی میں جا پڑا"

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس معاملہ میں جو فیصلہ فرما دیا وہ بعینہٖ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ اور اس سے انحراف فیصلۂ خداوندی سے انحراف ہے۔ پس جس شخص کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ آئے اور وہ اس کے قبول کرنے میں ہچکچائے تو اس کی وجہ بقول امام غزالیؒ، "کفر خفی یا حماقت جلی" کے سوا کچھ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سنت نبویؐ کے حجت شرعیہ ہونے کو علمائے امت نے "ضروریات دین" میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ شیخ ابن ہمامؒ کی تحریر الاصول اور اس کی شرح تیسیر التحریر میں ہے :

(حجیۃ السنۃ) سواء کانت مفیدۃ للفرض او الواجب

"سنت کا حجت ہونا خواہ وہ فرض یا واجب کے لئے مفید ہو یا کسی اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

أو غيرهما (ضرورة دينية) كل من له عقل و تمييز حتى النساء والصبيان يعرف ان من ثبت نبوته صادق فيما يخبر عن الله تعالى ويجب اتباعه۔ (تيسير التحرير على كتاب التحرير ج ۳ ص ۲۲)

چیز کے لئے، ضرورت دینیہ ہے۔ ہر وہ شخص جس کو عقل و تمیز حاصل ہے، یہاں تک کہ عورتیں اور بچے بھی جانتے ہیں کہ جس شخص کی نبوت ثابت ہو وہ ان تمام امور میں جن کی وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے خبر دیتا ہے، صادق ہے اور اس کی اتباع واجب ہے۔"

اور یہ مسئلہ کہ شادی شدہ مرد اور عورت جب زنا کے مرتکب ہوں تو ان کی سزا رجم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت متواترہ سے ثابت ہے۔ شیخ ابن ھمامؒ لکھتے ہیں:

ثبوت الرجم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم متواتر المعنى كشجاعة على وجود حاتم۔ والآحاد في تفاصيل صوره وخصوصياته وأما أصل الرجم فلا شك فيه۔

"جس طرح شجاعت علیؓ اور مجود حاتم کے واقعات متواتر ہیں۔ اسی طرح رجم کا ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر المعنی ہے۔ اگرچہ ایک ایک واقعہ کی تفصیلات مخبر واحد ہوں۔ مگر اصل رجم بلاشک و شبہ ثابت ہے۔"

اس کی تفصیل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

والحاصل ان انكاره انكار دليل قطعي بالاتفاق. فان الخوارج يوجبون العمل بالمتواتر معنى او لفظا كسائر

"حاصل یہ کہ اس کا انکار، بالاتفاق دلیل قطعی کا انکار ہے، کیونکہ جو چیز لفظاً یا معنیً متواتر ہو، خارجی بھی ــــ دیگر اہل اسلام کی طرح ــــ اس پر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

المسلمين . الا ان اغرافهم عن الاختلاط بالصحابة والمسلمين وترك التردد الى علماء المسلمين والرواة اوقعهم في جهالات كثيرة لخفاء السمع عنهم و الشهرة . ولهذا حين عابوا على عمر بن عبدالعزيز القول بالرجم ، لانه ليس في كتاب الله الزمهم باعداد الركعات ومقادير الزكوٰة فقالوا ذلك لانه فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم والمسلمون، فقال لهم وهذا ايضاً فعله هو والمسلمون (فتح القدير ص۱۳ ج۵)

عمل کرنے کو واجب قرار دیتے ہیں مگر خارجیوں کے صحابہ کرامؓ اور اہل اسلام کے ساتھ میل جول سے انحراف اور علمائے اسلام اور راویانِ حدیث کی طرف رجوع نہ کرنے نے ان کو بہت سی جہالتوں کے گڑھے میں ڈال دیا تھا کیونکہ ان سے احادیث کی سماعت اور شہرت مخفی رہی۔ چنانچہ جب انہوں نے عمر بن عبدالعزیزؒ پر رجم کے بارے میں اعتراض کیا کہ وہ کتاب اللہ میں مصرح نہیں۔ تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جواب دیا کہ نمازوں کی رکعات کی تعداد اور مقادیر زکوٰۃ بھی قرآن میں مصرح نہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ اس لئے ثابت ہیں کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے کیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا، یہ رجم بھی آپؐ نے اور مسلمانوں نے کیا ہے۔"

احادیث کے مستند مجموعوں سے اگر رجم کی احادیث نقل کی جائیں تو یہ ایک مستقل رسالہ کا موضوع ہے۔ مگر میں یہاں چند احادیث کی طرف مختصراً اشارہ کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔ ان میں سے بعض احادیث کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

۱ــــــ حضرت ابوہریرہ اور حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہما کی حدیث پہلے گذر چکی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا کے مقدمہ کا فیصلہ سناتے ہوئے فرمایا تھا :

والذی نفسی بیدہٖ لاقضین بینکما بکتاب اللہ ۔	"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا"۔

اس کے بعد آپؐ نے عورت کے اقرارِ زنا پر اس کے رجم کا حکم فرمایا :

فاعترفت فامر بہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرجمت ۔	"چنانچہ اس عورت نے اقرار کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اسے رجم کیا گیا"۔

(صحیح بخاری ص۱۰۰۸ ج۲ ، صحیح مسلم ص۶۹ ج۲ ، مؤطا امام مالک ص۳۴۹ ، ابوداؤد ص۶۰۶ ، نسائی ص۳۰۸ ج۲ ، ترمذی ص۱۷۲ ج۱ ، ابن ماجہ ص۱۸۶ ۔)

۲ــــــ حضرت عبادہ بن الصامتؓ کی حدیث بھی گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے لفظ "سبیلاً" کی تشریح کرتے ہوئے شادی شدہ کے رجم کا حکم فرمایا : (صحیح مسلم ص۶۵ ج۲ ، ابوداؤد ص۶۰۶ ، ترمذی ص۱۷۳ ج۱ ، ابن ماجہ ص۱۸۶)

۳ــــــ یہودی مرد و عورت کے رجم کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث بھی گذر چکی ہے (صحیح بخاری ص۱۰۱۱ ج۲ ، صحیح مسلم ص۶۹ ج۲ ، مؤطا امام مالک ص۳۴۶ ، ابوداؤد ص۶۱۰ ، ترمذی ص۱۷۳ ج۱ ، ابن ماجہ ص۱۸۷)

۴ــــــ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی گذر چکی ہے :

رجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجمنا بعدہٗ ۔	"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رجم کیا۔ اور ہم نے بھی آپؐ کے بعد رجم کیا"۔

(بخاری ص۱۰۰۸ ج۲ ، مسلم ص۶۵ ج۲ ، ترمذی ص۱۷۲ ج۱ ، ابوداؤد ص۶۰۶ ، مؤطا امام مالک ص۳۴۹ ، ابن ماجہ ص۱۸۶)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حدیث۵ : عن عثمان رضی اللہ عنہ انہ اشرف علیھم یوم الدار فقال انشدکم باللہ اتعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلاث : زنا بعد احصان ۔ وارتداد بعد اسلام ۔ وقتل نفس بغیر حق ۔ قالوا اللھم نعم ۔ قال فعلام تقتلونی ۔

(ترمذی ص۳۱ ج۲، ابن ماجہ ص۱۸۵، مستدرک حاکم ص۳۵ ج۴، نسائی ص۱۶۵ ج۲)

”حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے محاصرہ کے دوران باہر جھانک کر فرمایا! میں تم کو قسم دیتا ہوں۔ کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں، مگر تین میں سے کسی ایک صورت میں۔ شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کا مرتکب ہو۔ یا اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائے، یا کسی کو ناحق قتل کر ڈالے۔ انہوں نے جواب دیا۔ اللہ کی قسم! ہاں۔ فرمایا: پھر تم مجھے کس جرم میں قتل کرتے ہو؟“

* * * * *

وعن ابن عمر ان عثمان قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلث ۔ رجل زنی بعد احصانہ فعلیہ الرجم او قتل عمداً فعلیہ القود او ارتد بعد اسلامہ فعلیہ القتل ۔ (نسائی ص۱۶۸)

”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کسی مسلمان آدمی کا خون حلال نہیں مگر تین میں سے کسی ایک وجہ سے۔ وہ شخص جس نے شادی شدہ ہونیکے بعد زنا کیا ہو۔ تو اس پر رجم ہے۔ یا کسی کو عمداً قتل کر دیا ہو تو اس پر قصاص ہے۔ یا اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائے تو اس پر قتل کی سزا ہے۔“

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

حدیث ۶ : اسی مضمون کی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے ۔ اس میں یہ الفاظ ہیں :

رجل زنیٰ بعد احصان فانه یرجم (مسلم ص۵۹ ج۲، ابوداؤد ص۵۹۸ ج۲، نسائی ص۱۶۵ ج۲ و ص۱۶۸ ج۲)

" ایک وہ آدمی جس نے شادی کے بعد زنا کیا ہو ۔ اس کو رجم کیا جائیگا "

حدیث ۷ : اسی مضمون کی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے ۔ اس کے الفاظ یہ ہیں :-

لا یحل دم امرئ مسلم الا باحدیٰ ثلاث . الثیب الزانی والنفس بالنفس . والتارک لدینه المفارق للجماعة . (صحیح بخاری ص۱۰۱۶ ج۲، صحیح مسلم ص۵۹ ج۲، ابوداؤد ص۵۹۸ ج۲، ترمذی ص۱۶۸ ج۱ و ص۱۸ ج۱، نسائی ص۱۶۹ ج۲)

" حلال نہیں کسی مسلمان کا خون مگر تین میں سے ایک وجہ سے ۔ شادی شدہ زنا کرے ۔ خون کا بدلہ خون ۔ اور جو شخص دین اسلام کو چھوڑ کر جماعت مسلمین سے الگ ہو جائے "

حدیث ۸ : یہی حدیث حضرت ابو قلابہ تابعی سے مرسلاً بھی مروی ہے ۔ انہوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا :

واللہ ما قتل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم احداً قط الا فی ثلث خصال . رجل قتل بجریرة نفسه فقتل . اور جل زنیٰ بعد احصان . اور جل حارب اللہ ورسوله وارتد عن الاسلام (صحیح بخاری ص۱۰۱۹ ج۲)

" اللہ کی قسم ! نہیں قتل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو کبھی ۔ مگر تین وجہ سے ۔ ایک یہ کہ کسی شخص نے کسی کو ظلماً قتل کیا تو اس کے بدلے قتل کیا گیا ۔ یا کسی نے شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کیا ہو ۔ یا کسی نے اللہ و رسول سے جنگ کی ہو اور وہ اسلام سے مرتد ہو گیا ہو "

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حدیث ۹ : اسی مضمون کی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (مجمع الزوائد ص ۱۵۴ ج ۱)

حدیث ۱۰ : یہی حدیث حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ (حوالہ بالا)

حدیث ۱۱ : عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الٰہ الا اللہ۔ فاذا قالوھا عصموا منی دمائھم واموالھم الا بحقھا۔ قیل وما حقھا۔ قال زنی بعد احصان۔ او کفر بعد اسلام۔ او قتل نفس فیقتل بہ۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط۔ (مجمع الزوائد ص ۲۶ ج ۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ "لا الٰہ الا اللہ" کی شہادت دیں۔ پس جب انہوں نے کلمہ پڑھ لیا تو اپنی جان و مال کو مجھ سے محفوظ کر لیا۔ مگر حق کے ساتھ۔ عرض کیا گیا کہ حق کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کرنا۔ اسلام لانے کے بعد کافر ہو جانا۔ یا کسی کو قتل کرنا جس کے بدلے میں اس کو قتل کیا جائے۔"

حدیث ۱۲ : عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت راجماً احداً بغیر بینۃ لرجمت فلانۃ فقد ظھر فیھا الریبۃ فی منطقھا وھیئتھا ومن یدخل علیھا

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں بغیر گواہی کے رجم کرتا تو فلاں عورت کو رجم کرتا، کیونکہ اس کی گفتگو۔ اس کی ہیئت اور اس کے پاس جانے والوں سے اس کا مشکوک کردار واضح ہوتا ہے۔"

(صحیح بخاری ص ۸۰ ج ۲، صحیح مسلم ص ۴۹۰ ج ۱، نسائی ص ۱۰۹ ج ۲، ابن ماجہ ص ۱۸۷)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حدیث ماعزؓ :

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشادات تھے جن میں آپؐ نے شادی شدہ مرتکب زنا کی سزا رجم فرمائی ہے۔ علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً بھی سزائے رجم نافذ فرمائی۔ چنانچہ حضرت ماعز بن مالک الاسلمی رضی اللہ عنہ سے یہ گناہ صادر ہوا تھا۔ اور تواتر سے ثابت ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خود درخواست کی کہ ان پر حد جاری کی جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر سزائے رجم جاری فرمائی۔ اس کے لئے مندرجہ ذیل احادیث دیکھی جائیں :

۱۔ حدیث جابرؓ : صحیح بخاری ص ۱۰۰۶ ج ۲، صحیح مسلم ص ۶۶ ج ۲، نسائی ص ۲۷۸ ج ۱، ابوداؤد ص ۶۰۷ و ص ۶۰۸، مسند احمد ص ۳۲۳ ج ۳ و ص ۳۸۱ ج ۳۔

۲۔ حدیث بریدہؓ : صحیح مسلم ص ۶۷ ج ۲، ابوداؤد ص ۶۰۸، مسند احمد ص ۳۴۷ ج ۳۔ ص ۱۷۱ ج ۱

۳۔ حدیث ابوہریرہؓ : صحیح بخاری ص ۱۰۰۶ ج ۲، ص ۱۰۰۸ ج ۲، صحیح مسلم ص ۶۶ ج ۲، ابوداؤد ص ۶۰۸، ترمذی، مسند احمد ص ۲۸۶ ج ۲، ابن ماجہ ص ۱۸۶۔

۴۔ حدیث ابن عباسؓ : صحیح بخاری ص ۱۰۰۸ ج ۲، صحیح مسلم ص ۶۶ ج ۲، ابوداؤد ص ۶۰۷، مسند احمد ص ۲۴۹ ج ۱

۵۔ حدیث جابر بن سمرہؓ : صحیح مسلم ص ۶۶ ج ۲، ابوداؤد ص ۶۰۷، مسند احمد ص ۹۱ ج ۵/ ۹۵/ ۹۹/ ۱۰۳/ ۱۰۸

۶۔ حدیث ابوسعید خدریؓ : صحیح مسلم ص ۶۷ ج ۲، ابوداؤد ص ۶۰۸، مسند احمد ص ۲ ج ۳۔

۷۔ حدیث ابوبکرہؓ : ابوداؤد ص ۶۱۰، مسند احمد ص ۸۶ ج ۵۔

۸۔ حدیث نعیم بن ہزالؓ : ابوداؤد ص ۶۰۶، مسند احمد ص ۲۱۷ ج ۵، موطا امام مالک ص ۳۴۸۔

۹۔ حدیث ابوذرؓ : مسند احمد ص ۱۷۹ ج ۵۔

۱۰۔ حدیث ابوبکرؓ : مسند احمد ص ۸ ج ۱، مجمع الزوائد ص ۲۶۶ ج ۵

۱۱۔ حدیث نصر بن دہرؓ : مسند احمد ص ۴۳۱ ج ۳۔

۱۲۔ حدیث ابوامامہؓ بن سہل بن حنیف : (عبدالرزاق ص ۳۲۱ ج ۷)

۱۳۔ حدیث عطاء بن ابی رباح مرسلاً : (عبدالرزاق ص ۳۱۹ ج ۷)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۴ - حدیث طاؤس (مرسلاً) (عبدالرزاق ص۳۲۰ ج۷)
۱۵ - حدیث حمید بن ہلال (مرسلاً) (" ص۳۲۱ ج۷)
۱۶ - حدیث عکرمہ (") (" ص۳۲۱ ج۷)
۱۷ - حدیث مجاہد (") (" ص۳۲۲ ج۷)
۱۸ - حدیث عبداللہ بن دینار (") (" ص۳۲۳ ج۷)
۱۹ - حدیث سعید بن مسیب (") (" ص۳۲۳ ج۷ ، موطا امام مالک ص۳۴۷ ۔

حدیث الغامدیہ :

نیز آپؐ نے قبیلۂ غامد (جو جُہینہ کی ایک شاخ ہے) کی ایک خاتون پر بھی (وضع حمل کے بعد) سزائے رجم جاری فرمائی ۔ اس کے لئے مندرجہ ذیل احادیث دیکھی جائیں :

۱ - حدیث عمران بن حُصین رضی اللہ عنہ (صحیح مسلم ص۶۸ ج۲ ، ابوداؤد ص۶۰۹ ، مسند احمد ص۴۲۹ ج۴ ، و ص۴۳۵ ج۴ و ص۴۳۷ ج۴ ، ابن ماجہ ص۱۸۷)
۲ - حدیث بریدہؓ (صحیح مسلم ص۶۷ ج۲ /۶۸ ، ابوداؤد ص۶۰۸ ، مسند احمد ص۳۴۸ ج۵ ؛
۳ - حدیث ابوبکرہؓ (مسند احمد ص۴۳ ج۵ ، ابوداؤد ص۶۱۰)
۴ - حدیث عبداللہ بن ابی ملیکہ مرسلاً (موطا امام مالک ص۳۴۸)

متفرق احادیث :

۱ - حدیث علیؓ :-

عن الشعبی یحدث عن علی	"حضرت شعبی حضرت علی کرم اللہ وجہہ
رضی اللہ عنہ حین رجم	سے روایت سے کرتے ہیں کہ جب
المرأۃ یوم الجمعۃ قال	انہوں نے جمعہ کے دن ایک عورت
رجمتھا بسنۃ رسول اللہ	کو رجم کیا تو فرمایا میں نے اسے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وسلم۔
(صحیح بخاری ص ۱۰۰۶ ج ۲، مسند احمد ص ۱۲۱ ج ۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق رجم کیا ہے۔"

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

۲۔ حدیث انس رضی اللہ عنہ:

عن انس رضی اللہ عنہ قال رجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما وامرھما سنۃ.
رواہ ابویعلی ورجالہ ثقات.
(مجمع الزوائد ص ۲۶۴ ج ۶، المطالب العالیہ ص ۱۱۶ ج ۲ حدیث ۱۸۱۲)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رجم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے، اور ان کا حکم بھی سنت ہے۔"

۳۔ حدیث عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ:

عن الشیبانی قال سالتُ عبداللہ بن ابی اوفیٰ ھل رجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم قال نعم، قلتُ: قبل سورۃ النور او بعدُ. قال لاادری۔
(صحیح بخاری ص ۱۰۰۶ ج ۲، صحیح مسلم ص ۷۰ ج ۲، مسند احمد ص ۳۵۵ ج ۴)

"شیبانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا؟ فرمایا، ہاں! میں نے کہا، سورۂ نور سے پہلے یا بعد؟ فرمایا مجھے خبر نہیں۔"

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۴ - حدیث نعمان بن بشیرؓ :

عن حبیب بن سالم قال أُتِیَ النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ برجل غشی جاریۃ امرأتہ فقال لا اقضی فیھا الا بقضاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم . قال ان کانت احلتھا لہ جلدتہ مائۃ . وان لم تکن اذنت لہ رجمتہ (ابو داؤد ص ۶۱۲ ج ۲، ابن ماجہ ص ۱۸۶)

"حبیب بن سالم کہتے ہیں کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے اپنی بیوی کی باندی سے صحبت کی تھی۔ تو فرمایا کہ میں اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے سوا کوئی فیصلہ نہیں کروں گا۔ فرمایا اگر عورت نے یہ باندی اس کے لئے حلال کر دی تھی تو میں اس کے سو کوڑے لگاؤں گا، اور اگر اس نے اس کو اجازت نہیں دی تھی میں اس کو رجم کروں گا"[1]

۵ - حدیث وائل بن حجرؓ :

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے ایک واقعہ مروی ہے کہ ایک خاتون نماز کے لئے آ رہی تھی کسی نے اس سے زبردستی فعل حرام کر لیا۔ عورت کے شور مچانے پر ایک شخص کو پکڑ لیا گیا۔ عورت نے سمجھا کہ یہی مجرم ہے۔ لیکن وہ واقعۃً مجرم نہیں تھا۔ اصل مجرم نے جب دیکھا کہ ایک بے گناہ پر سزا جاری ہو جائے گی تو اس نے اپنے آپ کو بارگاہِ رسالت میں پیش کرتے ہوئے

---

[1] ابو داؤد کے حاشیہ میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے نقل کیا ہے کہ فقہاء کا قول ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کی باندی سے صحبت کرے اگر وہ شبہ کی وجہ سے اس کو حلال تصور کرتا ہو تو حد جاری نہیں ہو گی۔ ورنہ زانی محصن کی حد اس پر جاری ہو گی۔ حدیث میں بیوی کے حلال کرنے یا نہ کرنے کی جو دو صورتیں ذکر کی گئی ہیں وہ اسی حلال سمجھنے یا نہ سمجھنے کی تائید کے لئے ہیں اور سو کوڑوں سزا بطور تعزیر کے ہے بطور حد کے نہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہا کہ قصور وار یہ نہیں۔ بلکہ میں ہوں۔

فقال لها اذهبی. فقد غفر الله لك. وقال للرجل قولاً حسناً وقال للرجل الذی وقع علیها ارجموه، و قال لقد تاب توبة لو تابها اهل المدینة لقبل منهم. (رواه ابوداود والترمذی. مشکوٰة ص۳۱۱ وقال الترمذی ص۱۷۵ ج۱ هذا حدیث حسن غریب صحیح)[1]	"پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت سے فرمایا، جا! اللہ نے تیری بخشش کر دی۔ اور پہلے آدمی کے بارے میں اچھے الفاظ فرمائے۔ اور مجرم کے بارے میں فرمایا کہ اسے رجم کرو۔ اور فرمایا اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اہل مدینہ ایسی توبہ کر لیتے تو ان سے قبول کر لی جاتی۔
	" " " " "
	" " " " "

۶۔ حدیث جابرؓ:

عن جابر رضی الله عنه ان رجلاً زنی بامرأة فامر به رسول الله صلی الله علیه وسلم فجلد الحد ثم اخبر انه محصن فامر به فرجم (ابوداود ص۶۰۹)	"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کسی عورت سے زنا کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوڑے لگانے کا حکم فرمایا۔ پھر آپ کو بتایا گیا کہ یہ شادی شدہ ہے، تو رجم کرنے کا حکم فرمایا۔"

---

[1] مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث مختصر نقل ہوئی ہے جس سے مضمون کے سمجھنے میں الجھن پیدا ہوتی ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۷۔ حدیث لجلاج رضؓ :

حضرت لجلاج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بازار میں بیٹھا کام کررہا تھا۔ کہ ایک عورت بچے کو اٹھائے ہوئے گذری۔ لوگ اس کے ساتھ ہوئے۔ میں بھی ان میں شریک تھا، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچی۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ اس بچے کا باپ کون ہے عورت خاموش رہی۔ ایک نوجوان نے کہا، یارسول اللہ! میں اس کا باپ ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے پھر سوال کیا۔ نوجوان نے پھر کہا، یارسول اللہ! میں اس کا باپ ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے تحقیق فرمائی (کہ اس کو جنون تو نہیں) عرض کیا گیا) یہ تندرست ہے۔ آپؐ نے اس نوجوان سے فرمایا کہ کیا تم شادی شدہ ہو۔ اس نے اثبات میں جواب دیا،

فامر به فرجم (ابوداود ج۲ ص۲۵۱، مسند احمد ج۳ ص۴۷۹) "پس وہ آپؐ کے حکم سے رجم کیا گیا"

۸۔ ایک مبہم صحابی کی حدیث :

عن عبد العزيز بن عبد الله بن عمر والقرشي قال حدثني من شهد النبي صلى الله عليه وسلم وامر برجم رجل بين مكة والمدينة. فلما اصابته الحجارة فر فبلغ ذلك النبي صلى الله عليه وسلم قال فهلا تركتموه.	"عبدالعزیز بن عبداللہ القرشی کہتے ہیں کہ مجھ کو ایک ایسے صاحب نے یہ حدیث بیان کی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت موجود تھے۔ جبکہ آپؐ نے مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک شخص کے رجم کا حکم فرمایا۔ پس جب اس کو پتھر لگے تو بھاگا۔ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپؐ نے فرمایا تم نے اس کو چھوڑ کیوں نہ دیا (کہ شاید وہ اپنے اقرار سے رجوع کرلیتا، اور اس سے حد ساقط ہوجاتی"

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ وہ احادیث ہیں جن میں صراحتہً شادی شدہ (محصن) زانی کی سزا رجم (سنگساری) نقل کی گئی ہے۔ اور اسے جن صحابہ کرام نے نقل کیا ہے۔ ان کے اسماء گرامی کی فہرست پر نظر ڈال لینا مناسب ہوگا۔

(۱) حضرت ابوبکر (۲) حضرت عمر (۳) حضرت عثمان (۴) حضرت علی۔
(۵) حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ (۶) حضرت عبداللہ بن مسعود (۷) حضرت جابر
(۸) حضرت ابوہریرہ (۹) حضرت بریدہ (۱۰) حضرت ابن عباس (۱۱) حضرت جابر بن سمرہ
(۱۲) حضرت ابوسعید خدری (۱۳) حضرت ابوبکرہ (۱۴) حضرت ابوذر (۱۵) حضرت نصر بن دہر
(۱۶) حضرت ہزال (۱۷) حضرت عمران بن حصین (۱۸) حضرت انس بن مالک (۱۹) حضرت عبادہ بن صامت
(۲۰) حضرت نعمان بن بشیر (۲۱) حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ (۲۲) حضرت وائل بن حجر (۲۳) حضرت لجلاج
(۲۴) حضرت ابوامامہ سہل بن حنیف۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ان احادیث کے علاوہ متعدد احادیث ایسی ہیں جن میں زانی کی سزا جلد (کوڑے لگانے) کو اس کے غیر محصن (غیر شادی شدہ) ہونے کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ اگر زنا کا مرتکب شادی شدہ ہو تو اس کی سزا جلد (کوڑے لگانا) نہیں۔

اُدھر تمام احادیث کو بنظر مجموعی دیکھنے کے بعد اس امر میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہ جاتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زانی محصن (شادی شدہ) کی "حد" رجم ارشاد فرمائی ہے۔ اور دور نبویؐ کا ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جس میں آپؐ نے ایسے مجرم کو سنگسار کرنے کا حکم نہ فرمایا ہو۔ اس تواتر کے بعد جو شخص سزائے رجم کا انکار کرتا ہے وہ یا تو ——— خارجیوں کی طرح ——— ان متواتر احادیث سے جاہل ہے۔ یا وہ ملحد و زندیق ہے جس کے نزدیک نعوذ باللہ اسلامی متواترات بھی مشکوک ہیں۔

اجماع صحابہؓ

کسی مسئلہ پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا اجماع و اتفاق قطعی حجت ہے۔ اور جو شخص

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کرام کے اجماع کو ترک کرتا ہے وہ قرآن کی اس آیت کا مصداق ہے :

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ	" اور جو شخص مخالفت کرے رسول
بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى	(صلی اللہ علیہ وسلم) کی ، بعد اس
وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ	کے کہ کھل چکا اس کے سامنے راستہ ۔
نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ	اور چلے مومنوں کا راستہ چھوڑ کر ۔
جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا	ہم اس کو پھیر دیں گے جدھر پھرتا ہے
(النساء)	اور اسے جھونک دیں گے جہنم میں ۔ اور
	بہت بری ہے وہ لوٹنے کی جگہ "

رجم کے مسئلہ پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع اس سے واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات خلفاء راشدین ابو بکر صدیق ، عمر فاروق ، عثمان بن عفان اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم نے سزائے رجم جاری فرمائی [1] اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو " حد من حدود اللہ " فرمایا ۔ اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا جس میں آپ نے زانی محصن کے لئے سزائے رجم تجویز نہ فرمائی ہو ۔ اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں ایک صحابی کا نام بھی نہیں ملتا جس نے زانی محصن کے لئے رجم کے سوا کوئی اور سزا تجویز فرمائی ہو ۔

اجماع امت

ظاہر ہے کہ جس سزا پر قرآن ناطق ہو ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث متواتر ہوں ۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع ہو اس میں کسی سچے مسلمان کو

---

[1] حضرت ابو بکر ، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے " حد رجم " جاری کرنے کے حوالے اوپر گذر چکے ہیں ، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سزائے رجم جاری کرنے کا واقعہ مؤطا امام مالک ص ۳۴۹ اور مصنف عبدالرزاق ص ۳۵۱ ج ۷ میں ہے ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اختلاف کی گنجائش کب ہو سکتی ہے، چنانچہ حضرات صحابہ کرام سے لیکر آج تک تمام علمائے امت اس پر متفق ہیں کہ زانی محصن کی سزا رجم (سنگساری) ہے۔ اس سلسلہ میں چند حوالے نقل کئے جاتے ہیں:

۱۔ امام محمدؒ موطا (باب الرجم) میں رجم کی احادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قال محمد. وبهذا كله نأخذ. ايما رجل حر مسلم زنى بامرأة وقد تزوج قبل ذلك حرة مسلمة وجامعها ففيه الرجم. وهذا هو المحصن .... وهذا قول ابي حنيفة رحمه الله و العامة من فقهائنا (ص ۳۰۵)	"ہم ان تمام احادیث پر عمل کرتے ہیں جس آزاد مسلمان آدمی نے کسی عورت سے زنا کیا ہو۔ اور وہ اس سے پہلے کسی آزاد مسلمان عورت سے شادی کر کے اس سے صحبت کر چکا تھا۔ تو اس پر رجم ہے۔ اور یہی محصن ہے (جس کی حد رجم ہے) ... اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ہمارے تمام فقہاء کا قول ہے۔"

اور "ھدایہ" میں ہے:

۲۔ واذا وجب الحد وكان الزاني محصنا رجمه بالحجارة حتى يموت ... وعلى هذا اجماع الصحابة (ہدایہ مع فتح القدير ص ۱۲ ج ۵)	"اور جب حد واجب ہو جائے اور زانی شادی شدہ ہو تو اس کو سنگسار کرے یہاں تک کہ وہ مر جائے .... اور اس پر صحابہؓ کا اجماع ہے۔"

۳۔ شیخ ابن ہمامؒ اس پر لکھتے ہیں:

عليه اجماع الصحابة ومن تقدم من علماء المسلمين (حوالہ بالا)	"حد رجم پر صحابہؓ کا اور تمام پیش رو علماء اسلام کا اجماع ہے۔"

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۴ـ امام محی الدین النووی الشافعی شرح مسلم میں لکھتے ہیں :

واجمع العلماء علی وجوب جلد الزانی البکر مائة ورجم المحصن وهو الثیب ولم یخالف فی هذا احد من اهل القبلة الا ما حکی القاضی وغیره عن الخوارج وبعض المعتزلة کالنظام واصحابه (ص ۶۵ ج ۲)	"اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ غیر شادی شدہ زانی کو سو کوڑے لگانا، اور شادی شدہ محصن کو رجم کرنا واجب ہے۔ اور اس مسئلہ میں اہل قبلہ میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ سوائے اس کے جو قاضی عیاض وغیرہ نے خوارج اور نظام معتزلی اور اس کے مقلدین سے نقل کیا ہے۔"

۵ـ موفق ابن قدامہ المقدسی الحنبلی "المغنی" میں لکھتے ہیں :

وجوب الرجم علی الزانی المحصن رجلاً کان او امرأةً۔ وهذا قول عامة اهل العلم من الصحابة والتابعین ومن بعدهم من علماء الامصار فی جمیع الاعصار۔ ولا نعلم فیه مخالفاً الا الخوارج (ص ۱۵۷ ج ۷)	"شادی شدہ زانی پر ــــ خواہ مرد ہو یا عورت ــــ رجم کا واجب ہونا عام اہل علم کا قول ہے یعنی صحابہؓ تابعین اور ان کے بعد کے تمام زمانوں کے اور تمام ملکوں کے اہل علم کا۔ اور اس مسئلہ میں خارجیوں کے سوا کسی کی مخالفت ہمیں معلوم نہیں۔"

۶ـ امام ابو محمد علی ابن حزم الظاہری "المحلی" میں لکھتے ہیں :

وجدنا الناس قد اجمعوا علی ان الحر الزانی والحرة	"تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ آزاد مرد یا عورت جب زنا کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الزانية اذا كانا غير محصنين فانّ حدّهما مائة جلدة .... ثمّ اتفقوا كلهم حاش من لايعتد به بلاخلاف وليس هم عندنا من المسلمين فقالوا ان على الحرّ والحرّة اذا زنيا وهما محصنان الرجم حتى يموتا (ص ۲۳۱ ج ۱۱)

مرتکب ہوں اور وہ شادی شدہ نہ ہوں تو ان کی حدّ سو کوڑے ہیں... پھر تمام مسلمانوں کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ آزاد مرد و عورت جب زنا کے مرتکب ہوں۔ اور وہ شادی شدہ محصن ہوں تو ان پر رجم ہے یہاں تک کہ وہ مر جائیں۔ اس اجماع سے وہ لوگ خارج ہیں جن کا بالاتفاق کوئی اعتبار نہیں۔ اور جو ہمارے نزدیک مسلمان ہی نہیں۔"

۷ ـ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں " باب رجم المحصن " کے تحت لکھتے ہیں:

قال ابن بطّال اجمع الصحابة وائمة الامصار على انّ المحصن اذا زنى عامداً عالماً مختاراً فعليه الرجم. ودفع ذلك الخوارج وبعض المعتزلة (ص ۱۱۸ ج ۱۲)

"ابن بطّال فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ اور ائمہ امصار کا اس پر اجماع ہے کہ شادی شدہ جب جانتے بوجھتے بغیر جبر و اکراہ کے زنا کرے تو اس پر رجم ہے۔ اور خوارج اور بعض معتزلہ نے اس کو ٹالنے کی کوشش کی ہے۔"

۸ ـ حافظ ابوالولید ابن رُشد القرطبی المالکی " بدایۃ المجتہد " میں لکھتے ہیں:

فاما الثيب الاحرار المحصنون فانّ المسلمين اجمعوا على ان حدّهم الرجم الّا فرقة

"لیکن شادی شدہ آزاد مسلمان (اگر زنا کے مرتکب ہوں) تو تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

من اھل الاھواء (ص ۱۲۶ ج ۲) کی حد رجم ہے سوائے ایک گمراہ فرقے کے۔"

۹۔ موفق ابن قدامہ "المغنی" میں لکھتے ہیں :

معنی الرجم ان یرمی بالحجارۃ وغیرھا حتی یقتل بذالک قال ابن المنذر اجمع اھل العلم علی ان المرجوم یدام علیہ الرجم حتی یموت (ص ۱۵۸ ج ۸)

"رجم کے معنی یہ ہیں کہ پتھر وغیرہ برسائے جائیں یہاں تک کہ وہ اس سے قتل ہو جائے ابن المنذر فرماتے ہیں کہ اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ مرجوم پر اس کے مرنے تک سنگساری جاری رکھی جائے گی۔"

۱۰۔ علامہ ابی مالکی شارح مسلم لکھتے ہیں :

قلت عامۃ المسلمین علی ان حد الزانی المحصن الرجم. وانکرہ من لا یعتد بہ من المبتدعۃ. (اکمال اکمال المعلم ص ۴۴۸ ج ۴)

"میں کہتا ہوں عام مسلمان اس پر ہیں کہ شادی شدہ زانی کی حد رجم ہے۔ اور اس کا انکار ان گمراہ مبتدعین نے کیا ہے جن کا کوئی اعتبار نہیں۔"

۱۲۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی "رحمۃ الامۃ" میں لکھتے ہیں :

اتفق الائمۃ علی ان الزنا فاحشۃ عظیمۃ توجب الحد وانہ یختلف باختلاف الزناۃ۔ لان الزانی تارۃً تکون بکراً وتارۃ ثیباً وھو المحصن ..... فمن کملت فیہ شرائط

"تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ زنا بدترین بے حیائی ہے جو موجب حد ہے۔ اور یہ حد زانیوں کے اعتبار سے مختلف ہے۔ کیونکہ زانی کبھی غیر شادی شدہ ہوتا ہے اور کبھی شادی شدہ محصن ہوتا ہے ..... پس جس شخص میں محصن ہونے کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الاحصان. فزنی بامرأة قد
کملت فیها شرائط الاحصان.
بأن کانت حرةً بالغةً عاقلةً
مدخولاً بها فی نکاحٍ صحیحٍ
وهی مسلمة فهما زانیان
محصنان بالاجماع. علیهما
الرجم حتی یموتا.
(برحاشیہ میزان شعرانی
ص ۱۴۲ / ج ۲)

شرطیں پورے طور پر پائی جائیں، و
ایک ایسی عورت سے زنا کرے کہ
اس میں محصن ہونے کی شرطیں پائی
جاتی تھیں۔ کہ وہ مسلمان، آزاد، عاقل،
بالغ تھی۔ اور نکاح صحیح کے ساتھ
اپنے شوہر سے مقاربت کر چکی تھی۔ تو
یہ دونوں بالاجماع زانی محصن ہیں
ان پر سنگساری کی حد جاری ہوگی،
یہاں تک کہ مرجائیں۔"

۱۲___ اور علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں:

وقد اجمع الصحابة رضی الله
تعالیٰ عنهم ومن تقدم من السلف
وعلماء الامة وائمة المسلمین علی ان
المحصن یرجم بالحجارة حتی یموت، و
انکار الخوارج ذلك باطل لانهم ان انکروا
حجیة اجماع الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم
فجهل مرکب وان انکروا وقوعه من
رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم
لانکارهم حجیة خبر الواحد فهو بعد
بطلانه بالدلیل لیس مما نحن فیه
لان ثبوت الرجم منه علیه الصلوٰة
والسلام متواتر المعنیٰ کشجاعة علی
کرم الله تعالیٰ وجهه وجود حاتم

"صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اور ہمارے
پیشرو تمام سلف صالحین، علمائے امت
اور ائمہ اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ شادی
شدہ زانی کو سنگسار کیا جائیگا یہانتک کہ
وہ مرجائے۔ اور خارجیوں نے جو اس کا
انکار کیا ہے وہ محض باطل ہے۔ کیونکہ اگر
وہ اجماع صحابہؓ کے حجت ہونے کے منکر
ہیں تو یہ جہل مرکب ہے، اور اگر وہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے رجم کے ثبوت کے منکر
ہیں۔ اس بنیاد پر کہ وہ خبر واحد کو حجت
نہیں مانتے تو اول تو ان کا یہ موقف ہی
باطل ہے۔ علاوہ ازیں زیر بحث مسئلہ اخبار
آحاد سے متعلق نہیں۔ کیونکہ رجم کا ثبوت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

والآحاد فی تفاصیل صورہ وخصوصیاتہ وھم کسائر المسلمین یوجبون العمل بالمتواتر معنیً کالمتواتر لفظاً الا ان انحرافھم عن الصحابۃ والمسلمین وترک التردد الی علماء المسلمین والرواۃ اوقعھم فی جہالات کثیرۃ لخفاء السمع عنھم والشھرۃ ۔ (روح المعانی ص ۹/۷۸ ج ۱۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معنیً متواتر ہے جس طرح کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شجاعت اور حاتم کی سخاوت کے واقعات متواتر ہیں ۔ اگرچہ ہر واقعہ کی تفصیلاً متواتر نہ ہوں اور عام مسلمانوں کی طرح خوارج بھی متواتر معنوی پر عمل کرنا اسی طرح ضروری سمجھتے ہیں جس طرح کہ متواتر لفظی کو واجب العمل سمجھتے ہیں ۔ مگر صحابہ کرامؓ اور عام مسلمانوں سے ان کے الگ تھلگ رہنے اور علماء مسلمین اور راویان حدیث کے پاس آمد و رفت نہ رکھنے کی وجہ سے خارجی لوگ بہت سی جہالتوں میں جا پڑے تھے کیونکہ دین کی باتیں ان کے کان میں نہ پڑیں اور مشہور مسائل کی شہرت ان سے مخفی رہی ۔

چونکہ زانی محصن کو رجم کرنا اسلام کا قطعی اجماعی مسئلہ ہے اس لئے صحابہ کرامؓ کے بعد حضرات تابعین اور ائمہ مجتہدین ، فقہاء و محدثین میں سے کسی سے بھی اس کے خلاف کوئی رائے منقول نہیں ۔ جیسا کہ مختلف فقہی مسالک کی کتابوں سے واضح ہے ۔

اہل تشیع کو اہل سنت سے ہزاروں مسائل میں اختلاف ہے لیکن زانی محصن کے رجم میں ان کو بھی اختلاف نہیں ۔ جیسا کہ علامہ کلینی کی " الکافی " اور ان کی دوسری کتب معتبرہ سے واضح ہے ۔ غور کرنا چاہیئے کہ اگر رجم اسلام کا کوئی مسئلہ نہیں تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے لیکر تمام علمائے امت ایک غلط مسئلہ پر نعوذ باللہ کیسے متفق ہو گئے ؟

رجم پر آسمانی مذاہب کا اجماع

زانی محصن کے رجم پر نہ صرف تمام اہل اسلام کا اتفاق و اجماع ہے ۔ بلکہ یہ کہنا صحیح ہے کہ اس پر آسمانی مذاہب کا اجماع ہے ۔ چونکہ بحکم فطرت صحیحہ ، زنا بدترین بےحیائی اور انسانیت سے خروج و انحراف ہے ، اس لئے تمام ادیان میں اس کی سزا شدید ترین

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تجویز کی گئی ہے ۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توریت میں ـــــ جس پر یہود و نصاریٰ دونوں متفق ہیں ـــــ زنا کی سزا رجم اور قتل تجویز کی گئی ہے۔ اور قرآن کریم نے توریت کا حوالہ دے کر اس کو "حکم اللہ" قرار دیا ہے :

وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ	"اور وہ آپؐ کو کیسے منصف بنا
التَّوْرَاةُ ، فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ	سکتے ہیں، حالانکہ ان کے پاس توریت
(المائدہ ۵ : ۴۳)	ہے ۔ جس میں "اللہ کا حکم" موجود ہے"

جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا یہ آیت (اور اس کے ماقبل و مابعد کی آیات) یہود کے مقدمۂ زنا سے متعلق ہیں ، موجودہ بائیبل میں بھی ـــــ اس کی تحریف کے باوجود ـــــ رجم کا حکم موجود ہے ۔ کتاب استثناء میں ہے :

"پر اگر یہ بات سچ ہو کہ لڑکی میں کنوارے پن کے نشان نہیں پائے گئے تو وہ اس لڑکی کو اس کے باپ کے گھر کے دروازہ پر نکال لائیں ۔ اور اس شہر کے لوگ اسے سنگسار کریں کہ وہ مر جائے ۔ کیونکہ اس نے اسرائیل کے درمیان شرارت کی کہ اپنے باپ کے گھر میں فاحشہ پن کیا ۔ یوں تُو ایسی بُرائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا۔

اگر کوئی مرد کسی شوہر والی عورت سے زنا کرتے پکڑا جائے تو وہ دونوں مار ڈالے جائیں ۔ یعنی وہ مرد بھی جس نے اُس عورت سے صحبت کی اور وہ عورت بھی ۔ یوں تُو اسرائیل میں ایسی بُرائی کو دفع کرنا ۔

اگر کوئی کنواری لڑکی کسی شخص سے منسوب کی گئی ہو ۔ اور دوسرا آدمی اسے شہر میں پا کر صحبت کرے تو تم اُن دونوں کو اس شہر کے پھاٹک پر نکال لانا اور ان کو تم سنگسار کر دینا کہ وہ مر جائیں ۔ لڑکی کو اس لئے کہ وہ شہر میں ہوتے ہوئے نہیں چلائی اور مرد کو اس لئے کہ اس نے اپنے ہمسایہ کی بیوی کو بے حرمت کیا ۔ یوں تُو ایسی بُرائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا" (استثناء باب ۲۲ فقرات ۲۰ تا ۲۴)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ توریت میں ہر زانی کی سزا رجم تھی ۔ خواہ وہ کنوارہ ہو یا شادی شدہ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شریعت اسلام میں اس میں اتنی ترمیم کر دی کہ کنوارے کے لیے سو کوڑے تجویز کئے۔ اور شادی شدہ کی سزائے رجم کو "حکم اللہ" کہکر بحال رکھا۔

حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ "حجۃ اللہ البالغہ" میں لکھتے ہیں:

واعلم انہ کان من شریعۃ من قبلنا القصاص فی القتل. والرجم فی الزنا. والقطع فی السرقۃ. فھذہ الثلاثۃ کانت متوارثۃ فی الشرائع السماویۃ. واطبق علیھا جماھیر الانبیاء والامم. ومثل ھذا یجب ان یؤخذ علیہ بالنواجذ. ولا یترک. ولکن الشریعۃ المصطفویۃ تصرفت فیھا بنوع آخر. فجعلت مزجرۃ کل واحد علی طبقتین. احدھما الشدیدۃ البالغۃ اقصی المبالغ. ومن حقھا ان تجعل فی المعصیۃ الشدیدۃ. والثانیۃ دونھا. ومن حقھا ان تجعل فیما کانت المعصیۃ دونھا. ففی القتل القود والدیۃ.

"جاننا چاہیئے کہ ہم سے پہلے لوگوں کی شریعت میں قتل میں قصاص تھا۔ زنا میں رجم۔ اور چوری میں ہاتھ کاٹنا۔ پس یہ تین چیزیں آسمانی شریعتوں میں متواتر چلی آتی تھیں۔ اور جمہور انبیاءؑ و امتوں کا اس پر اتفاق رہا۔ جو چیز ایسی ہو لازم ہے کہ اسے ہرگز نہ چھوڑا جائے بلکہ دانتوں سے مضبوط پکڑ لیا جائے۔ لیکن شریعت مصطفویہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) نے ان سزاؤں میں ایک اور طریقے سے تصرف کیا۔ کہ ہر سزا کے دو درجے قرار دئے۔ ایک نہایت سخت جو شدت اور سختی میں آخری نقطہ کو پہنچی ہوئی ہو۔ ایسی سزا کا حق یہ ہے کہ وہ شدید ترین معصیت میں دی جائے۔ دوسری اس سے کم درجہ کی سزا۔ اور اس کا حق یہ ہے کہ وہ کم تر درجہ کے جرم میں جاری کی جائے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

والاصل فيه قوله تعالى "ذلك تخفيف من ربكم" قال ابن عباس رضي الله عنهما كان فيهم القصاص ولم يكن الدية. وفي الزنا الجلد. وكان اليهود لما ذهبت شوكتهم. ولم يقدروا على الرجم ابتدعوا التجبية والتحميم. فصار ذلك تحريفا لشريعتهم. فجمعت لنا بين شريعتي من قبلنا السماوية والابتداعية وذلك غاية رحمة الله بالنسبة الينا. الخ (ص ۱۵۸ / ج ۲)

چنانچہ قتل (عمد) میں قصاص اور (قتل خطا میں) دیت رکھی۔ اس کی دلیل حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے: "یہ آسانی ہے تمہارے رب کی جانب سے" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "پہلی امتوں میں قصاص تھا دیت نہیں تھی" اور زنا میں (رجم کے علاوہ) جلد کو بھی رکھا۔ اور جب یہودیوں کی شوکت جاتی رہی تھی اور وہ رجم پر قادر نہ رہے تو انہوں نے مجرم کا منہ کالا کرکے گدھے پر سوار کرنے کی بدعت ایجاد کی۔ پس یہ ان کا اپنی شریعت میں تحریف کرنا تھا۔ ہمارے لئے پہلوں کی آسمانی اور ابتدائی دونوں شریعتوں کو جمع کردیا گیا۔ (اور حکم دیا گیا کہ زانی محصن کو سنگسار کیا جائے اور غیر محصن کو کوڑے لگائے جائیں) یہ ہم پر حق تعالیٰ شانہٗ کی انتہائی رحمت تھی۔"

حضرت شاہ صاحبؒ کے اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ رجم، جماہیر انبیاء کرام علیہم السلام اور امم سابقہ کا اجماعی مسئلہ اور آسمانی مذاہب کا متوارث و متواتر قانون چلا آرہا تھا ہماری شریعت نے اس میں ـــــ غایت رحمت کی بنا پر ـــــ یہ ترمیم فرمائی کہ انتہائی سنگین جرم میں رجم کو باقی رکھا۔ جب کہ مجرم شادی شدہ ہو۔ اور اس سے کم تر درجہ کے جرم میں سو کوڑے تجویز فرمائے۔ جب کہ مجرم غیر شادی شدہ ہو۔ یہیں سے یہ حکمت بھی سمجھ میں آجاتی ہے کہ زانی محصن کی سزا چونکہ تمام آسمانی مذاہب میں متوارث و متواتر چلی آتی تھی اس لئے اس کی تصریح کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ بلکہ اسے "حکم اللہ" کہہ کر برقرار رکھا گیا۔ اور کوڑے لگانے کی سزا تجویز کر کے شریعت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) نے گویا ایک نئی دفعہ کا اضافہ کیا تھا۔ اس لئے اس کو صراحۃً ذکر کیا گیا ــــــ واللہ اعلم۔

منکرینِ رجم کا حکم

اوپر کے مباحث سے معلوم ہو چکا کہ رجم کا مسئلہ اجمالاً قرآن سے اور تفصیلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت متواترہ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اجماع قطعی سے ثابت ہے۔ اور قرناً بعد قرنٍ مشرق و مغرب کے تمام ائمہ ہدیٰ اور اہل علم اس پر متفق رہے ہیں۔ ایسے قطعی اور متواتر امور کا انکار خروج از ملت کا موجب ہے۔ کیونکہ منکر کے قول کو صحیح تسلیم کرنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہم نعوذ باللہ صحابہ کرامؓ سے لیکر چودہ صدیوں کی پوری امت کو گمراہ اور راہِ حق سے بھٹکی ہوئی تصور کریں، اجماع صحابہؓ اور امت کے تعامل و توارث کے خلاف کسی شخص کی تاویل قابل التفات نہیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ "مسوّیٰ شرح مؤطا" میں لکھتے ہیں:

وان اعترف به ظاهراً لكنه يفسر بعض ما ثبت من الدين ضرورة بخلاف ما فسره الصحابة والتابعون واجمعت عليه الامة فهو الزنديق.	"اور اگر کوئی بظاہر دین کا اقرار کرتا ہے لیکن دین کی جو باتیں بداہت و قطعیت سے ثابت ہیں ان میں سے کسی چیز کی تفسیر صحابہ و تابعین کی تفسیر اور اجماع امت کے خلاف کرتا ہے تو ایسا شخص زندیق ہے"۔

× × × × ×

چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں:۔

ثم التاويل تاويلان. تاويل لا يخالف قاطعاً من الكتاب والسنة واتفاق الامة.	"پھر تاویل دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک وہ تاویل جو کتاب و سنت اور اتفاق امت کی کسی قطعی دلیل کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وتاویل یصادم ماثبت بقاطع . فذلك الزندقة.	خلاف نہ ہو . اور دوسری وہ تاویل جو کسی ایسی چیز سے ٹکرائے جو دلیل قطعی سے ثابت ہے . ایسی تاویل زندقہ ہے ؟

تاویل فاسد کی چند مثالیں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں :

فذلك هو الزنديق . وقد اتفق جماهير المتاخرين من الحنفية والشافعية على قتل من يجرى هذا المجرى . (مسوّیٰ مع مصفّیٰ ص ۱۳۰ ج ۲)	"پس جو شخص ایسی تاویلیں کرے وہ زندیق ہے اور جمہور متاخرین حنفیہ وشافعیہ[۱] اس پر متفق ہیں کہ جو اس راہ پر چلے وہ واجب القتل ہے"

اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اپنے فتاویٰ میں صحابہ وتابعین کے فہم کو معیار حق و باطل قرار دے کر اس کے خلاف تاویلات کرنے والوں کی گمراہی کے درجات بیان فرماتے ہیں ، طویل ہونے کے باوجود یہاں سوال وجواب کی پوری عبارت نقل کر دینا مناسب ہے :

"**سوال** :- زید در معنی حدیث شریف توجیہات واہیہ رکیکہ کہ مفضی بطرف انکار می شود می کند ہرچہ بموجب مسائل فقہی بروگناہ لازم می آید بیان فرمائید .

جواب : تفسیر قرآن وحدیث را اوّلاً علم صرف ونحو واشتقاق ولغت ومعانی وبیان وعلم فقہ واصول فقہ وعقائد یعنی علم کلام وعلم حدیث وآثار وتواریخ ضرور

---

[۱] مسوّیٰ میں شاہ صاحبؒ حنفیہ وشافعیہ ہی کا مسلک بالالتزام بیان فرماتے ہیں . ورنہ دیگر حضرات کے نزدیک بھی زنادقہ کا یہی حکم ہے . امام مالکؒ کا مقولہ مشہور ہے کہ " لا اقبل توبة الزنديق " یعنی میں زندیق کی توبہ بھی قبول نہیں کرتا . گویا زندیق کی حیثیت کھلے مرتد سے بھی بدتر ہے .

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

است بدون معرفت این علوم در آمدن در معانی قرآن وحدیث ہرگز جائز نہ و بعد ازین ہر صاحب مذہب تمسک بقرآن وحدیث می کند و در رفع شبہات مخالفین محتاج بتاویل میشود و تاویل قرآن وحدیث موافق مذہب خود حق می داند، و مخالف مذہب خود باطل، و میزان در معرفت حق و باطل فہم صحابہ و تابعین است، آنچہ این جماعت از تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم با نضمام قرائن حالی و مقالی فہمیدہ اند و دران تخطیہ ظاہر نکردہ واجب القبول است پس این صاحب توجیہات رکیکہ اگر از قبیل اول است تہدید و وعید در حق او بسیار است من فسر القرآن برأیہ فقد کفر من فسر القرآن برأیہ فلیتبوأ مقعدہ من النار و حال قرآن وحدیث یکسان ست کہ ہر دو مبنائی دین اند ولغت عرب مشتمل بر حقیقت و مجاز و ظاہر و مؤول و ناسخ و منسوخ است و اگر از فرقہ ثانی ست مبتدع است اگر بر خلاف قرن اول حمل میکند پس در بدعت او ملاحظہ باید نمود اگر مخالف ادلۂ قطعیہ ست یعنی نصوص متواترہ و اجماع قطعی است او را کافر باید شمرد و اگر مخالف ادلۂ ظنیہ قریبۃ الیقین است مانند اخبار مشہورہ و اجماع عرفی گمراہ توان فہمید دون الکفر والا از باب اختلاف امتی رحمۃ باید دانست چون تمیز این مراتب بعلم وافر تعلق دارد ظاہر آنست کہ اختراع کنندۂ این توجیہات از قبیل جاہلان است او را بلزوم واستحقاق جہنم وزجر و تشدید در امر معروف ونہی منکر ازین امر شنیع باز باید داشت و بر عوام الناس تاکید باید کرد کہ با و صحبت ندارند و سخن او را نشنوند و اگر از فرقۂ ثانی کسے باشد کہ مذہب معلوم است مانند روافض و خوارج و معتزلہ و مجسمہ قبح مذہب او بر مردمان آشکار باید کرد و اگر گمراہی خود را در پردۂ اہل حق وامی نماید توجیہات او باین جانب باید نوشت تا حکم آنرا ارقام نمودہ آید۔ والسلام"

(فتاوی عزیزی ص۱۵۶ مطبوعہ ۱۳۱۱ھ)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: "سوال: زید حدیث شریف کے معنی میں رکیک اور بودی تاویلیں، جو انکار کی طرف مفضی ہیں، کرتا ہے۔ فقہی مسائل کے مطابق اس پر جو گناہ لازم آتا ہو، بیان فرمایا جائے۔

جواب: قرآن و حدیث کی تفسیر کے لئے سب سے پہلے یہ علوم ضروری ہیں۔ صرف، نحو، اشتقاق، لغت، معانی، بیان، علم فقہ، اصول فقہ، عقائد یعنی علم کلام، علم حدیث، صحابہؓ و تابعینؒ کے آثار اور تاریخ — ان علوم کی معرفت کے بغیر قرآن و حدیث کے معانی بیان کرنے کی جرأت کرنا ہرگز جائز نہیں۔

اس کے بعد ہر صاحب مذہب قرآن و حدیث سے تمسک کرتا ہے اور مخالفین کے شبہات کو دفع کرنے کے لئے تاویل کا محتاج ہوتا ہے۔ اور اپنے مذہب کے مطابق قرآن و حدیث کی تاویل کو حق سمجھتا ہے۔ اور اپنے مذہب کے مخالف کی تاویل کو غلط۔

حق و باطل کی پہچان کی ترازو صحابہؓ و تابعینؒ کا فہم ہے۔ ان حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے قرائن حالی و مقالی کی مدد سے جو کچھ سمجھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے فہم کو غلط نہیں فرمایا وہ واجب القبول ہے۔ پس یہ شخص جو تاویلات رکیکہ کرتا ہے اگر از قبیل اول ہے (یعنی قرآن و حدیث کے لئے جو علوم ضروری ہیں ان سے جاہل ہے) تو اس کے حق میں بہت تہدید و وعید ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: "جس نے اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کی وہ کافر ہوا"۔ نیز ارشاد ہے: "جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی اُسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے"۔ اور قرآن و حدیث دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ کیونکہ دونوں دین کا مبنیٰ ہیں۔ اور لغت عرب حقیقت و مجاز، ظاہر و مؤوّل اور ناسخ و منسوخ پر مشتمل ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور اگر یہ شخص فرقۂ دوم میں سے ہے (یعنی علم کے باوجود غلط تاویلیں کرتا ہے) تو مبتدع ہے اگر قرن اول کے خلاف پر محمول کرتا ہے۔ پس اس کی بدعت پر غور کرنا چاہیئے۔ اگر وہ دلائل قطعیہ یعنی نصوص متواترہ اور اجماع قطعی کے خلاف ہے تو اس کو کافر شمار کرنا چاہیئے۔ اور اگر ادلۂ ظنیہ قریبۃ الیقین، مثلاً اخبار مشہورہ اور اجماع عرفی کے خلاف ہے تو اس کو کفر سے نیچے درجے کا گمراہ سمجھنا چاہیئے۔ ورنہ "اختلاف اُمتی رحمۃٌ" کے باب سے جاننا چاہیئے۔

چونکہ ان مراتب کی تمیز کے لئے علم وافر درکار ہے ظاہر یہ ہے کہ ان توجیہات رکیکہ کا اختراع کرنے والا جاہلوں کے طبقہ سے ہے، اس لئے اس کو جہنم کے استحقاق ولزوم کی وعید یاد دلاکر اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں سختی کرکے اس گھناؤنی حرکت سے باز رکھنا چاہیئے۔ اور عوام الناس کو تاکید کرنی چاہیئے کہ اس سے صحبت نہ رکھیں اور اس کی باتیں نہ سنیں۔

اور اگر اس کا تعلق کسی ایسے فرقہ سے ہے جس کا مذہب معلوم ہے۔ جیسے روافض، خوارج، معتزلہ اور مجسمہ، تو اس کے مذہب باطل کو لوگوں پر آشکارا کرنا چاہیئے۔

اور اگر وہ اپنی گمراہی کو اہل حق کے پردے میں ظاہر کرتا ہے تو اس کی توجیہات لکھکر ہمارے پاس بھیجدیں تاکہ اس کا حکم تحریر کیا جاسکے۔

والسلام

ان دونوں اکابر کی تصریح سے معلوم ہوا کہ صحابہ و تابعین کے فہم اور ائمہ ہدیٰ کے اجماع کے خلاف کسی کی تاویل لائق التفات نہیں۔ بلکہ یہ صریح الحاد وزندقہ اور کفر خالص ہے۔ چونکہ زانی محصن کا رجم سنت متواترۃ المعنیٰ اور صحابہؓ وتابعینؒ اور ائمہ ہدیٰ کے اجماع قطعی سے ثابت ہے اس لئے اس کا انکار صرف انہیں لوگوں نے کیا ہے جو ملحد وزندیق اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خارج از ملت تھے۔ چنانچہ اس کے سب سے پہلے منکر خارجی ہوئے، جن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

یقرءون القرآن لا یجاوز تراقیھم۔ یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ۔	"وہ قرآن پڑھیں گے۔ لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ اور وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے۔
فاینما لقیتموھم فاقتلوھم فان فی قتلھم اجراً لمن قتلھم یوم القیٰمۃ۔ (صحیح بخاری ۱۰۲۴/۲۲، صحیح مسلم ۳۴۱/۱۲)	پس تم جہاں بھی ان سے ملو انہیں قتل کرو۔ کیونکہ ان کے قتل کرنے میں قیامت کے دن اجر ہے اس شخص کے لئے جو ان کو قتل کرے۔"

اور ایک روایت میں ہے:

لئن ادرکتھم لاقتلنھم قتل عاد (صحیح مسلم ۳۴۱/۱۲)	"اگر میں ان لوگوں کو پاؤں تو انہیں قوم عاد کی طرح قتل کروں گا۔"

خوارج کے بعد رجم کا انکار نظام معتزلی اور اس کے پیروؤں کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ نظام معتزلی اپنے ملحدانہ عقائد و نظریات کی وجہ سے تاریخ کی بدنام ترین شخصیت ہے۔

دور جدید میں رجم کا انکار یا تو اُن منکرینِ حدیث نے کیا ہے جن کے نزدیک صرف یہی ایک مسئلہ نہیں، بلکہ ـــــ نعوذ باللہ ـــــ پورے کا پورا دین ہی عجمی سازش ہے۔ یا پھر نئی نبوت کے ماننے والے اس اقلیتی گروہ نے اس کا انکار کیا ہے، جو باجماع امت خارج از ملت ہے۔

الغرض کسی شخص کا اس مسئلہ سے منکر ہونا ہی اس کے متہم اور ملحد و زندیق ہونے کی دلیل ہے۔ اور بقول شخصے رجم کا منکر خود لائق رجم ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

منکرینِ رجم کے شبہات

مسئلہ رجم پر گفتگو اندازے سے زیادہ پھیل گئی ہے۔ لیکن بحث نامکمل رہے گی اگر منکرینِ رجم کے شبہات کا جائزہ نہ لیا جائے۔ اس موضوع پر قدیم وجدید ملاحدہ نے بہت کچھ لکھا ہے۔ مگر ماہنامہ فاران (دسمبر ۱۹۸۰ء) میں عمر احمد عثمانی نے ملاحدہ کی وکالت و ترجمانی زیادہ بہتر طریقہ سے کی ہے۔ اس لئے ہم اصل ہدف کے طور پر اس کو سامنے رکھیں گے۔ اور اسی ضمن میں دوسرے ملاحدہ کے شبہات کو بھی زیر بحث لائیں گے۔ واللہ الموفق۔

پہلا شبہ: خوارج سے لیکر دورِ جدید تک کے ملاحدہ کی طرف سے پہلا شبہ جو بار بار پیش کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ رجم کی سزا قرآن میں مذکور نہیں۔ اگر اسلام میں زانی محصن کی سزا رجم ہوتی تو قرآن میں اسے ذکر کیا جاتا ــــ لیکن میں تفصیل سے عرض کر چکا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ "أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا" (النسآء:۱۵) کی یہ تفسیر فرمائی ہے کہ زانی محصن کو رجم کیا جائے اور غیر محصن کو سو کوڑے لگائے جائیں، اور یہ تفسیر بھی محض اجتہاد سے نہیں بلکہ وحی الٰہی سے فرمائی، اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ سورۃ المائدہ کی آیات ۴۱ و مابعد یہودیوں کے مقدمۂ زنا کے بارے میں نازل ہوئیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے بڑی تاکید سے آپ کو رجم کا حکم فرمایا۔ اور پھر رجم کا یہ حکم صرف اسی ایک واقعہ کے ساتھ مخصوص نہیں تھا۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں زنا کے جتنے واقعات ہوئے ان سب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زانی محصن کو رجم ہی فرمایا۔ اور آپؐ کے بعد خلفائے راشدینؓ (حضرات ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، عمر بن عبدالعزیزؒ) سب نے اس پر عمل کیا ــــ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ نے اس حکم کو کتاب اللہ کا فیصلہ فرمایا۔ ان تمام امور کو سامنے رکھنے کے بعد ایک مسلمان کو تو پورا اطمینان ہو جاتا ہے کہ رجم کتاب اللہ کا فیصلہ ہے۔ اس سے انکار وہی کر سکتا ہے جو قرآن کریم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ اور پوری امت سے زیادہ سمجھنے کا دعویٰ رکھتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوسرا شبہ: خوارج اور ملاحدہ کی طرف سے یہ بات بھی بڑی شدّ ومدّ کے ساتھ کہی گئی ہے کہ زانی کی سزا قرآن کریم میں سو کوڑے ذکر کی گئی ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (سورۃ النور: ۲)	"زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد۔ ان میں سے ہر ایک کے سو کوڑے لگاؤ۔"

چونکہ آیت میں "اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي" کے الفاظ عام ہیں جو ہر زانی کو شامل ہیں۔ خواہ وہ محصن ہو یا غیر محصن، اس لیے اگر سُنّت سے زانیٔ محصن کے لیے سزائے رجم تجویز کی جائے تو کتاب اللہ کا نسخ لازم آتا ہے اور یہ جائز نہیں۔

یہ شبہ اس لئے غلط ہے کہ یہ آیت باجماع امت غیر شادی شدہ زانیوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ شادی شدہ زانیوں کا حکم اس آیت میں بیان نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اگر یہ آیت ہر زانی کو شامل ہوتی تو ناممکن تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک امت کا تعامل و توارث اس کے خلاف ہوتا۔ اور صحابہ و تابعین اور ائمہ دین میں سے ایک بھی عموم سے استدلال کرتے ہوئے زانیٔ محصن کے رجم کی نفی نہ کرتا۔ پس جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک امت کا تعامل و توارث زانیٔ محصن کے رجم پر چلا آرہا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ آیت زانیٔ غیر محصن کے ساتھ مخصوص ہے۔ ورنہ کیا عقل اس کو باور کرتی ہے کہ اس آیت کے عموم کو نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سمجھیں نہ صحابہ کرام خلفائے راشدینؓ نہ تابعینؒ۔ نہ ائمہ مجتہدینؒ اور نہ گذشتہ صدیوں کا کوئی عالم وفقیہ۔ آیت کا مطلب اگر سمجھیں تو دورِ جدید کے ملاحدہ و زنادقہ سمجھیں ــــ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا۔

مناسب ہوگا کہ میں اس نکتہ پر منکرینِ حدیث کے نفسِ ناطقہ اور ملاحدہ کے سب سے بڑے وکیل عمر احمد عثمانی کا حوالہ پیش کروں۔ موصوف اپنی کتاب "فقہ القرآن" میں لکھتے ہیں:

"دوسری اہم بات جو ہمیں اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے۔ وہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد مبارک سے لیکر آج تک عام مسلمانوں کا جو تعامل

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رہا ہے۔ اسلام نے اسے بھی بڑی اہمیت دی ہے۔ قرآن کریم نے اس متوارث تعامل کو سبیل المومنین کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ چنانچہ سورۂ نساء میں ارشاد خداوندی ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۔ (۴/۱۱۵)	"اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے، اس کے بعد کہ اس کے لئے ہدایت واضح ہو چکی۔ اور مومنین (مسلمانوں) کے طریقہ کے خلاف کسی دوسرے طریقہ کی اتباع کرے تو ہم اس کو اُدھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھر رہا ہے (یعنی جن کی راہ کی وہ پیروی کر رہا ہے ہم اسے ان ہی میں شامل کر دیں گے۔) اور اسے جہنم میں ڈال دیں گے اور بُری لوٹنے کی جگہ ہے۔"

اس آیت کریمہ میں سبیل المومنین کی پیروی کرنے کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ بشرطیکہ وہ ہدایت نبوی کے خلاف نہ ہو[1] اسی لئے ہم نے ابتدا میں عہد نبویؐ سے لے کر آج تک مسلمانوں کے تعامل کی شرط لگائی تھی۔ قبر پرستی، مزارات پر عرس، قوالی، وجد و حال، شب برأت کا چراغاں اور آتش بازی وغیرہ قسم کی خرافات بھی مسلمانوں کی اکثریت صدیوں سے کرتی چلی آ رہی ہے۔ مگر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ان خرافات کا کوئی

---

[1] موصوف قرآن کریم کے مدعا کو پانے سے قاصر رہے ہیں اس لئے انہوں نے "بشرطیکہ وہ ہدایت نبویؐ کے خلاف نہ ہو" کا پیوند لگانا ضروری سمجھا، قرآن کریم جس نکتہ پر زور دینا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ "نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ" کی وعید تو دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر ہے، لیکن کسی شخص کی روش کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہونا یا نہ ہونا اس کا معیار "سبیل المومنین" ہے یعنی جو شخص اہل ایمان کے راستہ (باقی صفحہ آئندہ پر)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سراغ نہیں ملتا۔ لہذا اسے سبیل المومنین نہیں کہا جا سکتا۔

ہمیں بتانا یہ ہے کہ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک جو مسلمانوں کا متوارث تعامل چلا آتا ہے۔ قرآن کریم کی رُو سے وہ حجت شرعی ہے۔ اور اس کی پیروی لازم ہے۔ اس کی پیروی نہ کرنے پر جہنم کی اخروی وعید کے علاوہ قرآن کریم نے یہ وعید بھی فرمادی ہے کہ ہم ایسے لوگوں کو انہی لوگوں میں شامل کر دیں گے جن کی پیروی وہ کر رہے ہیں۔ یعنی مثلاً اگر وہ سبیل یہود کی پیروی کر رہے ہیں تو وہ بھی یہودی ہی بن جائیں گے۔ اگر وہ عیسائیوں کی راہ کی پیروی کر رہے ہیں تو وہ بالآخر عیسائی ہی ہو جائیں گے۔ حتیٰ کہ اگر وہ اشتراکیت اور کمیونزم کی پیروی کر رہے ہیں تو کمیونسٹ ہی ہو جائیں گے[1] اعاذنا اللہ منھا

لہذا سبیل المومنین کا حجت شرعیہ ہونا خود قرآن کریم سے ثابت ہے۔

جب کسی مسئلہ کے متعلق یہ ثابت ہو جائے کہ عہد رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لیکر آج تک سبیل المومنین اس نہج پر چلی آرہی ہے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بات قرآن کے خلاف ہے۔ بلکہ وہ قرآن کے عین مطابق مانی جائے گی۔"

(فقہ القرآن جلد اول ص ۱۴۴ تا ص ۱۴۶)

(حاشیہ بقیہ صفحہ گذشتہ) کو چھوڑ کر کوئی اور راہ اختیار کرتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف اور سزائے جہنم کا مستحق ہے، خواہ وہ بزعم خود قرآن و سنت ہی سے تمسک کرتا ہو۔ اس لئے کہ سبیل المومنین کبھی ہدایت نبوی کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا۔

[1] یہ "فَوَلِّهِ مَا تَوَلّٰى" کے قرآنی الفاظ کی تفسیر ہو رہی ہے۔ جس سے یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ جو لوگ اجماع کے مسئلہ میں "سبیل المومنین" کو چھوڑ کر خارجیوں کے سے شبہات کریں گے ان کا شمار بھی خارجیوں میں ہوگا۔ اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی: "یمرقون من الدین" (وہ دین سے نکل جائیں گے) کا مصداق ہوں گے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زانی محصن کا مسئلہ بھی ـــــ نماز روزہ کی طرح ـــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عہد سے لے کر آج تک مسلمانوں میں تواتر کے ساتھ متوارث چلا آتا ہے۔ اس "سبیل المومنین" کو قرآن کریم کے خلاف کہہ کر ٹھکرانا اسی شخص کا کام ہو سکتا ہے جو شقاق رسولؐ اور اتباع غیر سبیل المومنین کا مریض ہو۔ جو "نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى" کی وادیوں میں بھٹک رہا ہو۔ اور جس کے نامۂ عمل پر "نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ" کی ازلی مہر لگی ہوئی ہو، ورنہ کوئی ایسا شخص جس کے دل میں ایمان بالقرآن کی ادنیٰ رمق بھی باقی ہو وہ بقائمی عقل و ایمان، سبیل المومنین کے اس خدائی پیمانے کو توڑنے کی کبھی جرأت نہیں کر سکتا۔

تیسرا شبہ: ایک شبہ امام رازیؒ نے خوارج سے یہ نقل کیا ہے کہ سورۃ النساء آیت ۲۵ میں حق تعالیٰ شانہٗ نے شادی شدہ لونڈیوں کی سزائے زنا بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ	"پس جب وہ قید نکاح میں آجائیں پس
فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ	اگر بے حیائی کا کام کریں تو ان پر اس سزا
مِنَ الْعَذَابِ	کی نسبت آدھی سزا ہے جو آزاد عورتوں
	کو دی جاتی ہے"

چونکہ شادی شدہ لونڈیوں کو بالاتفاق پچاس کوڑوں کی سزا دی جاتی ہے اس سے یہ استدلال کیا گیا کہ آزاد عورتوں کی سزا کوڑے ہے۔ نیز چونکہ رجم کی سزا کو نصف کرنا ممکن نہیں۔ اس لئے یہاں آزاد عورتوں کی سزا رجم مراد نہیں ہو سکتی۔ خوارج کے اس استدلال کو ـــــ جس کا جواب علمائے امت بہت پہلے دے چکے ہیں ـــــ دور جدید کے ملاحدہ بڑی شد و مد سے پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ عمر احمد عثمانی، ملاحدہ کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس بات کی سب سے بڑی دلیل کہ تورات کا وہ حکم منسوخ ہو چکا ہے[1]، قرآن کریم کا وہ حکم ہے جو باندیوں کے سلسلہ میں سورۃ النساء میں وارد ہوا ہے کہ اگر وہ بے حیائی (زنا) کی مرتکب ہوں تو انہیں سزا دی جائے گی۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

---

[1] موصوف کی اس خوش فہمی کا جواب آگے آئے گا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فَإِذَا أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ (۴/۲۵) تو جب وہ (باندیاں) شادی شدہ ہوں پھر اگر وہ بے حیائی کا ارتکاب کریں (یعنی زنا کی مرتکب ہوں) تو انہیں اس سزا کی آدھی سزا دی جائے گی جو عام شادی شدہ (آزاد) عورتوں کو دی جاتی ہے۔

اس آیت کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ جو سزا آزاد شادی شدہ عورتوں کو دی جاتی ہے، اس سے نصف سزا شادی شدہ باندیوں کو دی جائے گی۔ واضح رہے کہ ہمارے فقہاء کے نزدیک متفقہ طور پر شادی شدہ آزاد مسلمان عورتوں کو رجم (سنگساری) کی سزا دی جاتی ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ سنگساری کی سزا کی تنصیف (آدھا کرنا) ممکن نہیں۔ اسے آدھا اسی وقت کیا جا سکتا ہے جب کہ شادی شدہ عورتوں کو سو کوڑے مارنا تسلیم کیا جائے۔ چنانچہ ہمارے تمام فقہا اس پر بھی متفق ہیں کہ باندیوں کو صرف پچاس کوڑے (سو کوڑوں کا نصف) مارے جائیں گے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ کوڑوں کی سزا تمام فقہاؤں کے نزدیک شادی شدہ عورتوں کی ہرگز نہیں ہوتی۔ بلکہ ان کی سزا سنگسار کر دینا ہوتی ہے، تو حق تعالیٰ کا اس موقعہ پر "مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ" فرمانا سراسر غلط ہو جاتا ہے۔ پھر تو حق تعالیٰ کو "مَا عَلَى الْأَبْكَارِ" (جو سزا غیر شادی شدہ کنواریوں کو دی جاتی ہے) فرمانا چاہئے تھا۔" (ماہنامہ فاران کراچی دسمبر ۱۹۸۰ صـ۲۳)

اس شبہ کا منشا یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں "اَلْمُحْصَنَات" کے معنیٰ شادی شدہ (آزاد) عورتوں کے سمجھ لئے گئے ہیں، حالانکہ یہاں "محصنات" سے بالاجماع غیر شادی شدہ عورتیں مراد ہیں۔

آیت کریمہ کا مدعا سمجھنے کے لئے اس امر کا پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ آزاد عورت اگر غیر شادی شدہ ہو تو ارتکاب زنا کی صورت میں اسے سو کوڑوں کی سزا دی جاتی ہے۔ لیکن شادی شدہ ہونے کے بعد اگر اس جرم کا ارتکاب کرے تو اس کی سزا میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور اس پر رجم کی سزا جاری کی جاتی ہے۔ جبکہ باندی کا حکم اس سے مختلف ہے۔ وہ اگر غیر شادی شدہ ہو تو اس کو آزاد (غیر شادی شدہ) عورت کی بہ نسبت آدھی سزا دی جاتی ہے۔ یعنی پچاس کوڑے۔ لیکن شادی شدہ ہو جانے کے بعد بھی اس کی سزا میں کوئی مزید اضافہ نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اس کی وہی سابقہ سزا ــــ پچاس کوڑے ــــ بحال رہتی ہے۔ پس آیت کریمہ کا منشا یہ ہے کہ باندیاں جب شادی شدہ ہو کر "احصنہ (زنا) کی مرتکب ہوں تو جس طرح شادی شدہ ہونے سے پہلے ان کو غیر شادی شدہ آزاد عورتوں سے آدھی سزا دی جاتی تھی۔ اب بھی ان پر وہی سزا جاری ہوگی۔ اور اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔ پس قرآن کریم کا نہ تو یہ مقصد ہے کہ باندیاں اگر غیر شادی شدہ ہوں تو ان کو کوئی سزا نہ دی جائے اور نہ یہ مقصد ہے کہ جب وہ شادی شدہ ہو جائیں تو ان کو شادی شدہ آزاد عورتوں سے آدھی سزا دی جائے۔ بلکہ قرآن کریم کا مقصد باندیوں کی شادی سے پہلے اور شادی سے بعد کی حالت میں یکسانیت کا بیان کرنا ہے۔ گویا آیت کریمہ میں باندیوں کی شادی کے بعد کی حالت کو شادی سے پہلے کی حالت کے مماثل قرار دیکر ان کا تقابل آزاد غیر شادی شدہ کے ساتھ کیا گیا ہے۔ کہ جس طرح شادی سے پہلے ان کو غیر شادی شدہ عورتوں سے آدھی سزا دی جاتی تھی۔ اسی طرح شادی کے بعد بھی وہی سزا دی جائے گی۔ اس لئے فرمایا: "پھر جب وہ قید نکاح میں آجائیں تو اگر بے حیائی (یعنی زنا) کا ارتکاب کریں تو ان پر (اس حالت میں بھی وہی سزا جاری ہوگی۔ جو نکاح میں آنے سے پہلے جاری ہوتی۔ یعنی پچاس کوڑے، جو) آدھی سزا ہے اس سزا کی نسبت جو آزاد (غیر شادی شدہ) عورتوں پر جاری کی جاتی ہے"

رہا عثمانی صاحب کا یہ کہنا کہ اگر "المحصنات" سے مراد یہاں غیر شادی شدہ آزاد عورتیں ہیں تو:

"حق تعالیٰ کا اس موقعہ پر "مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ" فرمانا سراسر غلط ہو جاتا ہے۔ پھر تو حق تعالیٰ کو "مَا عَلَى الابکار" (جو سزا غیر شادی شدہ کنواریوں کو دی جاتی ہے) فرمانا چاہیئے تھا"

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قارئین کو موصوف کا یہ فقرہ پڑھ کر ان کی فہم و دانش پر تعجب ہوا ہوگا۔ لیکن مجھے ذرا بھی تعجب نہیں۔ کیونکہ سُنّۃ اللہ یہ ہے کہ ملحدین و مارقین اور اہل بدعت کو سب سے پہلے کتاب اللہ کے فہم سے محرومی کی سزا دی جاتی ہے۔ حافظ سیوطیؒ "الاتقان" میں لکھتے ہیں:

قال فی البرھان۔ اعلم انّہٗ لا یحصل للناظر فہم معانی الوحی۔ ولا یظھر لہ اسرارہ وفی قلبہ بدعۃ۔ اوکبر۔ اوھوی۔ اوحب الدنیا۔ اوھو مصر علی ذنب۔ او غیر متحقق بالایمان۔ او ضعیف التحقیق۔ او یعتمد علی قول مفسر لیس عندہ علم۔ او راجع الی معقولہ۔ وھذہ کلھا حجب و موانع۔ بعضھا آکد من بعض۔ قلتُ: وفی ھذا المعنی قولہ تعالی: "سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیَاتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ"۔ قال سفیان بن عُیینۃ یقول انزع عنھم فھم القرآن۔ (ص ۱۸۱ / ج ۲)

"علامہ زرکشی کی برہان میں ہے۔ جاننا چاہیئے کہ قرآن کا مطالعہ کرنے والے کو معانیٔ وحی کا فہم حاصل نہیں ہوتا اور نہ اس پر اس کے اسرار کھلتے ہیں جبکہ اس کے دل میں بدعت ہو۔ یا کبر ہو۔ یا خود رائی ہو۔ یا دنیا کی محبت ہو۔ یا وہ کسی گناہ پر مصر ہو۔ یا ایمان سے متصف نہ ہو۔ یا اس کی تحقیق کمزور ہو۔ یا کسی ایسے مفسر پر اعتماد کرے جس کے پاس علم صحیح نہ ہو۔ یا اپنے معقولات کی طرف رجوع کرے۔ یہ تمام چیزیں فہم کتاب اللہ سے مانع اور حجاب ہیں۔ بعض زیادہ شدید ہیں بہ نسبت بعض کے۔ میں کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ کا ارشاد گرامی: "عنقریب میں پھیر دونگا اپنی آیات سے ان لوگوں کو جو تکبر کرتے ہیں زمین میں ناحق"۔ اسی معنیٰ میں ہے۔ امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ میں ایسے لوگوں سے فہم قرآن سلب کر لیتا ہوں"۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عثمانی صاحب کو حق تعالیٰ نے عقلِ سلیم اور فہمِ مستقیم کی دولت سے نوازا ہوتا تو وہ اس بات پر غور کرتے کہ حب صحابہ کرامؓ سے لیکر علمائے ربانیین تک کسی کو بھی " مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ " کا مفہوم سمجھنے میں کبھی کوئی الجھن پیش نہیں آئی تو آپ کا اس لفظ کو ـــ نعوذ باللہ ـــ غلط کہنا اور اس کی جگہ " مَا عَلَى الابکار " کے لفظ کا خدا تعالیٰ کو لقمہ دینا صریح کفر تھا نہیں تو اور کیا ہے۔

جن لوگوں کا ذوقِ عربیت مسٹر پرویز یا قادیانیوں جیسا ہو وہ تو خیر قرآن کے لفظ "المحصنات" کی معنویت سمجھنے سے معذور رہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ عمر احمد عثمانی ایسا شخص ـــ جس نے عربی مدارس میں الٹا سیدھا پڑھا کچھ نہ کچھ پڑھا ضرور ہے۔ وہ بھی " ما علی المحصنات " اور " ما علی الابکار " کے درمیان فرق کرنے سے معذور ہے۔ اور وہ یہ نہیں سمجھتا کہ قرآن کریم خشک قسم کے قانونی الفاظ میں احکام بیان نہیں کرتا۔ بلکہ لطیف اشارات میں ان کے اسباب و علل اور اغراض و مقاصد کی طرف بھی راہنمائی کرتا ہے۔

قرآن کریم نے یہاں " فَاِذَآ اُحْصِنَّ " اور " مَا علی المحصنات " کے الفاظ میں اس حکمت کی طرف بلیغ اشارہ فرمایا ہے، جو زانیوں کی سزا کا تقاضا کرتی ہے۔ اور وہ ان کا " احصان " کے حدود سے تجاوز کرنا ہے۔

شرح اس کی یہ ہے کہ " احصان " کے معنی حفاظت کے ہیں۔ اور حق تعالیٰ شانہٗ نے فاحشۂ زنا سے حفاظت کے لئے آدمی میں متعدد اسباب پیدا فرمائے ہیں۔ ان میں :

ایک " احصان " آدمی کا وہ جذبۂ عفت و پاکدامنی ہے۔ جو فطرۃً اس میں ودیعت رکھا گیا اور جو اسے گندگی کی آلودگی سے بچاتا اور اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اس لئے " احصان " کا لفظ عفت کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوا ہے۔

دوسرا قوی ترین ذریعۂ حفاظت آدمی کی آزادی ہے جس کی وجہ سے نہ صرف وہ اپنی شرافت کو فواحش کی گندگی سے محفوظ رکھتا ہے۔ بلکہ اس کے والدین۔ اس کے عزیز و اقارب اور اسلامی معاشرہ بھی اس کے لئے ذریعۂ حفاظت ہے۔ چنانچہ یہ تمام لوگ اس کے دامنِ عفت پر گندگی کے کسی دھبّے کو برداشت کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے۔ اس لئے " احصان "

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ایک معنیٰ آزادی کے بھی ہیں۔ اور " مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ " میں یہی معنیٰ مراد ہیں، اور چونکہ باندیوں میں آزادی کا یہ وصف، عزتِ نفس کی یہ بلندی اور والدین اور معاشرہ کی طرف سے ان کی حفاظت کا سامان نہیں ہوتا۔ اس لئے انہیں " المحصنات " کے مقابل ذکر کیا گیا ہے۔

آدمی کی عفت و عصمت کا تیسرا ذریعہ نکاح ہے۔ اور پہلے دونوں ذرائع کے ساتھ مل کر یہ " احصان " کا مکمل نصاب بن جاتا ہے۔ اس لئے " احصان " کے معنیٰ قیدِ نکاح میں آنے کے بھی ہیں۔ جس کے بعد جنسی خواہش کے غلط استعمال کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ باندیاں اگر شادی شدہ ہو جائیں تو اگرچہ " احصان " کا یہ اطلاق ان پر بھی ہوگا۔ لیکن چونکہ وہ اپنے آقاؤں کی خدمت میں مشغول رہتی ہیں۔ انہیں بازاروں میں آمد و رفت کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اور ان کو عزت و عفت کی حفاظت کے فطری ذرائع بھی اس قدر میسّر نہیں جو آزاد غیر شادی شدہ عورتوں کو میسّر ہیں۔ اس لئے ان کے شادی شدہ ہونے کے باوجود اُن کا " احصان " ناقص رہتا ہے۔ یہاں سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ہماری شریعت نے زنا کی تین سزائیں الگ الگ رکھی ہیں۔ یعنی :

۱۔ زنا کا مرتکب غلام یا باندی ہو تو اس کی سزا پچاس کوڑے ہے خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔

۲۔ زنا کا مرتکب آزاد مرد یا عورت غیر شادی شدہ ہو تو اس کی سزا سو کوڑے ہے۔

۳۔ زنا کا مرتکب آزاد شادی شدہ مرد یا عورت ہو تو اس کی سزا رجم یعنی سنگسار کرنا۔

یہ تینوں سزائیں صفت " احصان " کی قوت و ضعف کے فطری پیمانے سے ناپ تول کر تجویز کی گئی ہیں۔

چونکہ شادی شدہ آزاد مرد و عورت میں " احصان " کی صفت بہم و جوہ مکمل ہوتی ہے۔ جو لوگ اس مکمل حفاظت کو توڑ کر فاحشۂ زنا کا ارتکاب کرتے ہیں وہ گویا حدِ انسانیت سے یکسر خارج ہو جاتے ہیں۔ ان کیلئے سب سے سخت ترین سزا تجویز کرنا ہی پیمانۂ فطرت تھا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس قسم کے لوگوں کا اسلامی بلکہ انسانی معاشرہ میں پایا جانا انسانیت کے ننگ و عار کا موجب ہے ، اور عزت و ناموس اور " احصان " کے ان قاتلوں کا معاملہ انسانی جان کے قاتلوں بھی زیادہ سنگین اور ہولناک ہے ۔ اس لئے ان کے لئے سزائے موت بصورت سنگسار تجویز کی گئی ۔

دوسرے درجہ میں ان لوگوں کا جرم ہے جو عاقل ہیں ، بالغ ہیں ، آزاد ہیں ۔ ان میں " احصان " کی صفت دو وجہ سے پائی جاتی ہے ۔ لیکن شادی شدہ نہ ہونے کی وجہ سے " احصان " کی تیسری اور آخری کڑی ان میں نہیں پائی جاتی ۔ ہرچند کہ ان کا جرم بھی بہت ہی سنگین ہے ۔ اور فطرت صحیحہ اسے کبھی نظر انداز نہیں کر سکتی ۔ لیکن چونکہ وہ شادی شدہ نہیں اور احصان و حفاظت کا نصاب ان میں مکمل نہیں ۔ اس لئے ان کے لئے یہ تجویز کیا گیا کہ ان کو جان سے تو ختم نہ کیا جائے ۔ البتہ ایسی سزا دی جائے جو اُن کے لئے بھی جرم سے باز رکھنے والی ہو ۔ اور دوسرے لوگوں کے لئے بھی موجب عبرت ہو ۔ چنانچہ ان کے لئے سو کوڑوں کی سزا تجویز کی گئی ۔

تیسرے درجہ میں ان غلام باندیوں کا جرم ہے ۔ جو غلام ہونے کی وجہ سے نہ صرف عزت و شرافت سے بلکہ بہت سے انسانی حقوق سے بھی محروم ہیں ۔ اور شادی شدہ ہونے کے باوجود ان میں " احصان " کی صفت غیر شادی شدہ آزاد مردوں اور عورتوں سے بھی ناقص ہے ۔ اس لئے ان کی سزا ان سے بھی نصف رکھی گئی ۔

یہ ہے وہ عظیم علم جو قرآن کریم کے " ما علی المحصنات " کے مختصر سے لفظ میں سمو دیا گیا ہے ۔ اب اہل فہم فیصلہ فرمائیں کہ اس لفظ کو ہٹا کر اگر اس کی جگہ عمر احمد عثمانی کا لفظ " ما علی الابکار " جڑ دیا جائے تو کیا ریشم میں ٹاٹ کا پیوند نہ ہوگا ۔ اور اس ایک لفظ کے بدل دینے سے اس آیت کریمہ کی ساری بلاغت غارت ہو کر نہ رہ جائے گی ؟ بزرگوں نے تو یہ مشورہ دیا تھا کہ اہل دل کی بات نہ سمجھو تو اپنے فہم کا قصور جانو !

؎ چوں نشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا است
سخن شناس نۂ دلبرا ! خطا اینجا است

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مگر افسوس ہے کہ ہمارے عثمانی صاحب ملاحدہ کی تقلید میں اتنے آگے نکل گئے کہ خدا تعالیٰ کو بھی مشورے دینے لگے کہ آپ کا " مَا عَلَى الْمُحْصَنَات " فرمانا غلط ہے۔ اس کی جگہ " مَا علی الابکار " کا لفظ رکھیے۔ نعوذ باللہ من فتنۃ الصدر۔

چوتھا شبہ : اوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ زانی محصن کا رجم آنحضرت صلی اللہ وسلم کی سنت متواترہ، خلفائے راشدینؓ کے متواتر عمل اور امت اسلامیہ کے توارث و تعامل سے ثابت ہے۔ لیکن منکرین حدیث کے سرگروہ مسٹر غلام احمد پرویز ـــــ جن کے نزدیک پورا دین ہی عجمی سازش ہے ـــــ اس تواتر کا انکار کرتے ہوئے پوری ڈھٹائی سے لکھتے ہیں :

" قرآن کریم میں زنا کی سزا رجم (سنگساری) کہیں نہیں آئی۔ نہ شادی شدہ کے لئے۔ نہ غیر شادی شدہ کے لئے۔ یہ سزا یہودیوں کے ہاں رائج تھی لیکن قرآن نے اسے تجویز نہیں کیا۔ ہمارے ہاں یہ سزا بعد کی وضع کردہ ہے۔ اور اسے منسوب کیا جاتا ہے حضور رسالت مآبؐ کی ذات گرامی کی طرف۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہؐ (معاذ اللہ) قرآن کریم کے احکام کے خلاف بھی فیصلے دیا کرتے تھے "

(قرآنی فیصلے حصہ دوم ص ۱۳۵)

جہالت اور ڈھٹائی کی اس حد کو عبور کر لینا تو ہر شخص کے بس کی بات نہیں کہ آدمی آنکھیں بند کر کے آفتاب نصف النہار کا بھی انکار کر ڈالے، اور دین کے متواترات کو بھی " بعد کی پیداوار " کہہ کر ٹھکرا دے۔ اس لئے ہمارے عمر احمد عثمانی صاحب اس سے تو انکار نہیں کر سکے کہ رجم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اور بلاشک و شبہ ثابت ہے۔ البتہ انہوں نے ـــــ مسٹر محمد علی قادیانی کی تقلید میں ـــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ثابتہ سے انحراف کے لئے یہ حیلہ تراشا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رجم کیا تھا وہ وحی الٰہی کی روشنی میں نہیں۔ بلکہ شریعت یہود کی تقلید میں کیا تھا۔

چنانچہ عثمانی صاحب یہودیوں کے واقعۂ زنا کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تورات کا یہ حکم معلوم ہو جانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل فرمایا، اور حضرت ماعز اسلمی اور ایک خاتون کو، جن کا تعلق قبیلہ بنو غامد سے تھا، آپ نے جرم زنا کے اقرار پر سنگسار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ روایات میں چند اور واقعات بھی بیان کئے گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ روایات انہی دو حضرات سے تعلق رکھتی ہوں[1]۔ اور ممکن ہے کہ ان کا تعلق دوسرے حضرات سے ہو۔ بہر حال یہ بات تاریخ و روایات سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تورات کے اس حکم پر عمل فرمایا ہے ....."

(فاران کراچی ص ۲۰)

یہاں دو بحثیں ہیں۔ ایک یہ کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سزائے رجم جاری کرنا شریعت یہود کی پیروی میں تھا؟

جہاں تک یہودیوں کے واقعہ کا ــــــ تعلق ہے وہاں تو یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں پر شریعتِ تورات جاری فرمائی۔ لیکن یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک قطعی ناروا تہمت ہے کہ آپؐ نے مسلمانوں پر بھی سنگساری ایسی سنگین اور شدید ترین سزا محض شریعت یہود کی پیروی میں جاری فرمادی ہو گی۔ اور پھر ایک آدھ واقعہ میں نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں جتنے واقعے بھی ایسے زنا کے پیش آئے جن میں مجرم شادی شدہ تھا۔ آپؐ عمر بھر یہی سزا جاری فرماتے رہے۔ عثمانی صاحب ایک سنتِ ثابتہ کو ٹالنے کے لئے حیلہ تراشی اور افسانہ طرازی پر مجبور ہیں۔ اور ہمیں ان کی مجبوری کا قرار واقعی احساس ہے۔ مگر انہیں مسٹر محمد علی قادیانی کی تقلید کرتے ہوئے ــــــ سو بار سوچنا چاہیئے تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر کتنا سنگین الزام عائد کر رہے ہیں۔ جس سے خود ان کا ضمیر بھی بوجھل ہے۔ چنانچہ وہ اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے کے لئے لکھتے ہیں:

" اور یہ بات کسی حیرت و تعجب کا باعث نہیں۔ کیونکہ آپ کو قرآن کریم کی

---

[1] جی نہیں! انہیں دو واقعات سے ان کا تعلق نہیں، بلکہ دیگر متعدد واقعات سے ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ ہدایت تھی کہ آپ انبیاء سابقین کی ہدایت کی پیروی فرمائیں ۔

" اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ " پارہ ۷ ع ۱۹

(یہ وہ حضرات (انبیاء) ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت فرمائی تھی آپ بھی ان کی ہدایت کی پیروی فرمائیے) چنانچہ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب تک قرآن کریم میں کسی معاملہ کے متعلق کوئی ہدایت نازل نہ ہوئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گذشتہ شریعتوں کی پیروی فرمایا کرتے تھے ۔ اس لئے اگر رجم کے مسئلہ میں بھی آپ نے تورات کے حکم کی پیروی فرمائی ہے تو کوئی عجیب بات نہیں ۔" (ص ۲۰)

عثمانی صاحب کے اس انصاف و دانش کی بھی داد دیجئے کہ وہ رجم کے مسئلہ میں "فقہاء کے اتفاق" کا مذاق اڑاتے ہیں ۔ تمام فقہاء پر کتاب اللہ کو تبدیل کرنے کی تہمت دھرتے ہیں اور انہیں گردن زدنی تصور کرتے ہیں ۔ لیکن یہاں اپنے استدلال کے لئے انہیں "فقہاء کا اتفاق" یاد آجاتا ہے ۔ اور وہ " فقہاء کا اس پر اتفاق ہے " کہنے سے ذرا نہیں شرماتے ۔ خود غرضی اور مطلب پرستی کی کیسی خوبصورت مثال ہے ؟

جناب عثمانی صاحب کی خدمت میں گذارش ہے کہ فقہاء کا اتفاق سر آنکھوں پر ۔ اور قرآن کریم کی آیت " فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ " بھی بالکل حق ۔ لیکن آپ کی بحث یہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شرائع سابقہ پر عمل کرنا جائز تھا یا نہیں ، کہ آپ کو اس آیت کریمہ اور " فقہاء کے اتفاق " سے استدلال کرنے کی ضرورت پیش آئے ، آپ کی بحث تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری حیات طیبہ میں رجم کے مسئلہ میں وحی الٰہی کی نہیں بلکہ شریعت تورات کی تقلید فرمائی ۔ ایک لمحہ کے لئے سوچئے کہ آنجناب کا دعویٰ کتنا مہیب اور ہولناک ہے ۔ اور لطف یہ کہ یہ جناب کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے ۔ اس کی کوئی دلیل اس کے سوا نہیں کہ مسٹر محمد علی قادیانی نے ایسا لکھا ہے ۔ کیا بغیر قطعی دلیل کے ایسا ہولناک دعویٰ کرنا (اور وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے بارے میں) کسی عاقل کا کام ہو سکتا ہے ؟

الغرض یہ دعویٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شریعت یہود کے ماتحت مسلمانوں کو رجم

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فرماتے رہے قطعاً بے بنیاد دعویٰ ہے ۔ اور اس کے خلاف قوی دلائل موجود ہیں ۔

۱۔ یہودیوں کا جو مقدمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا اس میں آپ نے ان پر رجم کی سزا محض اس لئے جاری نہیں فرمائی کہ یہ تورات کا حکم ہے ۔ بلکہ قرآن کریم نے اس حکم کی تصدیق فرمائی ۔ اور اسے "حکم اللہ" فرمایا ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے ۔ (دیکھئے سورۃ المائدہ آیات ۴۰ ومابعد)

اور اس اصول پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب شرائع سابقہ کا حوالہ دیں اور ان کی تردید نہ کریں تو وہ ہمارے حق میں بھی تشریع ہے ، قرآن کریم کی آیت میں اس حکم کی تردید نہیں کی گئی ۔ اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے نسخ کا اعلان فرمایا ۔ اس لئے یہ حکم صرف تورات کا نہ رہا ۔ بلکہ قرآن کریم کی تصدیق کے بعد یہ شریعت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کا حکم ہوا ۔ اس لئے یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محض تورات کی پیروی میں مسلمانوں پر رجم کی سزا جاری فرماتے تھے ۔ حقائق کی تکذیب ہے ۔

۲۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سزائے رجم پر صرف عمل ہی نہیں فرمایا ، بلکہ اس کو مستقل قانون شرعی کی حیثیت سے قولاً بھی ارشاد فرمایا ۔ جیسا کہ متعدد حضرات صحابہؓ کی روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پہلے نقل کر چکا ہوں ۔

لایحل دم امرء مسلم الا باحدیٰ	"کسی مسلمان آدمی کا خون حلال نہیں
ثلث ، رجل زنیٰ بعد	مگر تین میں سے کسی ایک وجہ سے ۔
احصانہ فعلیہ الرجم ،	ایک وہ شخص جس نے شادی شدہ ہونے
او قتل عمداً فعلیہ القود ،	کے بعد زنا کیا ہو تو اس پر رجم ہے ۔ یا
او ارتد بعد اسلامہ	وہ شخص جس نے کسی کو عمداً قتل کیا ہو تو اس
فعلیہ القتل ۔	پر قصاص ہے ۔ یا وہ شخص جو اسلام لانے
	کے بعد مرتد ہو گیا ہو تو اس پر قتل ہے" ۔

کیا عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے لئے ایک اہم ترین قانون

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بیان فرمائیں ۔ اور ہم یہ دعویٰ کرنے لگیں کہ آپؐ کے تمام ارشادات وحی الٰہی اور ہدایت ربانی کی پیروی میں نہیں تھے، بلکہ ـــــ معاذ اللہ ـــــ محض شریعت یہود کی پیروی میں تھے ۔

۳ ـ میں اوپر عرض کر چکا ہوں کہ تورات میں زانی کے لئے مطلقاً رجم کا حکم ہے ۔ خواہ وہ کنوارا ہو یا شادی شدہ ـــــ اور شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ کے حوالے سے یہ بھی نقل کر چکا ہوں کہ شریعت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) نے تورات کے حکم میں اس قدر ترمیم فرمائی کہ رجم کا حکم ـــــ جو انبیاء سابقین کی شریعتوں میں متواتر چلا آتا تھا ـــــ اس کو زانیٔ محصن کے ساتھ مخصوص کر دیا ۔ اور غیر شادی شدہ زانی کے لئے سو کوڑوں کی سزا تجویز فرمائی ۔ اس تحقیق کو سامنے رکھنے کے بعد یہ دعویٰ کرنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سزائے رجم جاری کرنا شریعت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے ماتحت نہیں تھا ۔ بلکہ شریعت یہود کی پیروی میں تھا خالص افترا ہے ۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف تورات کی پیروی کرتے تو شادی شدہ اور غیر شادی شدہ دونوں کے رجم کا حکم فرماتے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تورات کے عام حکم کو مخصوص لوگوں کے لئے خاص کر دینا اور باقیوں کے لئے الگ حکم تجویز فرمانا یہ اس امر کی دلیل ہے کہ آپؐ نے حکمِ تورات میں یہ تصرف وحی الٰہی اور ہدایتِ ربانی کی کیا تھا ۔

قرآن فہمی کا شاہکار :

الحاد و کجروی کا چشمہ لگا کر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین کی راہنمائی سے بے نیاز ہو کر جو شخص قرآن کریم کے مطالعہ کی کوشش کرتا ہے ۔ اس کے کس قسم کی بوالعجبیاں سرزد ہوتی ہیں ان کا نمونہ ہمیں جناب عثمانی صاحب نے دکھایا ہے ۔

انہوں نے سورۃ النساء کی آیت ۲۵ میں " مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ " سے شادی شدہ آزاد عورتیں مراد لیں ۔ اور پھر سورۃ النور کی آیت ۲ میں " الزانیۃ والزانی " کو بھی اسی پر محمول کر کے یہ نتیجہ پیدا کر لیا کہ :

" قرآن کریم کی رُو سے زنا کا ارتکاب اگر شادی شدہ عورتوں اور مردوں سے ہو تو وہ قابل جرم سزا ہے[1] لیکن اگر غیر شادی شدہ افراد سے اسکا ارتکاب

---

[1] غالباً موصوف " قابل سزا جرم " کہنا چاہتے ہیں ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہو جائے تو وہ قابل سزا جُرم ہی نہیں۔ کیونکہ قرآن کریم نے اس کی کوئی سزا نہیں بتائی۔ ہم گو اس استدلال کی تائید نہیں کر سکتے۔ البتہ ضرور کہیں گے کہ جو لوگ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ زناکاروں کی سزا میں تفریق کے قائل ہیں ان کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے۔ کیونکہ اس کا جواب آسان نہیں۔" (فاران ص۲۴)

جناب عثمانی صاحب کو یہ لاینحل الجھن اسی لئے پیش آئی کہ انہوں نے "ما علی المحصنات" کا مفہوم "شادی شدہ عورتوں کی سزا" سمجھا۔ چونکہ ان کے فہم و فکر کی خشتِ اول ہی کج تھی۔ اس لئے انہوں نے قرآن کریم سے ایک ایسا نتیجہ اخذ کر لیا جو کسی عالم دین نے تو کجا، غالباً خوارج اور نظام معتزلی نے بھی ـــــ اپنی تمام تر جہالت اور مروق عن الدین کے باوجود ـــــ کبھی اخذ نہ کیا ہوگا۔ اگر آپ "ما علی المحصنات" سے غیر شادی شدہ آزاد عورتوں کی سزا مراد لیتے (جو تمام امت کے نزدیک مراد ہے) تو آپ کو نہ کوئی اشکال پیش آتا، نہ اس کے لئے کسی جواب دہی کی ضرورت ہوتی، اور نہ آپ ایک ایسا غلط نتیجہ اخذ کرتے ہیں جس کے غلط ہونے پر خود آپ کا اپنا ضمیر بھی گواہ ہے۔ اور جس کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ "ہم اس استدلال کی تائید نہیں کر سکتے"۔

عمر احمد عثمانی صاحب کی یہ عبارت دوسروں کے علاوہ خود ان کے لئے بھی لائق صد عبرت ہے۔ انہوں نے رجم کے مسئلہ میں عقل و فہم کے باوجود جان بوجھ کر (من بعد ما تبین لہ الھدیٰ) سبیل المومنین سے انحراف کیا تو ارشاد خداوندی "نولہ ما تولیٰ" کا ظہور ان کے حق میں یوں ہوا کہ ان کے نزدیک بغیر شادی کے زنا قابل سزا جُرم ہی نہ رہا۔ اگر اس مسخ فطرت کے بعد بھی ان کو اپنی غلطی کا احساس اور توبہ و انابت کی توفیق نہیں ہوتی تو "نصلہ جھنم وساءت مصیراً" (اور ہم داخل کریں گے اس کو جہنم میں۔ اور وہ بُری ہے لوٹنے کی جگہ) کا انتظار کریں۔

کاش! قرآن کریم سے "فقہ القرآن" کشید کرنے سے پہلے انہوں نے ایک ہی بار یہ بات سوچ لی ہوتی کہ قرآن کا مطالعہ پہلی بار تنہا وہی نہیں کر رہے۔ قرآن ان سے پہلے بھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

موجود تھا۔ اور وہ تمام اکابر، جن کا آپ " ہمارے فقہاء " کہکر مذاق اڑایا کرتے ہیں، انہوں نے اپنی ساری زندگیاں قرآن کریم کے تدبر میں کھپائی تھیں، وہ نہ سب کے سب جاہل اور احمق تھے، اور نہ عربیت سے ناآشنا تھے۔ آخر چودہ سو سال کے بعد قرآن کریم کے نام پر جو نکتے آپ تراش رہے ہیں ان اکابر کی دسترس سے باہر کیوں رہے؟ چودہ سو سال کے تمام اکابر کو جاہل و احمق کہنے کے بجائے کیوں نہ فرض کر لیا جائے کہ غلام احمد قادیانی اور غلام احمد پرویز کی طرح خود جناب کے فہم میں کجی ہے۔ اور یہ نحوست ہے سبیل المومنین کو چھوڑنے اور شقاق رسولؐ پر ضد باندھنے کی۔ نعوذ باللہ من الحور بعد الکور۔

ملاحدہ کی قدیم عادت ہے کہ وہ پہلے نصوص کا غلط مطلب گھڑتے ہیں۔ اور پھر صحابہؓ و تابعین اور سلف صالحین کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔ اسی " روشِ الحاد " کے مطابق عمر احمد عثمانی صاحب نے پہلے آیت کے الفاظ " ما علی المحصنات " کا ایک غلط مفہوم فرض کر لیا۔ اور پھر ائمہ اسلاف پر طعنہ زنی کرنے لگے، چنانچہ لکھتے ہیں:

> " نصف ما علی المحصنات " کے لفظ نے بالکل واضح طور پر بتا دیا کہ شادی شدہ عورتوں کی سزا ایسی ہے جس کی تنصیف (آدھا کر لینا) ممکن ہو۔ یہ بات کس قدر ناقابل فہم ہے کہ " ما علی المحصنات " (شادی شدہ عورتوں کی سزا) تو سنگسار کر دینا ہی ہے، لیکن چونکہ اسے آدھا کر لینا ممکن نہیں ہے اس لئے ہم اسے کوڑوں کی سزا میں تبدیل کر لیتے ہیں۔ جس کا نصف کر لینا ممکن ہے "۔ (صـ ۲۴)

اس عبارت میں عثمانی صاحب کو دو مغالطے ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ " المحصنات " کی اصطلاح دو معنوں میں استعمال ہوتی ہے۔ اس لفظ کو کبھی " آزاد عورتوں " کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ (قرآن کی آیت " نصف ما علی المحصنات " میں یہ لفظ اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے) اور کبھی اس کا اطلاق شادی شدہ عورتوں پر ہوتا ہے۔ (حضرات فقہاء جب کہتے ہیں کہ " محصن " کے جرمِ زنا کی سزا رجم ہے تو وہ اس لفظ کا یہی مفہوم مراد لیتے ہیں)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ جناب عثمانی صاحب کی ذہانت ہے کہ وہ دونوں جگہ اس لفظ کے ایک ہی معنی لے رہے ہیں۔

دوسرا مغالطہ یہ ہے کہ وہ پہلے یہ فرض کر لیتے ہیں کہ آیت کریمہ کے الفاظ " ما علی المحصنات " میں سزائے رجم کو بیان کیا گیا ہے، اس لئے وہ فقہائے امت پر یہ طعن کرتے ہیں کہ :

" لیکن چونکہ اسے (رجم کو) آدھا کر لینا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے ہم (یعنی حضرات فقہاء امت) اسے کوڑوں کی سزا میں تبدیل کر لیتے ہیں "

حالانکہ جس بات کو وہ حضرات فقہاء کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ ایسی بات دنیا کا کوئی احمق سے احمق آدمی بھی نہیں کہہ سکتا، حضرات فقہاء نے جو کچھ کہا ہے وہ تو یہ ہے کہ چونکہ رجم کی تنصیف (آدھا کر لینا) ممکن نہیں اس لئے " نصف ما علی المحصنات " میں سزائے رجم کا ذکر نہیں۔ بلکہ کوڑوں کی سزا کا ذکر ہے۔ اور چونکہ کوڑوں کی سزا غیر شادی شدہ مرد و عورت کو دی جاتی ہے اس لئے قرآن کریم میں یہاں " المحصنات " کا لفظ " شادی شدہ عورتوں " کے معنی میں استعمال نہیں ہوا۔ بلکہ اس سے مراد آزاد (غیر شادی شدہ) عورتیں ہیں۔ گویا سزائے رجم کا نصف نہ ہو سکنا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ یہاں " المحصنات " کا لفظ غیر شادی شدہ آزاد عورتوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یہ استدلال صحیح بھی ہے اور معقول بھی۔ لیکن عثمانی صاحب نے مغالطہ آفرینی کے لئے اس کو جس طرح مسخ کر کے پیش کیا وہ قطعی غیر معقول بات ہے، یہ کہنا مشکل ہے کہ عثمانی صاحب اتنے غبی ہیں کہ وہ ان دونوں باتوں کے درمیان فرق کرنے سے بھی معذور ہیں، ہمارا احساس یہ ہے کہ وہ کج فکری کی بنا پر جان بوجھ کر اپنے آپ کو مغالطہ دے رہے ہیں۔ اور پھر بڑے معصومانہ انداز میں لکھتے ہیں :

" یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے، اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو تبدیل کر لینے کا اختیار کسی کو بھی نہیں ہو سکتا۔ حتیٰ کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا اختیار نہ تھا (دیکھئے آیت ۱۵/۱۰) اس کا ماحصل تو یہ ہوا کہ حق تعالیٰ نے ایک ناممکن العمل بات کا حکم دیدیا جس کی تصحیح ہمارے فقہائے کرام کو کرنی پڑی " (ص ۲۴)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ موصوف کی اسی کج فہمی کا شاخسانہ ہے کہ وہ کبھی حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف "ایک ناممکن العمل بات کا حکم دینے" کی نسبت کرتے ہیں۔ اور کبھی حضرات فقہاء امت پر (جن کا قصور صرف یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کریم کو منشائے الٰہی، ہدایات نبویؐ اور تعامل صحابہؓ کے مطابق ٹھیک ٹھیک سمجھا ہے) قرآن کریم کی تصحیح کی تہمت لگاتے ہیں۔ گویا مشرق و مغرب کے تمام علماء و فقہاء قرناً بعد قرنٍ قرآن کریم کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈھالتے رہے۔ ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ کوئی ایسا شخص جس کو قرآن کریم سے ذرا بھی مَس ہو اور دینِ اسلام سے ادنیٰ سا تعلق بھی ہو وہ اتنی دیدہ دلیری سے تمام فقہائے امت پر تہمت طرازی کی جرأت کس طرح کر سکتا ہے؟ یہ گھٹیا ذہنیت ان ملاحدہ کی ہے جو پورے دین کو مشکوک اور پوری امت اسلامیہ کو گمراہ سمجھتے ہیں۔ کاش! عمر احمد عثمانی صاحب "نصف ما علی المحصنات" کا ایک خود تراشیدہ مفہوم نہ گھڑتے تو اسلاف امت پر زبان طعن دراز کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

پانچواں شبہ:

دوسری بحث یہ کہ آیا یہ حکم باقی ہے یا منسوخ ہو چکا ہے؟

عثمانی صاحب رجم سے بچنے کے لئے صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رجم کے مسئلہ میں شریعت یہود کی پیروی کرتے تھے۔ بلکہ وہ اس سزا کو ٹالنے کے لئے یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ یہ سزا بعد میں منسوخ کر دی گئی۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"اس کے بعد سورۃ النور کی آیت ۲/۲۴، جس کا حوالہ اُوپر دیا جا چکا ہے، نازل ہو گئی، اور وہ عمل جو اب تک تورات کے حکم کے مطابق ہوتا آ رہا تھا منسوخ ہو گیا۔"

(ص ۲۰)

عثمانی صاحب پہلے شخص نہیں ہیں جنہوں نے رجم کو ــــ بزعم خود ــــ تورات کا حکم قرار دیکر اس کے نسخ کا دعویٰ کیا ہو۔ بلکہ ان سے پہلے مسٹر محمد علی قادیانی وغیرہ مرحومین بھی یہی دعویٰ کر چکے ہیں عثمانی صاحب نے آنکھیں بند کر کے انہی کی تقلید کو کافی سمجھا۔ اور خود فکر و تعقل سے کام لینے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ ورنہ انہیں نظر آتا کہ ان کا یہ دعویٰ بھی قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ اگر یہ حکم منسوخ ہو گیا ہوتا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفائے راشدین اس پر کبھی عمل نہ کرتے ۔ چنانچہ خود عثمانی صاحب لکھتے ہیں :۔

"قرآن کریم میں کسی امر کا حکم نازل ہو جانے کے بعد تورات کے حکم پر عمل کرنے کا نہ کوئی جواز ہو سکتا ہے ۔ اور نہ اس کا کوئی امکان ہے ۔"

اور یہ اوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدت العمر سزائے رجم جاری فرمائی ۔ اور عہد نبویؐ کا ایک واقعہ بھی ایسا پیش نہیں کیا جا سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زانی محصن پر رجم کے بجائے کوڑوں کی سزا جاری فرمائی ہو ۔ اس کے برعکس یہ ہوا کہ ایک شخص پر کوڑوں کی سزا جاری کر دی گئی ۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ محصن (شادی شدہ) ہے تو اس کے رجم کا حکم فرمایا ۔ (یہ حدیث ابو داؤد کے حوالے سے پہلے گذر چکی ہے) پس اگر رجم کا حکم منسوخ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کم از کم ایک واقعہ میں تو زانی محصن پر رجم کے بجائے کوڑوں کی سزا جاری فرماتے ؟ کیا نسخ کا دعویٰ کرنے والوں کا خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد یہ حکم منسوخ ہوا تھا ؟ اس سے بڑھ کر تعجب کی کیا بات ہو سکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدۃ العمر ایک حکم جاری فرماتے ہیں اور اس کے خلاف کا حکم کرنا آپؐ نے پوری عمر میں ایک بار بھی ثابت نہیں ۔ لیکن مرجومین کا ٹولہ اس کو خلاف قرآن کہہ کر اس کے منسوخ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے ۔

اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ آیت نور کے نازل ہونے کے بعد (جس کو اپنی کور چشمی سے مرجومین ناسخ رجم سمجھتے ہیں) زانی محصن کی سزا کا کوئی واقعہ ہی پیش نہیں آیا تھا ۔ اس لئے عملی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رجم کے منسوخ ہونے کا اظہار نہیں فرما سکتے تھے تو کم از کم زبان مبارک سے تو آپؐ فرما سکتے تھے کہ ہم نے مدۃ العمر جو سزائے رجم جاری کی ہے وہ ــــ نعوذ باللہ ــــ وحی الٰہی سے نہیں تھی ۔ بلکہ تورات کی پیروی کی وجہ سے تھی ۔ اور اب تورات کا حکم سورۃ النور کی آیت سے منسوخ ہو چکا ہے ۔ لہٰذا آئندہ زانی محصن کو رجم نہ کیا جائے ۔ اور یہ کہ ہم نے اپنے ارشادات میں زانی محصن کے رجم کا جو قانون ذکر کیا ہے خدا نے اب اس کو منسوخ کر دیا ہے ۔ لہٰذا ہمارے ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ارشادات کو بھی کالعدم تصور کیا جائے ۔

حافظ سیوطیؒ الاتقان (۲ : ۲۱) میں امام شافعیؒ سے نقل کرتے ہیں :

قال الشافعی ۔ حیث وقع نسخ	" امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جہاں قرآن
القرآن بالسنۃ فمعھا قرآن	کا نسخ سنت کے ساتھ ہوا ہے وہاں اس
عاضد لھا ۔ وحیث وقع نسخ	کی تائید میں قرآن بھی ضرور موجود ہوگا ۔
السنۃ بالقرآن فمعہ سنۃ	اور جہاں سنت کا نسخ قرآن سے ہوا ہے
عاضدۃ لہ ۔ لتبین توافق	وہاں اس کی تائید میں سنت بھی ضرور
القرآن بالسنۃ ۔	موجود ہوگی ۔ تاکہ قرآن و سنت کی ایک
٭ ٭ ٭ ٭ ٭	دوسرے سے موافقت واضح ہو سکے "

لیکن ان مرجومین کی بدقسمتی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی کمزور سے کمزور روایت بھی ایسی نہیں جس کا مفاد یہ ہو کہ رجم کا حکم آیت النور سے منسوخ ہو چکا ہے ۔ پس جب رجم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متواتر عمل مدۃ العمر رہا ۔ اور آپؐ کے بعد آپؐ کے خلفاء راشدین بھی اسی حکم پر تواتر و توارث کے طور پر عمل پیرا رہے تو آیت النور سزائے رجم کے معارض ہی نہیں ۔ تاکہ آیت نور سے رجم کے حکم کا منسوخ ہونا تصور کیا جائے ، اور عثمانی صاحب کا یہ کہنا غلط ہے کہ :

" قرآن کریم نے الزانیۃ والزانی کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں ۔ جو ہر زناکار پر صادق ہیں ۔ ان میں مرد یا عورت ۔ آزاد یا غلام ۔ شادی شدہ یا غیر شادی شدہ ۔ جوان یا بوڑھے کی کوئی تفریق نہیں ہے ۔ جس سے بھی زنا کا ارتکاب ہوا اس کو یہی سزا دی جائے گی " (ص ۲۱)

کیونکہ سورۃ النساء آیت ۲۵ کی رو سے غلام باندیاں (خواہ وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ) سورۃ النور آیت الزانیۃ والزانی کے تحت داخل نہیں ۔ بلکہ ان کے لئے سورۃ النساء کی آیت ۲۵ میں آزاد عورتوں کی سزا سے نصف سزا تجویز کی گئی ہے ۔ اس لئے سورۃ النور کی آیت الزانیۃ والزانی کا حکم عام نہیں بلکہ مخصوص منہ البعض ہے ۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی سنت متواترہ اور خلفائے راشدین کے عمل متواتر سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت زانی محصن کو بھی شامل نہیں، اس لئے اس آیت الزانیۃ والزانی سے صرف وہ زناکار مراد ہو سکتے ہیں جو آزاد اور غیر محصن ہوں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قولاً و عملاً بتایا کہ آزاد شادی شدہ مرد و عورت بھی اس آیت کے تحت داخل نہیں بلکہ ان کے حق میں:

او زنا بعد احصان فعلیہ الرجم — "یا زنا کرے بعد شادی شدہ ہونے کے، تو اس پر رجم ہوگا۔"

کا قانون وضع کیا گیا ہے۔ پس جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ سورۃ النور کی آیت کا حکم بلا تفریق آزاد و غلام۔ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ سب کو شامل ہے وہ خدا و رسول دونوں کی تکذیب کرتا ہے۔ الغرض آیت کا حکم سب زانیوں کو عام نہیں۔ جیسا کہ مرحومین سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس میں صرف آزاد غیر شادی شدہ لوگوں کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ غلام اس آیت کے تحت داخل نہیں۔ بلکہ ان کا حکم الگ ہے۔ اسی طرح آزاد شادی شدہ بھی اس کے تحت نہیں۔ بلکہ ان کا حکم رجم ہے۔ اس لئے آیت کے عموم کا دعویٰ کر کے اس کو حکم رجم کے لئے ناسخ کہنا خدا و رسول پر صریح افترا ہے، جس سے ہر مؤمن کو خدا کی پناہ مانگنی چاہیئے۔

چھٹا شبہ:

احادیث کے ضمن میں صحیح بخاری (۲: ۱۰۰۶) کے حوالے سے یہ حدیث نقل کر چکا ہوں کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا، ہاں! سائل نے پھر پوچھا کہ سورۃ النور سے پہلے یا بعد؟ فرمایا "لاادری" (مجھے خبر نہیں)۔ عمر احمد عثمانی صاحب اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

"ظاہر ہے کہ عبداللہ بن ابی اوفیٰ جیسے پایہ کا صحابی بھی یہ بتانے سے قاصر ہے کہ سورۃ النور کے نازل ہونے کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو سنگسار فرمایا تھا یا نہیں۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ آپ نے سورۃ النور کے حکم نازل ہونے کے بعد کسی کو بھی سنگسار نہیں فرمایا۔ ورنہ حضرات صحابہ کو ضرور معلوم ہوتا۔" (ص۲۱)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس عجیب و غریب منطق کی داد دیجئے کہ ایک قطعی و یقینی حکم کو منسوخ باور کرانے کے لئے کیسے کیسے مفروضے تراشے جا رہے ہیں :

الف : حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ نے چونکہ اس موقعہ پر " لا ادری " کہہ دیا تھا ۔ اس لئے عثمانی صاحب یہ مفروضہ قائم کرتے ہیں کہ اس معاملہ میں سب کے سب صحابہ لاادریت کا شکار تھے ، میں پوچھتا ہوں کہ کسی مسئلہ میں کسی ایک فرد کے " لا ادری " کہنے سے یہ نتیجہ اخذ کر لینا کونسی عقل و منطق کی رُو سے صحیح ہے ؟

ب : پھر عقلاء کا قاعدہ تو یہ ہے کہ " الیقین لا یزول بالشک " یعنی شک سے یقین باطل نہیں ہوا کرتا ۔ اس لئے اگر دو نصوص کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو کہ ان میں سے کون پہلے ہے ۔ اور کون بعد میں ؟ تو کسی کے بارے میں نسخ کا دعویٰ کرنا جائز نہیں ، مگر عثمانی صاحب کی الٹی منطق ہے کہ ایک صحابی کی لاعلمی پر نسخ کی بنیاد رکھ رہے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ کسی کی لاعلمی پر علم کی بنیاد قائم نہیں ہو سکتی ۔ جہل ہی کی بنیاد قائم ہو سکتی ہے ۔ اس لئے یہاں نسخ کا دعویٰ کرنا جہل صریح کے سوا اور کیا ہے ؟

ج : اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ آیت نور کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو رجم نہیں فرمایا ـــــ جیسے کہ عثمانی صاحب مفروضہ تراش رہے ہیں ـــــ تب بھی یہ سوال باقی رہتا ہے کہ آیت نور کے بعد زنا کا کوئی واقعہ ہی پیش نہیں آیا ۔ اسی لئے آپؐ نے کسی کو رجم نہیں کیا ؟ یا یہ کہ زانی محصن کے زنا کا واقعہ تو پیش آیا تھا ۔ مگر آپؐ نے اس پر سزائے رجم جاری نہیں فرمائی ۔ بلکہ آیتِ نور پر عمل کرتے ہوئے اس پر سو کوڑوں کی سزا جاری کی ۔ اس آخر الذکر صورت میں سورۃ النور کی آیت کو واقعی رجم کے لئے ناسخ کہہ سکتے تھے ۔ لیکن ـــــ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں ـــــ عثمانی صاحب ایک واقعہ بھی ایسا پیش نہیں کر سکتے کہ آپؐ نے زانی محصن کو رجم نہ کیا ہو ۔ بلکہ اس پر سو کوڑوں کی سزا جاری فرمائی ہو ۔ ایسی صورت میں آیت النور سے رجم کی منسوخی کا دعویٰ کرنا عقل و دانش اور دین و دیانت کا ماتم ہے ۔ خدا کا دین ، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر اب تک ، توارث و تعامل کے ساتھ نقل ہوتا آیا ہے ۔ اسے محض ذہنی مفروضوں کے سہارے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مسخ کرنا عثمانی صاحب ہی کا حوصلہ ہو سکتا ہے۔

رجم سورۃ النور کے بعد :

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے ذیل میں حافظ ابن حجرؒ فتح الباری (۱۲ : ۱۰۰) میں اور علامہ عینیؒ عمدۃ القاری (۱۱ : ۱۵۰) میں لکھتے ہیں :

وقد قام الدليل على ان الرجم وقع بعد سورة النور۔ لان نزولها كان فى قصة الافك۔ واختلف هل كان سنة اربع او خمس او ست۔ والرجم كان بعد ذلك۔ فقد حضره ابوهريرة وانما اسلم سنة سبع۔

"اس پر دلیل قائم ہو چکی ہے کہ رجم کا واقعہ سورۂ نور کے بعد ہوا۔ کیونکہ سورۂ نور کا نزول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کے واقعہ میں ہوا تھا۔ اور یہ واقعہ ۴ھ ۵ھ یا ۶ھ میں ہوا تھا۔ اور رجم کا واقعہ اس کے بعد ہوا۔ کیونکہ رجم کے موقعہ پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ اور وہ اسلام ہی ۷ھ میں لائے ہیں۔"

* * * * * *

اور حافظؒ نے اس پر اتنا اضافہ کیا ہے :

وابن عباس انما جاء مع امه الى المدينة سنة تسع۔

"نیز ابن عباسؓ اس موقعہ پر موجود تھے اور انہوں نے اپنی والدہ کے ساتھ ۹ھ میں مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی۔"

ان دونوں بزرگوں کی بات معقول تھی لیکن چونکہ یہ ہمارے عثمانی صاحب کے نظریہ کے خلاف تھی اس لئے وہ اس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"اس ضمن میں علامہ عینیؒ شارح بخاری کا یہ دعویٰ محل نظر ہے کہ سورۂ انور واقعۂ افک کے سلسلہ میں نازل ہوئی تھی۔ اور یہ واقعہ ۵ھ ۶ھ میں ہوا تھا۔ اور یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد بھی مجرموں کو رجم فرمایا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ رجم کے ایک واقعہ میں حضرت ابوہریرہؓ کی شرکت ثابت ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ۷ھ میں اسلام لائے ہیں۔ لہٰذا ۷ھ کے بعد بھی رجم کرنا ثابت ہے۔ لیکن یہ دعویٰ قابل قبول نہیں۔" (ص ۲۲)

اور اس کی تردید میں انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ ہے کہ اول تو یہی مسلّم نہیں کہ قصۂ اِفک ۵ھ یا ۶ھ میں پیش آیا تھا۔ اور اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو اس سے لازم نہیں آتا کہ حدِّ زنا سے متعلق آیات بھی اسی موقع پر نازل ہوئی ہوں۔ "ہو سکتا ہے کہ حدِّ زنا سے متعلق آیات ۷ھ کے بعد نازل ہوئی ہوں اور یہی بات قرینِ قیاس بھی ہے۔"

عثمانی صاحب اپنے اس موقف پر کہ آیت نور کے بعد رجم کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا کوئی واضح دلیل قائم کرنے سے قاصر ہیں وہ "ہو سکتا ہے۔ اور یہی بات قرینِ قیاس ہے" جیسے مفروضوں کے سہارے آیت نور کے نزول کو زیادہ سے زیادہ ۷ھ کے بعد تک مؤخر کر رہے ہیں۔ اگر ان کے ان تمام قیاسات اور مفروضوں کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی حافظ ابن حجرؒ اور علامہ بدرالدین عینیؒ کا استدلال اپنی جگہ قائم ہے کیونکہ اس امر کے شواہد موجود ہیں کہ رجم کے واقعات ۸ھ، ۹ھ اور ۱۰ھ میں پیش آئے۔ چنانچہ:

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، جو ۷ھ میں اسلام لائے تھے۔ واقعہ رجم کے عینی شاہد ہیں، ظاہر ہے کہ یہ واقعہ ۷ھ کے بعد پیش آیا ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنی والدہ کے ساتھ ۹ھ میں مدینہ طیبہ آئے تھے، وہ بھی حدیث رجم روایت کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ واقعہ ۹ھ یا ۱۰ھ میں پیش آیا ہوگا۔

رجم کا ایک واقعہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور وہ ۹ھ میں بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے تھے۔ اس لئے یہ واقعہ بھی ۹ھ یا ۱۰ھ ہی کا ہو سکتا ہے۔

اور اس امر کی قطعی دلیل کہ رجم کا حکم آیت نور سے منسوخ نہیں ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات خلفاء راشدین کا رجم کے حکم پر عمل کرنا ہے۔ چنانچہ خود عثمانی لکھتے ہیں:

"روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ خلفائے راشدین نے اپنے عہد میں بھی رجم

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے حکم پر عمل فرمایا ہے (اگر وہ روایات صحیح ہوں۔ اس پر ہم آگے چل کر بحث کریں گے[1]) اور حضرات خلفائے راشدین کو غلط فہمی یا اجتہادی غلطی اسی وقت ہو سکتی ہے، جبکہ یہ حکم بہت بعد میں نازل ہوا ہو۔ اور ایسا کوئی واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں پیش نہ آیا ہو جس سے تورات کے حکم کا منسوخ ہونا ان حضرات پر واضح نہ ہو سکا ہو۔" (ص ۲۲)

عثمانی کے اس فقرہ میں چند امور توجہ طلب ہیں :

اوّل : موصوف کو اس کا (طوعاً و کرہاً) اقرار ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات خلفائے راشدین (رضوان اللہ علیہم) نے رجم کے حکم پر عمل فرمایا تھا، کسی حکم پر حضرات خلفائے راشدین کا عمل کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ حکم نافذ العمل ہے منسوخ نہیں۔

دوم : عثمانی صاحب کو خوش فہمی ہے کہ حضرات خلفائے راشدینؓ نے غلط فہمی یا اجتہادی غلطی کی وجہ سے اس پر عمل کیا تھا۔ ورنہ ــــ بقول اُن کے ــــ یہ حکم منسوخ تھا۔ یہاں پہلا سوال تو یہ ہے کہ جس حکم کا منسوخ ہونا حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی (رضی اللہ عنہم) کو معلوم نہیں ہو سکا، اس کے منسوخ ہونے کا علم آنجناب کو کیسے ہو گیا؟ کیا یہ ستم ظریفی نہیں کہ محض اپنی خواہش اور کج فکری سے ایک حکم کو منسوخ قرار دے دیا جائے۔ اور پھر کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر شریعتِ یہود کی پیروی کرنے کا الزام لگایا جائے۔ اور کبھی حضرات خلفائے راشدین پر غلط کاری کی تہمت دھری جائے۔ کیا یہ ٹھیک وہی نظریہ نہیں جو خارجی پیش کیا کرتے تھے کہ علی (کرم اللہ وجہہ) قرآن کو نہیں سمجھے۔ ہم سمجھے ہیں۔ جن حضرات کی زندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گذری۔ جنہوں نے نزول وحی کے مشاہد کو آنکھوں سے دیکھا۔ اور جو ہر آیت کے بارے میں یہ بتا سکتے تھے کہ کب اتری۔ کہاں اتری اور کس کے حق میں اتری[2]۔ ان کے بارے میں

---

[1] ان روایات کے صحیح ہونے میں تو کلام نہیں۔ اور عثمانی صاحب نے آگے چل کر جو بحث کی ہے وہ بھی عنقریب قارئین کے سامنے آرہی ہے۔

[2] حافظ سیوطی نے الاتقان (۲ - ۱۸۷) میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے (باقی حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تو یہ باور کرایا جائے کہ وہ قرآن کو سمجھے نہیں تھے ۔ اور انہوں نے غلط فہمی کی وجہ سے قرآن کے خلاف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نقل کیا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے :

سلونی عن کتاب اللہ فواللہ	"مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں
ما من آیۃ الا وانا اعلم	دریافت کرو ۔ پس اللہ کی قسم ! قرآن
ابلیل نزلت ام بنہار ام	کی کوئی آیت ایسی نہیں جس کے بارے
فی سہل ام مجبل ۔	میں مجھے معلوم نہ ہو کہ وہ رات کو نازل ہوئی
٭ ٭ ٭ ٭ ٭	تھی یا دن کو ۔ اور میدان میں نازل ہوئی تھی یا پہاڑ پر"

ایک اور روایت میں ہے :

واللہ ما نزلت آیۃ الا وقد	" اللہ کی قسم ! جو آیت بھی نازل ہوئی
علمت فیم انزلت واین	اس کے بارے میں مجھے علم ہے کہ کس
انزلت ۔ ان ربی وھب لی	واقعہ سے متعلق نازل ہوئی ۔ اور کہاں نازل
قلبا عقولا ولسانا سئولا ۔	ہوئی ۔ میرے رب نے مجھے بہت سمجھنے والا دل
٭ ٭ ٭ ٭ ٭	اور بہت سوال کرنے والی زبان بخشی ہے"

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے :

واللہ الذی لا الہ غیرہ ۔ ما	" اس اللہ کی قسم ! جس کے سوا کوئی
نزلت آیۃ من کتاب اللہ	معبود نہیں ۔ کتاب اللہ کی کوئی آیت
الا وانا اعلم فیمن انزلت	ایسی نازل نہیں ہوئی جس کے بارے
واین انزلت ۔ ولو اعلم	میں مجھے یہ معلوم نہ ہو کہ کس کے بارے
مکان احد اعلم بکتاب	میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی ،
اللہ منی تنالہ المطایا	اور اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی کتاب اللہ
لاتیتہ ۔	کو مجھ سے زیادہ جاننے والا موجود ہے ۔ اور

سواری وہاں تک پہنچ سکتی ہے تو میں اس کے پاس جا کر ضرور استفادہ کروں"

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فیصلے کئے۔ لیکن چودہ سو سال بعد عمر احمد عثمانی اور ان کے ہم ذوق و ہم مشرب حضرات نے قرآن کو ٹھیک سمجھا۔ اور وہ چشم بددور خلفائے راشدینؓ کی غلطیاں پکڑنے کی بھی صلاحیت رکھتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ علم و دانش نہیں۔ بلکہ غرور و پندار کا ہیضہ ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لیکر حضرت عمر بن عبدالعزیز تک جو خلفائے راشدین مسلسل غلط فیصلے کرتے رہے کیا جماعت صحابہ میں ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا جو انہیں ان غلط فیصلوں پر ٹوک سکتا۔ اور انہیں بتاتا کہ میاں! رجم کا حکم تو کبھی اسلام میں نازل ہوا ہی نہیں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو رجم کا حکم مدۃ العمر شریعت یہود کی پیروی میں فرماتے رہے تھے۔ اور اس حکم کو آیت النور نے منسوخ کر دیا ہے۔ ایک منسوخ حکم پر عمل کرتے ہوئے رجم ایسی سنگین سزا جاری کرنا بدترین جرم ہے۔ کیا پورے ذخیرۂ حدیث میں کوئی روایت دکھائی جا سکتی ہے کہ کسی صحابی نے زانی محصن کے رجم کو آیت النور سے منسوخ کہا ہو؟ اگر نہیں تو آج چودہ سو سال بعد اس کے منسوخ ہونے کا دعویٰ کرنا کیا تمام صحابہ کرام کی تجہیل و تضلیل کے مرادف نہیں؟

سوم: عثمانی صاحب اس حقیقت کا اعتراف کرنے پر بھی مجبور ہو گئے ہیں جس کو میں بار بار دہرا چکا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ایک بھی واقعہ ایسا نہیں پیش کیا جا سکتا جس میں زانی محصن پر رجم کے بجائے سو کوڑوں کی سزا جاری کی گئی ہو۔ اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسا ارشاد ہی مروی ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ رجم کے جس حکم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدۃ العمر عمل فرمایا وہ آیت النور سے منسوخ ہو چکا ہے۔ پس جب کہ نسخ کی کوئی شہادت موجود نہیں تو محض ہوا و ہوس اور کجروی و کج فکری سے ایک ایسے حکم کے نسخ کا قائل ہونا، جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک تمام امت کا تعامل و توارث چلا آتا ہو کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟ اگر بغیر ثبوت کے اس طرح کے دعوے ہانکنا کافی ہو سکتا ہے تو دین کی کسی بھی بات کے بارے میں یہی دعویٰ ہانکا جا سکتا ہے کہ یہ حکم منسوخ ہو گیا تھا مگر کسی کو پتہ نہیں چلا۔ اس لئے خلفائے راشدین سے لیکر آج تک کے تمام مسلمان غلط فہمی میں مبتلا رہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ظاھر ہے کہ ایسا نظریہ رکھنے والا مسلمان نہیں۔ زندیق کہلائے گا۔

حضرات خلفائے راشدین (رضوان اللہ علیہم) کسی غلط فہمی یا غلط اجتہاد کی بناپر سزائے رجم جاری نہیں فرماتے تھے ـــــ اور نہ فرما سکتے تھے ـــــ بلکہ وہ علیٰ وجہ البصیرت رجم کے قائل تھے۔ جیساکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خطبہ سے معلوم ہوتا ہے، مسند احمد (۱ - ۲۳) میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں رجم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

لا تخدعن عنه فانه حد	"رجم کے بارے میں دھوکا نہ کھا جانا۔
من حدود الله تعالیٰ.	کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود
الا ان رسول الله صلی الله	میں سے ایک حد ہے۔ یاد رکھو کہ رسول اللہ
علیه وسلم رجم ورجمنا	صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رجم کیا۔ اور آپ
بعده. ولولا ان یقول	کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔ اگر یہ اندیشہ
قائلون زاد عمر فی کتاب الله	نہ ہوتا کہ کہنے والے کہیں گے کہ عمر نے
عزوجل ما لیس منه لکتبته	کتاب اللہ میں ایک ایسی چیز کا اضافہ
فی ناحیة المصحف. شهد	کردیا جو اس میں پہلے نہیں تھی تو میں اس
عمر بن الخطاب رضی الله عنه	کو مصحف کے حاشیہ پر لکھ دیتا۔
ـــــ وقال هیثم مرة ـــــ	اس پر عمر بن خطاب، عبدالرحمٰن بن
وعبد الرحمن بن عوف. و	عوف اور فلاں اور فلاں حضرات
فلان وفلان ان رسول الله	اس پر گواہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ
صلی الله علیه وسلم قد	علیہ وسلم نے رجم کیا۔ اور ہم (خلفاء)
رجم ورجمنا بعده. الا	نے بھی رجم کیا۔
وانه سیکون من بعدکم	یاد رکھو! کہ تمہارے بعد کچھ لوگ
قوم یکذبون بالرجم	ہوں گے۔ جو رجم کا، دجال کا،
وبالدجال. وبالشفاعة.	شفاعت کا، عذاب قبر کا،

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وبعذاب القبر۔ ویقوم	اور ان لوگوں کا جو دوزخ سے کوئلہ
یخرجون من النار بعد ما	بنکر نکلیں گے ، انکار کریں گے۔"
امتحشوا ۔	

اس خطبہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرات خلفاء راشدین (رضوان اللہ علیہم) کا رجم پر عمل درآمد کسی غلطی یا غلط فہمی کا نتیجہ نہیں تھا ۔ بلکہ اس کی بنیاد عین الیقین پر تھی ۔ اور ان کو اس امر کا اندیشہ تھا کہ کم فہم لوگ آیت النور سے رجم کے بارے میں دھوکا کھائیں گے ۔ اور دین کے دیگر قطعیات کی طرح رجم کا بھی انکار کر ڈالیں گے ۔

یہاں تکمیل بحث کے طور پر دو باتیں ذکر کرنا ضروری ہے :

اوّل یہ کہ کسی حکم شرعی کے بارے میں ، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو ، نسخ کا دعویٰ کرنا بہت ہی سنگین بات ہے ۔ اور اس کے لئے نقل صحیح کی ضرورت ہے محض قیاس و گمان سے نسخ کا دعویٰ کرنا جائز نہیں ۔ حافظ سیوطی الاتقان (۲ : ۲۴) میں لکھتے ہیں :

قال ابن الحصار انما یرجع	" ابن الحصار کہتے ہیں کہ نسخ کے باب
فی النسخ الی نقل صریح عن	میں صرف نقل صریح کی طرف رجوع کیا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ	جاتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
وسلم او عن صحابی یقول	سے یا کسی صحابی سے منقول ہو کہ فلاں
ان آیۃ کذا نسخت کذا۔	آیت نے فلاں حکم منسوخ کر دیا ۔ اور
قال وقد یحکم بہ عند	نسخ کا حکم اس وقت بھی کیا جا سکتا
وجود التعارض المقطوع	ہے جب کہ دو نصوں میں قطعی تعارض
بہ مع علم التاریخ لیعرف	ہو ۔ اور ساتھ ہی تاریخ بھی معلوم
المتقدم والمتاخر۔ قال	ہو ۔ تاکہ متقدم اور متاخر کو معلوم کیا
ولا یعتمد فی النسخ قول	جا سکے ۔ اور نسخ کے باب میں عوام
عوام المفسرین بل ولا	مفسرین کے قول پر اعتماد نہیں کیا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اجتهاد المجتهدين من	جائے گا۔ بلکہ بغیر نقل صحیح اور واضح
غير نقل صحيح . ولا معارضة	تعارض کے بغیر مجتہدین کے اجتہاد
بيّنة ۔ لان النسخ يتضمن	پر بھی اس باب میں اعتماد نہیں کیا
رفع واثبات حكم تقرر في	جائے گا۔ کیونکہ نسخ متضمن ہے ایک
عهده صلى الله عليه وسلم	ایسے حکم کے اٹھانے کو جو آنحضرت
والمعتمد فيه النقل و	صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ثابت
التاريخ ، دون الرأى و	تھا۔ اور اس کی جگہ دوسرے حکم کے
الاجتهاد .	رکھنے کو۔ اور اس میں لائق اعتماد نقل

صریح یا قطعی تاریخ ہی ہو سکتی ہے۔ نہ کہ محض رائے اور اجتہاد "

ہمارے زیر بحث مسئلہ میں نہ تو آیت النور اور رجم کے درمیان ایسا تعارض ہے کہ تطبیق نہ ہو سکے۔ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی سے کوئی ایسی روایت ہی منقول ہے کہ آیت النور سے رجم کے حکم کو منسوخ کر دیا تھا۔ اور نہ قطعی طور پر یہی معلوم ہے کہ آیت النور کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کرنا چھوڑ دیا تھا، اور اس کی جگہ سو کوڑوں کی سزا جاری کرنے لگے تھے، اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اہل حق میں سے کوئی شخص بطور رائے اور اجتہاد کے بھی اس کا قائل نہیں کہ رجم آیت النور سے منسوخ ہے۔ اندریں صورت اس آیت سے رجم کے قطعی حکم کو منسوخ قرار دینا ناروا جسارت ہے۔

دوم: حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان آفتاب نبوت کے مہ وانجم تھے۔ شریعت کا کونسا حکم باقی ہے اور کونسا منسوخ ؟ اس باب میں ان کا قول حجت ہے۔ پھر حضرات صحابہؓ کے درجات بھی علم و فقاہت میں مختلف تھے۔ حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ علم و فقاہت میں بہت ہی بلند پایہ تھے۔ حافظ سیوطی تدریب الراوی (۲ ـ ۱۹۰) میں نقل کرتے ہیں :

واسند (الحازمي) عن	" امام حازمی نے اپنی سند کے ساتھ
حذيفة رضي الله عنه انه	حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے نقل

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سئل عن شیٔ فقال انما یفتی من عرف الناسخ والمنسوخ. قالوا: ومن یعرف ذلک؟ قال عمر۔

کہا ہے کہ ان سے کوئی مسئلہ دریافت کیا گیا تو فرمایا، بھائی فتویٰ تو وہ شخص دے سکتا ہے جو ناسخ و منسوخ کو جانتا ہو۔ لوگوں نے کہا ایسا شخص کون ہے؟ فرمایا: عمر"

ء ء ء ء ء ء ء

اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ازالۃ الخفاء (۲ - ۸۲) میں لکھتے ہیں:

اخرج الدارمی عن حذیفۃ قال انما یفتی الناس ثلثۃ. رجل امام۔ ورجل یعلم ناسخ القرآن من المنسوخ۔ قالوا یا حذیفۃ ومن ذلک؟ قال عمرو بن الخطاب۔ اواحمق متکلف۔

" امام دارمی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا فتویٰ تین آدمیوں کا کام ہے۔ ایک امام وقت، دوسرے شخص جو قرآن کے ناسخ و منسوخ کو جانتا ہو۔ لوگوں نے پوچھا، ایسا شخص کون ہے؟ فرمایا، عمر بن خطاب یا پھر فتویٰ دینا تکلف کرنے والے احمق کا کام ہو سکتا ہے۔

واخرج الدارمی عن عمرو بن میمون انہ قال ذھب عمر بثلثی العلم. فذکر لابراھیم فقال ذھب عمر بتسعۃ اعشار العلم۔

اور امام دارمی، عمرو بن میمون تابعی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ دو تہائی علم لے گئے۔ ان کا قول حضرت ابراہیم نخعی کے سامنے ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۹/۱۰ علم لے گئے۔"

پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا برسر منبر یہ ارشاد فرمانا کہ " رجم کے بارے میں دھوکا نہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کھا جاتا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رجم کیا ۔ اور آپؐ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا ......"
اس امر کی دلیل ہے کہ رجم کا حکم قرآن کریم کی کسی آیت سے منسوخ نہیں ہوا ۔ بلکہ تاقیامت واجب العمل ہے ۔ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کے مقابلہ میں جو شخص اس کے منسوخ ہو جانے کا اعلان کرتا ہے وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں " احمق متکلف " کہلانے کا مستحق ہے ۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ۔

حضرت فاروق اعظمؓ کے خطبہ پر ملاحدہ کے شبہات

غالباً امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر منکرین رجم کی حالت منکشف ہو گئی تھی ۔ اس لئے آپ نے آخری خطبہ میں جہاں اور بہت سے اہم مضامین ارشاد فرمائے ۔ وہاں سب سے پہلے رجم کا مسئلہ ذکر فرمایا ۔ اور ملاحدۂ مرجومین کے تمام شبہات کی جڑ کاٹ دی ۔ اس لئے ملاحدہ کی جتنی تحریریں راقم الحروف کی نظر سے گذری ہیں انہوں نے اس چٹان (خطبۂ فاروقی) سے ٹکرا کر اپنا سر پھوڑنے اور اس پر طعن و تشنیع کے تیر برسانے کی کوشش کی ہے ۔ عمر احمد عثمانی نے ان ملاحدہ کی ترجمانی کا پورا حق ادا کیا ہے ۔ اس لئے اس سلسلہ میں ان کے شبہات کا تفصیلی جائزہ ضروری ہے ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ میں اس کا ذکر بھی آیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر رجم کی ایک مستقل آیت نازل ہوئی تھی ۔ جس کی تلاوت منسوخ ہو گئی تھی اور حکم باقی رہا ۔ موطا امام مالک میں بروایت یحییٰ بن سعید عن سعید بن المسیب مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس خطبہ میں ارشاد فرمایا :

ایھا الناس! قد سنت لکم السنن وفرضت لکم الفرائض ۔ وترکتم علی الواضحۃ الا ان تضلوا	" اے لوگو! تمہارے لئے سنتیں جاری ہو چکی ہیں ۔ اور فرائض مقرر کئے جا چکے ہیں ۔ اور تم ایک صاف اور واضح راستہ پر چھوڑے گئے ہو ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بالناس يميناً وشمالاً ــــ وضرب احدى يديه على الأخرى ــــ ثم قال. اياكم ان تهلكوا عن آية الرجم. ان يقول قائل لا نجد حدين فی کتاب الله. فقد رجم رسول الله صلى الله عليه وسلم ورجمنا. والذی نفسی بيده لولا ان يقول الناس زاد عمر فی کتاب الله لكتبتها "الشيخ والشيخة اذا زنيا فارجموهما البتة" فانا قد قرأناها ..... قال مالك الشيخ والشيخة الثيب والثيبة. (موطا، ص ۳۴۹)

الآیہ کہ تم لوگوں کے ساتھ دائیں بائیں بھٹکنے لگو۔ پھر فرمایا۔ خبردار! رجم کی آیت کے بارے میں ہلاک نہ ہو جانا۔ کہ کوئی کہنے والا کہنے لگے۔ کہ ہم کتاب اللہ میں دو حدیں نہیں پاتے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رجم کیا۔ اور ہم نے بھی رجم کیا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے کہ عمر نے کتاب اللہ میں اضافہ کر دیا تو میں اس کو لکھ دیتا " شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت جب زنا کریں۔ تو ان کو ضرور سنگسار کر دو" کیونکہ ہم یہ آیت پڑھ چکے ہیں .... امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ شیخ اور شیخہ سے مراد ہیں شادی شدہ مرد و عورت"

ملاحدہ نے سب سے زیادہ زور اس منسوخ شدہ آیت کا مذاق اڑانے پر دیا ہے۔ اس لئے ان کے شبہات پر غور کرنے سے پہلے چند امور ذکر کر دینا مناسب ہے۔

اوّل : اس مضمون کی روایات متعدد صحابہؓ سے مروی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر رجم کی آیت نازل ہوئی تھی۔ ان کو حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری (۱۲ - ۱۲۰) میں اجمالاً اور حافظ سیوطیؒ نے الاتقان (۲ - ۲۵ و ۲۶) میں تفصیلاً جمع کر دیا ہے۔ ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱ ــــ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت جو مؤطا کے حوالے سے ابھی نقل ہوئی ہے۔ ابن ماجہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(ص ۱۸۶) میں بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کے الفاظ یہ ہیں :

قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ لقد خشیت ان یطول بالناس زمان حتی یقول قائل ما اجد الرجم فی کتاب اللہ فیضلوا بترک فریضۃ من فرائض اللہ . الا وان الرجم حق . اذا احصن الرجل وقد قامت البینۃ . او کان حمل . او اعتراف . وقد قرأتھا : " الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ " ۔ رجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ورجمنا بعدہ ۔

" حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ لوگوں پر زمانہ طویل گذرے گا ۔ یہاں تک کہ کہنے والا کہے گا کہ میں رجم کا حکم کتاب اللہ میں نہیں پاتا ۔ پس اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے ایک فریضہ کو چھوڑ کر لوگ گمراہ ہوں گے خبردار ! بے شک رجم حق ہے ۔ جب مجرم شادی شدہ ہو ۔ اور اس پر گواہی قائم ہو جائے ۔ یا حمل ہو ۔ یا اقرار ہو ۔ اور میں نے یہ آیت پڑھی ہے : " شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت جب زنا کریں تو ان کو رجم کرو " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رجم کیا ہے ، اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا ہے "

۲ ـــــ سید القراء حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سورۃ احزاب سورۃ بقرہ کے برابر تھی (پھر اس کی بہت سی آیتیں منسوخ ہو گئیں) اور اسی میں ہم یہ آیت پڑھا کرتے تھے ۔ الشیخ والشیخۃ الخ (مستدرک حاکم ۴ ـ ۳۵۹)

۳ ـــــ اُمامہ بن سہل اپنی خالہ (حضرت عجماء رضی اللہ عنہا) سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ آیت پڑھائی تھی ۔ الشیخ والشیخۃ الخ (حوالۂ مذکور)[1]

[1] امام ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد (۶ ـ ۲۶۵) میں اسے طبرانی کے حوالہ سے نقل کیا ہے ۔ اور کہا ہے ۔ " و رجالہ رجال الصحیح " مگر زوائد کے مطبوعہ نسخہ میں " فارجموھما " کی جگہ " فاجلدوھما " غلط چھپا ہے ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۴ ـــــ کثیر بن الصلت سے روایت ہے کہ حضرت زید بن ثابت اور سعید بن العاص رضی اللہ عنہما مصحف کی کتابت کر رہے تھے ۔ جب اس آیت پر پہنچے تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے "الشیخ والشیخۃ فارجموھما البتۃ" تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ آیت مجھے لکھوا دیجئے ۔ گویا آپؐ نے اس پر ناگواری کا اظہار فرمایا (مستدرک ۴ - ۳۶۰)

دوم : ان روایات سے واضح ہوتا ہے کہ رجم کے حکم کی آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ۔ بعض صحابہؓ نے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی بھی تھی ۔ لیکن آپؐ نے اس کی عام اشاعت و کتابت کو پسند نہیں فرمایا ۔ اور اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی ۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مصحف میں شامل نہیں فرمایا ۔ حافظؒ نے فتح الباری (۶ - ۱۲۰) میں نسائی کے حوالے سے روایت نقل کی ہے کہ مروان بن حکمؓ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ اس آیت کو مصحف میں کیوں نہیں لکھتے (جب کہ اس کا حکم باقی ہے) انہوں نے فرمایا نہیں! اس کو مصحف میں نہیں لکھا گیا ۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ جوان شادی شدہ جوڑا زنا کا مرتکب ہو تو ان کو بھی رجم کیا جاتا ہے ۔ (اور یہ حکم آیت منسوخہ کے ظاہر کے خلاف ہے) اور ہم نے اس کا ذکر کیا (کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے لکھوانے کی فرمائش کی جائے) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کام میں میں تمہاری کفایت کروں گا ۔ چنانچہ انہوں نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر) عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! یہ مجھے لکھوا دیجئے ۔ آپؐ نے فرمایا: "لا استطیع" میں اس کی طاقت نہیں رکھتا"

قرآن کریم کی جن آیات کی تلاوت منسوخ ہو جاتی تھی ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی تلاوت ترک کرا دی جاتی تھی ۔ اور وہ ذہن اور حافظے سے محو کر دی جاتی تھی ۔ یہی صورت آیت رجم کے ساتھ بھی پیش آئی ۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ شروع ہی سے اس کو قرآن متلو کی حیثیت نہ دی گئی ہو ۔ بلکہ اس فقرہ سے وحی غیر متلو کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زانی محصن کے حکم کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اطلاع دینا مقصود ہو۔ بہرحال یہ ایک قطعی حقیقت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نظم قرآن میں شامل نہیں فرمایا۔ اور جن روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسی آیت نازل ہوئی تھی ان سے اس کی قرآنیت ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ قرآن متلو کی حیثیت سے اس کا تواتر ثابت نہیں۔

سوم : نسخ کی یہ صورت کہ کسی آیت کے الفاظ منسوخ ہو جائیں اور حکم باقی رہے۔ اگر بعض معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے۔ لیکن باتفاق اہل حق یہ صحیح ہے۔ اور اس میں کوئی عقلی یا شرعی محظور نہیں۔ کیونکہ بہت سے احکام ایسے ہیں جن کو نظم قرآن میں شامل نہیں کیا گیا۔ لیکن بذریعہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریع فرمائی۔ پس جس طرح یہ جائز ہے کہ ایک حکم وحی غیر متلو کے ذریعہ منجانب اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا جائے۔ اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ ایک حکم ابتداءً وحی متلو کی حیثیت رکھتا ہو۔ لیکن بعد میں اس کی تلاوت اٹھالی جائے اور حکم باقی رہے۔ ان دونوں باتوں میں کوئی بنیادی فرق نہیں۔ اس لئے جس طرح پہلی صورت جائز ہے۔ اور اس پر کوئی عقلی استحالہ لازم نہیں آتا۔ اسی طرح یہ بھی جائز ہے۔

چہارم :۔ رہا یہ سوال کہ اس آیت کی تلاوت کیوں منسوخ ہو گئی؟ اور اس میں کیا حکمت و مصلحت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی اصل حکمت تو خدا تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ اور ہم معاملات الٰہیہ کی حکمتوں کا نہ احاطہ کر سکتے ہیں۔ اور نہ اس کے مکلف ہیں۔ تاہم اکابر سے اس کی چند حکمتیں منقول ہیں :

۱۔ اوپر کثیر بن الصلت کی جو روایت گذری ہے اس کے آخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی بھی مروی ہیں :

فقال عمر الا ترى ان الشيخ	" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم
اذا زنا ولم يحصن جلد۔ و	دیکھتے نہیں ہو کہ بوڑھا (شیخ) جب زنا
وان الشاب اذا زنا وقد	کرے اور وہ شادی شدہ نہ ہو تو اس کی سزا
احصن رجم۔	کوڑے لگانا ہے۔ اور شادی شدہ جوان زنا
٭ ٭ ٭ ٭ ٭	کا مرتکب ہو اس کو سنگسار کیا جاتا ہے؟

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں: "اس حدیث سے اس آیت کی تلاوت کے منسوخ ہونے کا سبب معلوم ہو جاتا ہے۔ یعنی عمل کا اس کے ظاہری عموم کے خلاف ہونا۔" (فتح الباری ۶-۱۲۰)

مطلب یہ کہ یہاں "الشیخ والشیخۃ" سے مراد شادی شدہ مرد و عورت تھے۔ جن کو ایک خاص نکتہ کی وجہ سے "بوڑھا مرد اور بڑھیا عورت" کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا تھا (اس تعبیر میں فن بدیع کا جو نکتہ تھا اسے ابن حاجب کی امالی سے ابن ماجہ (ص ۱۸۶) کے حاشیہ میں ذکر کیا گیا ہے) مگر حکم چونکہ ظاہری الفاظ کے خلاف تھا اس لئے اس کی تلاوت منسوخ کر دی گئی، اوپر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت جو گذری ہے اس میں بھی یہی سبب ذکر کیا گیا ہے۔

۲۔ ایک حکمت حافظؒ نے ابن الضریس کی "فضائل قرآن" کے حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں نقل کی ہے:

عن زید بن اسلم ان عمر	"زید بن اسلمؒ سے روایت ہے کہ حضرت
خطب الناس، فقال لاتشکوا	عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے خطاب فرمایا
فی الرجم فانہ حق. ولقد	پس فرمایا کہ رجم کے بارے میں شک نہ
هممت ان اکتبہ فی المصحف	کرنا۔ کیونکہ وہ حق ہے۔ اور میں نے
فسألت أبی بن کعب. وقال	ارادہ کیا تھا کہ یہ حکم مصحف میں لکھ دوں
الیس أتیتنی وانا استقرئها	میں نے ابی بن کعب سے مشورہ کیا۔ تو
رسول اللہ فدفعت فی صدری	انہوں نے کہا کہ کیا آپ کو یہ واقعہ یاد نہیں
وقلت تستقرئه آیة	رہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
الرجم. وهم یتسافدون	اس کے پڑھنے کی فرمائش کر رہا تھا آپ
تسافد الحمر - ورجاله	آئے اور میرے سینہ میں دھول ماری
ثقات. (فتح الباری ۶-۱۲۰)	اور کہا کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

رجم کی آیت پڑھنا چاہتے ہو۔ حالانکہ لوگ گدھوں کی طرح جفتی کریں گے۔"

حافظ ابن حجرؒ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "اس روایت میں آیت کے نسخ تلاوت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے سبب کی طرف اشارہ ہے اور وہ ہے اختلاف "

مطلب یہ کہ لوگوں کی کوتاہ بینی اور شہوت پرستی انہیں اس حکم سے اختلاف پر آمادہ کرتی۔ اور وہ قرآن کریم پر نکتہ چینی کر کے کفر صریح کے مرتکب ہوتے اس لئے رحمت مقتضی ہوئی کہ اس حکم کو توارث و تعامل کے ذریعہ باقی رکھا جائے۔ قرآن متلو کی حیثیت اس کو نہ دی جائے۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ شریف کے قبلہ مقرر کئے جانے کی توقع تھی اور نظر مبارک بار بار آسمان کی طرف اٹھتی تھی۔ اسی طرح غالباً آپؐ کو اس آیت کے نسخ تلاوت کی بھی شروع ہی سے توقع تھی اس لئے اس کی عام اشاعت و کتابت کو شروع ہی سے پسند نہیں فرمایا۔

۳۔ حافظ سیوطیؒ الاتقان (۲-۲۶) میں لکھتے ہیں:

قلت: وقد خطر لی فی ذلك نكتة حسنة۔ وهو ان سببه التخفيف على الامة لعدم اشتهارها۔ وتلاوتها۔ وكتابتها فی المصحف۔ وان كان حكمها باقياً۔ لانه اثقل الاحكام واشدها۔ واغلظ الحدود۔ وفيه الاشارة الى ندب الستر۔	"میں کہتا ہوں کہ اس سلسلہ میں میرے ذہن میں ایک عمدہ نکتہ آیا ہے۔ اور وہ یہ کہ اس کا سبب امت کے حق میں تخفیف ہے۔ کہ اس کی تلاوت باقی نہیں رہی۔ اور مصحف میں اس کی کتابت نہیں ہوتی۔ اگرچہ اس کا حکم باقی رہا۔ کیونکہ یہ احکام میں سب سے ثقیل اور شدید حکم اور سب سے سخت حد تھی۔ اور اس میں اشارہ تھا کہ ایسے مجرم پر پردہ ڈالنا مندوب ہے"

مطلب یہ کہ حکم کے باقی ہونے کے باوجود اس کو قرآن متلو کی حیثیت نہ دینا ایک طرح کی ستر پوشی اور عیب پر پردہ ڈالنا تھا۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے کہ مسلمانوں میں ایسے مجرم پائے جائیں۔ جن کی یہ شدید ترین سزا منبر و محراب میں تلاوت ہوا کرے۔ اس لئے گو حکم باقی رکھا گیا۔ مگر قرآن حکیم نے اس کے اپنے نظم میں شامل نہیں فرمایا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۴ ۔ مولانا محمد انور شاہ کشمیری (نور اللہ مرقدہٗ) فرماتے ہیں :۔

" میں کہتا ہوں کہ جو بات مجھ پر واضح ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ اصل حد زنا تو وہی ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے ۔ اور وہ کوڑوں کی سزا ہے ۔ رہ گیا رجم ، تو وہ ثانوی سزا ہے ۔ اس کو قرآن کریم نے اپنے نظم میں اس لئے شامل نہیں فرمایا کہ وہ اس کے ذکر کو گمنام رکھنا چاہتا ہے ۔ تاکہ یہ لوگوں سے جسقدر ساقط ہو سکے ساقط ہو جائے ۔ لہذا کوڑے مارنے کی سزا تو ایسی حد مقصود تھی جو کسی حالت میں بھی ساقط نہ ہونی چاہیئے ۔ رہ گیا سنگسار کرنا تو اگرچہ وہ بھی حد ہے ۔ لیکن مقصود یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے اسے ساقط کر دیا جائے ۔ پس اگر قرآن نے اس کو بھی اپنے نظم میں شامل کر لیا ہوتا تو اس سے اس کی اہمیت بڑھ جاتی ۔ اور اس کے ذکر کو شہرت حاصل ہو جاتی ۔ جبکہ مقصود اس کے ذکر کو گمنام رکھنا ہے ۔ اور کیوں نہ ہوتا ۔ اگر یہ سزا قرآن میں ذکر کر دی جاتی تو وحی متلو ہوتی ، جو قیامت تک تلاوت کی جاتی ، پس مقصود حاصل نہ ہوتا ۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ان دونوں سزاؤں کو جمع فرمایا ۔ اور کبھی صرف ایک پر اکتفا فرمایا ۔ اور یہی مطلب ہے اس روایت کا جو فتح الباری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آیت رجم لکھوا دی جائے تو فرمایا ۔ اس کو کیسے لکھو گے ۔ جب کہ لوگ گدھوں کی طرح شہوت رانی کریں گے ۔ مقصد یہ تھا کہ زنا کی تو کثرت ہو کر رہے گی ۔ اور اس کی سزا رجم ہے ۔ پس اگر اس کو لکھ دیا جاتا تو اس کی اہمیت بڑھ جاتی ۔ پس بہتر یہی ہے کہ رجم عمل میں تو باقی رہے ۔ لیکن قرآن کریم میں گمنام رہے ۔ اگر میں اس کو قرآن میں لکھ دوں تو اس کا معاملہ مؤکد ہو جائے گا ۔ اس صورت میں ساقط کر دینا اس کے مناسب نہ ہوگا ۔ جبکہ مقصود یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اس کو ساقط کیا جائے ۔ (فیض الباری ۴ ۔ ۴۴۸ ، ۴۴۹)

آیت رجم کے بارے میں ان تمہیدی امور کو ذہن میں رکھنے کے بعد ملاحدہ کے شبہات پیش کئے جاتے ہیں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پہلا شبہ :

عمر احمد عثمانی ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خطبہ کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

" ہدایہ کے حاشیہ میں مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے عنایہ کے حوالہ سے وہ آیت بھی نقل فرمادی ہے جو بقول ان کے قرآن میں موجود تھی لیکن اب موجود نہیں ہے ۔ آیت کے الفاظ یوں نقل کئے گئے ہیں : الشیخ والشیخۃ الخ "

(ہدایہ ص ۵۰۹ ج ۲ - فاران ص ۲۵)

اس فقرے میں موصوف نے دو گمراہ کن مغالطے دئے ہیں ۔ ایک یہ کہ آیت رجم کا انکشاف گویا پہلی مرتبہ مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے عنایہ کے حوالے سے کیا ہے ، حالانکہ اگر موصوف کو آیت رجم نقل کرنی تھی تو اس کے لئے موطا امام مالک اور ابن ماجہ کا حوالہ دیا جاسکتا تھا جن میں سند صحیح کے ساتھ یہ منسوخ شدہ آیت نقل کی گئی ہے ۔

دوسرا مغالطہ یہ ہے کہ موصوف ، مولانا لکھنویؒ اور صاحب عنایہ کی طرف اس قول کو منسوب کرتے ہیں کہ " یہ آیت قرآن میں موجود تھی ۔ لیکن اب موجود نہیں ہے " جس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس کو قرآن کریم میں درج کرایا تھا لیکن بعد میں کسی نے نکال دی ۔ نعوذ باللہ ۔ حالانکہ کوئی مسلمان تو کیا کوئی کافر بھی یہ کہنے کی جرأت نہیں کرسکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو قرآن چھوڑ گئے تھے ۔ اس کی ایک آیت تو کجا ، ایک لفظ کی بھی کمی بیشی کی گئی ہے ۔ عثمانی صاحب کی فہم و دیانت کا شاہکار ملاحظہ ہو کہ ایک خالص ملحدانہ نظریہ عثمانی صاحب اپنے ذہن سے گھڑ کر اسے مولانا لکھنویؒ اور صاحب عنایہ کے سر مڑھ رہے ہیں ۔ اگر انہوں نے عنایہ کا مطالعہ کیا ہے تو یقیناً ان کو علم ہے کہ مولانا لکھنوی اور صاحب عنایہ ان کی اس ملحدانہ بہتان تراشی سے بری ہیں ۔ صاحب عنایہ ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خطبہ (جس میں اس منسوخ شدہ آیت کا ذکر آیا تھا) نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں :

وانتسخت تلاوتها بصرف القلوب عنها الحكمة	" اور اس آیت کی تلاوت منسوخ ہوگئی ۔ اور قلوب سے اس کو اٹھالیا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یعلمھا اللہ ۔ گیا ۔ بوجہ اس حکمت کے، جس کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں"۔

صاحب عنایہ، یہ نہیں کہہ رہے کہ "یہ آیت قرآن میں موجود تھی لیکن اب موجود نہیں ہے" بلکہ وہ تو یہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت بھی نازل ہوئی تھی لیکن کسی حکمت کی بنا منجانب اللہ اس کو منسوخ کر دیا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے ذہنوں سے اس کے الفاظ اٹھا لئے گئے ، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مصحف میں شامل نہیں فرمایا

دوسرا شبہ :

عثمانی صاحب خود بھی محسوس کرتے ہیں کہ مندرجہ بالا فقرہ میں انہوں نے ایک غلط بات خود تراش کر مولانا لکھنوی اور صاحب عنایہ کی طرف منسوب کر دی ہے ۔ چنانچہ اس کے بعد "نسخ کا دعویٰ" کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں :

> "ان روایات کی بنا پر یہ نظریہ وضع فرمایا گیا کہ قرآن کریم کی بہت سی آیتیں منسوخ بھی ہیں ۔ اور ان کی تین قسمیں ہیں ۔ (۱) وہ آیات جن کی تلاوت بھی منسوخ ہو گئی اور حکم بھی منسوخ ہو گیا (۲) وہ روایات[1] جن کا حکم تو منسوخ ہو گیا، مگر تلاوت منسوخ نہیں ہوئی (۳) وہ آیات جن کی تلاوت تو منسوخ ہو گئی اور وہ اب قرآن میں موجود نہیں ہیں[2] ۔ مگر ان کا حکم منسوخ نہیں ہوا ۔ وہ اب بھی باقی ہے ۔ بلاشبہ نسخ کی پہلی صورت تو قابل فہم ہے کہ جن حالات میں کوئی آیت نازل ہوئی تھی وہ حالات باقی نہ رہے لہٰذا وہ آیت منسوخ ہو گئی ۔ لیکن دوسری اور تیسری صورت قابل فہم نہیں ۔ خصوصاً تیسری صورت تو بالکل ہی مضحکہ خیز ہے"۔

---

[1] موصوف کے ذہن پر "روایات" کا لفظ کچھ ایسا سوار ہے کہ "آیات" کی جگہ بھی "روایات" کا لفظ قلم سے نکلتا ہے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

[2] پھر وہی ملحدانہ اور گمراہ کن تعبیر ۔ اس کی جگہ یہ لکھنا چاہئے تھا کہ "اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن متلو میں باقی نہیں رکھا"۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں اوپر عرض کر چکا ہوں اہل حق، اہل سنت والجماعت، کے نزدیک نسخ کی تینوں صورتیں جائز ہیں۔ اگر عمر احمد عثمانی صاحب اہل حق سے اختلاف کر کے باطل کو اختیار کرنا چاہتے ہیں تو انہیں "مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّار" کا مصداق بننے اور "نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ" کی راہ پر چلنے سے کون روک سکتا ہے۔

لیکن ان کی خیر خواہی کے لئے اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ نسخ کی پہلی قسم کو آپ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اور اسے "قابل فہم" فرماتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس بات کا علم بھی "روایات" ہی سے ہوگا کہ فلاں مضمون کی ایک آیت نازل ہوئی تھی جو بعد میں مع اپنے حکم کے منسوخ ہو گئی۔ ایسی روایات تو آپ کے لئے قابل فہم ہیں۔ اب اگر احادیث صحیحہ اور امت کے تعامل و توارث سے یہ بھی ثابت ہو جائے کہ قرآن کریم کی فلاں آیت کا حکم ابتداء اسلام میں تھا۔ بعد میں اس کی جگہ خدا تعالیٰ نے فلاں حکم نازل کر دیا۔ یا یہ کہ فلاں حکم کی آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی۔ مگر اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی۔ اور حکم باقی رہا تو سوال یہ ہے کہ پہلی قسم کی روایات کو آپ کیوں تسلیم کرتے ہیں۔ اور دوسری قسم کی احادیث اور تعامل و توارث کو کس دلیل سے رد فرماتے ہیں۔ روایات کی بنا پر پہلی صورت کیوں قابل فہم ہے۔ اور دوسری صورت کیوں قابل فہم نہیں۔ دونوں کے لئے رد و قبول کا ایک الگ الگ پیمانہ کیوں ہے؟ اور دونوں کے درمیان وجہ فرق کیا ہے؟

اگر رد و قبول کا مدار صرف جناب کے "فہم عالی" پر ہے کہ دین کی جس بات کو جناب کا فہم سامی قبول کرلے وہ تو لائق قبول ہے۔ اور جس چیز کو جناب کا فہم شریف رد کر دے وہ لائق رد ہے تو گستاخی معاف! جناب کو دنیائے ہست و بود میں آج سے چودہ سو سال پہلے اس وقت تشریف لانا چاہئے تھا جب کہ دین کی تشریع ہو رہی تھی۔ تاکہ خدا و رسولؐ جناب کے فہم سے استفادہ کر سکتے۔ اور کسی حکم کی تشریع کے وقت پہلے یہ دیکھ لیا کرتے کہ جناب عمر احمد عثمانی کا فہم اس کو قبول بھی کرتا ہے یا نہیں؟ لیکن افسوس ہے کہ چودہ سو سال بعد آپ تشریف لا کر یہ مشورہ دیتے ہیں کہ فلاں بات تو قابل فہم ہے۔ اور فلاں بات قابل فہم نہیں، معاف کیجئے یہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مشورہ بہت بعد از وقت ہے۔ دین کا مدار نقل پر ہے۔ ما و شما کے فہم کج پر اس کا مدار نہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ (عمر احمد عثمانی کے والد ماجد شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانیؒ تک) گذشتہ تمام اکابر بھی عقل و فہم سے عاری نہیں تھے۔ جو نسخ کی تینوں صورتوں کے قائل ہیں، اس لئے اگر عمر احمد عثمانی کے لئے کوئی چیز ناقابل فہم ہے تو یہ اس چیز کا قصور نہیں۔ بلکہ آنجناب کے فکر و فہم کا قصور ہے۔ اور دین کی کسی بات کو ناقابل فہم کہکر آپ مولانا رومؒ کے اس ارشاد کی تصدیق کرتے ہیں :

حملہ بر خود مے کنی اے سادہ مرد
ہمچو آں شیرے کہ بر خود حملہ کرد

تیسرا شبہ :

عثمانی صاحب لکھتے ہیں :

" اگر خدا کو کسی آیت کا حکم باقی رکھنا ہے تو اسے قرآن کریم سے خارج کرنے اور تلاوت منسوخ کرنے میں کونسی مصلحت ہو سکتی ہے۔ خدا کا کوئی کام مصلحت سے خالی نہیں ہو سکتا۔"

لاریب کہ خدا کا کوئی کام حکمت و مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔ لیکن اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ خدا تعالیٰ اپنے کام کی حکمت و مصلحت سے جناب عمر احمد عثمانی کو بھی مطلع کیا کرے؟ جب نقل صحیح سے ثابت ہے کہ فلاں آیت اتری تھی۔ مگر بعد میں منسوخ ہو گئی تو اس سے خود بخود یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کا منسوخ ہونا ہی حکمت و مصلحت تھا۔ خواہ وہ مصلحت کسی کو معلوم ہو یا نہ ہو۔ جو شخص خدا و رسولؐ کی بات کو اس وقت تک ماننے ہی کے لئے تیار نہ ہو جب تک اسے مصلحت معلوم نہ ہو جائے وہ دراصل خدا و رسولؐ پر ایمان ہی نہیں رکھتا۔ بلکہ اپنی عقل ناقص اور فہم نارسا پر ایمان رکھتا ہے۔

چوتھا شبہ :

عثمانی صاحب لکھتے ہیں :

" ہمارے علماء کرام آج تک نہ اس کی (آیت رجم کے منسوخ ہو جانے کی)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کوئی مصلحت بتا سکے ۔ اور نہ ہی اس کی کوئی دوسری مثال قرآن کریم سے پیش کر سکے "۔ (ص ۲۵)

اوّل تو ___ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ___ "ہمارے علمار کرام "کسی حکم شرعی کی حکمت و مصلحت بتانے کے مکلف ہی نہیں، کیونکہ وہ دین کے ناقل ہیں۔ واضع اور شارع نہیں حکمت کا مطالبہ قانون کے واضع سے ہوا کرتا ہے۔ نہ کہ ناقل سے ۔ اس لئے علمار امت سے اس کی حکمت و مصلحت کا مطالبہ ہی غلط ہے۔ ہاں ! ان سے تصحیح نقل کا مطالبہ ہو سکتا ہے، کہ جو بات تم کہہ رہے ہو وہ کسی قابل اعتماد ذریعہ سے منقول بھی ہے یا نہیں ؟

علاوہ ازیں عثمانی صاحب کے دونوں دعوے غلط ہیں۔ علمائے امت نے اس کے نسخ تلاوت کی حکمت و مصلحت بیان کردی ہے ۔ مگر اس کے فہم کے لئے بھی فہم سلیم درکار ہے ۔ اسی طرح یہ کہنا بھی غلط ہے کہ نسخ تلاوت اور بقائے حکم کی کوئی اور مثال پیش نہیں کی گئی ۔ الاتقان (۲-۲۴ و ما بعد) میں اس کی متعدد مثالیں مذکور ہیں، اور کم ازکم ایک مثال تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زیر بحث خطبہ ہی میں موجود ہے :

ثم انا کنا نقرء فیما نقرء من	"پھر ہم کتاب اللہ میں یہ آیت بھی پڑھتے
کتاب اللہ ان لا ترغبوا عن	رہے ہیں کہ " تم اپنے باپوں سے اپنا
أباءکم فانه کفر بکم	نسب منقطع نہ کرو ۔ کہ یہ کفر کی بات ہے"۔

(صحیح بخاری ۲ - ۱۰۰۹) × × × × ×

یہ بھی منجملہ ان آیات کے ہے جو قرآن کریم میں نازل ہوئی تھیں ۔ بعد میں منسوخ ہوگئیں ۔ مگر ممانعت کا حکم اب بھی باقی ہے ۔

پانچواں شبہ : عثمانی صاحب لکھتے ہیں :

" یہ دراصل اس شیعی شرارت کا حصہ ہے کہ قرآن کریم کی حفاظت و صیانت کو مشتبہ اور مشکوک بنایا جائے ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے بڑے راوی محمد بن مسلم ابی (؟) شہاب زہری ہیں ۔ جو کتنی اسمار الرجال کی کتابوں میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث کے جلیل القدر امام مانے جاتے ہیں۔ لیکن شیعہ اسماء الرجال کی کتابوں میں ان کے شیعہ ہونے کی تصریحات ملتی ہیں۔"

عثمانی صاحب کی یہ عبارت تماشائے عبرت ہے۔ جس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ خدانخواستہ آدمی کجروی و کج فکری کی راہ پر چل نکلے تو وہ کہاں تک پہنچ سکتا ہے۔ موصوف نے اس عبارت میں تین دعوے کئے ہیں :

۱۔ آیت رجم کا ذکر صرف خطبۂ عمر رضی اللہ عنہ میں آتا ہے۔ اور یہ خطبہ صرف امام زہری نے نقل کیا ہے۔

۲۔ زہری شیعہ ہے ——— لہذا

۳۔ فرض کرنا چاہئے کہ آیت رجم کے منسوخ ہوجانے کا افسانہ ایک شیعہ نے قرآن کریم کی حفاظت وصیانت کو مشکوک اور مشتبہ بنانے کے لئے تصنیف کیا ہے۔

یہ تینوں دعوے اس قدر لغو اور بے ہودہ ہیں کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئی شخص بقائمی ہوش وحواس ان کو زبان وقلم پر بھی لا سکتا ہے۔ عثمانی صاحب کے ان تینوں دعووں کی لغویت پر غور فرمائیے :

اول : آیت رجم کے نازل ہونے اور پھر منسوخ ہوجانے کا ذکر صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خطبہ میں نہیں آتا۔ بلکہ اوپر متعدد صحابہ کرامؓ کی احادیث نقل کرچکا ہوں جنہوں نے اس آیت کے نازل ہونے اور منسوخ ہوجانے کو بیان فرمایا۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خطبہ صرف امام زہری نے نقل نہیں کیا۔ بلکہ اوپر موطا امام مالکؒ کی روایت نقل کرچکا ہوں جو " مالک عن یحییٰ بن سعید عن سعید بن المسیب " کے طریق سے مروی ہے۔ اور مسند احمد میں اس کی مندرجہ ذیل اسانید ہیں۔ جن میں زہری کا واسطہ نہیں :

۱ ——— ثنا هشیم انبأنا علی بن زید عن یوسف بن مهران عن ابن عباس قال خطب عمر بن الخطاب رضی الله عنه وقال هشیم مرةً خطبنا الخ (ص ۲۳ ج ۱)

۲ ——— ثنا یحییٰ عن یحییٰ قال سمعتُ سعید بن المسیب یقول ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عمر رضی اللہ عنہ الخ (ص ۳۶/ ج ۱)

۳ — حدثنا یزید انبأنا یحییٰ عن سعید بن المسیب ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ الخ (ص ۴۳/ ج ۱)

۴ — حدثنا محمد بن جعفر وحجاج قالا ثنا شعبۃ عن سعد بن ابراھیم قال سمعت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبۃ یحدث عن ابن عباس الخ (ص ۵۰/ ج ۱)

اگر دیگر معاجم و مسانید سے اس کے طرق تلاش کئے جائیں تو اس کے اور متابعات و شواہد بھی مل سکتے ہیں۔ اس لئے عثمانی صاحب کا یہ دعویٰ کہ آیت رجم کا ذکر صرف حضرت عمرؓ کے خطبہ میں آیا ہے۔ اور وہ خطبہ صرف زہری نے نقل کیا ہے۔ نہایت افسوسناک غلط بیانی ہے۔

دوم: موصوف کا یہ دعویٰ کہ زہری شیعہ تھا۔ امام زہریؒ پر بدترین بہتان تراشی ہے۔ اور اس کے ثبوت میں یہ کہنا کہ شیعہ کے اسماء الرجال کی کتابوں میں امام زہری کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ شیعہ نفسیات سے بے خبری کی دلیل ہے، شیعہ اسماء الرجال کا جن حضرات نے مطالعہ کیا ہے انہیں معلوم ہے کہ اسلام کی ممتاز ترین ہستیوں کو تقیہ کی چادر اوڑھا کر انہیں کس طرح شیعہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جس سے مقصود یہ تھا کہ ان اکابر کو اہل حق کی نظر میں ساقط الاعتبار قرار دینے کی کوشش کی جائے۔ لیکن اس ابلہ فریبی کے دام میں عمر احمد عثمانی ایسے ذہین لوگ ہی آسکتے ہیں، ورنہ آج تک کسی صاحب عقل و دانش نے اس سے دھوکہ نہیں کھایا۔ امام زہریؒ کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ نے "تقریب" میں یہ الفاظ لکھے ہیں:

"الفقیہ الحافظ متفق علی جلالتہ واتقانہ۔ وھو من رؤس الطبقۃ الرابعۃ"

امام زہریؒ امام مالکؒ کے شیخ ہیں۔ اور رفض و بدعت کے بارے میں امام مالکؒ کا موقف اہل علم کو معلوم ہے۔ بہرحال عمر احمد عثمانی کے اس ہفوہ سے امام زہریؒ کی جلالت قدر اور بلندیٔ مرتبت میں کوئی فرق نہیں آتا، البتہ انہوں نے ایک جلیل القدر تابعیؒ پر ایک غلط اتہام عائد

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرکے اپنے نامۂ عمل کی سیاہی میں اضافہ ضرور کیا ہے۔

سوم : موصوف کا یہ خیال بھی خالص خوش فہمی ہے کہ کسی آیت کے منسوخ التلاوت ہونے سے نعوذ باللہ قرآن حکیم کی حفاظت و صیانت مشتبہ ہو جاتی ہے۔ انہوں نے اپنے خیالات کی دنیا سے باہر نکل کر چند حقائق پر غور کیا ہوتا تو یقین ہے کہ انہیں یہ مضحکہ خیز بات کہنے کی جرأت نہ ہوتی۔

پہلے عرض کر چکا ہوں کہ تمام اہل حق بالاتفاق نسخ کی تینوں قسموں کے قائل رہے ہیں۔ اگر کسی آیت کا منسوخ التلاوت ہونا ذرا بھی موجب اشتباہ ہوتا تو اہل حق اس کے کبھی قائل نہ ہوتے۔

خود عثمانی صاحب بھی نسخ کی ایک قسم (جس میں تلاوت اور حکم دونوں اٹھا لئے گئے ہوں) کے قائل ہیں۔ اور میں اوپر عرض کر چکا ہوں کہ اس قسم کا ثبوت بھی آخر روایات ہی سے ہوگا۔ پس اگر نسخ کا قول قرآن حکیم کی صیانت و حفاظت کو مشتبہ بنا دیتا ہے تو اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ عثمانی صاحب خود قرآن کریم کو مشتبہ سمجھتے ہیں۔ اور اگر تلاوت اور حکم دونوں کے نسخ سے قرآن کریم کی حفاظت میں کوئی اشتباہ پیدا نہیں ہوتا تو یقیناً کسی ایک کے نسخ سے بھی اشتباہ پیدا نہیں ہو سکتا۔

دراصل ہمارے عثمانی صاحب کے ذہن پر بقول ان کے "شیعی شرارت" کا ایسا سحر طاری ہے کہ وہ یا تو نسخ اور تحریف کے درمیان فرق کرنے سے معذور ہیں۔ یا دیدہ و دانستہ ابلہ فریبی سے کام لے رہے ہیں۔

نسخ کے معنی ہیں "زمانۂ نبوت میں منجانب اللہ کسی آیت کی تلاوت یا حکم یا دونوں کا اٹھا لیا جانا"۔ ظاہر ہے کہ جب حق تعالیٰ شانہٗ کی جانب سے کوئی آیت اٹھا لی گئی۔ تو اس کی حیثیت ایسی ہو جاتی ہے گویا وہ نازل ہی نہیں ہوئی تھی۔ اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طرح نزول وحی میں امین سمجھتے ہیں اسی طرح کسی آیت کے رفع کے بارے میں بھی امین سمجھتے ہیں۔ اس لئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی آیت کی تلاوت ترک فرما دی تو یہ علامت ہے اس بات کی کہ یہ آیت منسوخ کر دی گئی۔

نسخ کی اس حقیقت کو سامنے رکھنے کے بعد ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ نسخ، حفاظت قرآن کے منافی نہیں۔ البتہ اگر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ فلاں آیت زمانۂ نبوت میں منسوخ نہیں، بلکہ آپ کے بعد کسی نے اسے ــــ نعوذ باللہ ــــ قرآن کریم سے نکال دیا تو یہ نسخ نہیں بلکہ تحریف ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بلاشبہ قرآن کریم تحریف و تبدیل کے احتمال سے بھی مبرا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک طبقہ در طبقہ تواتر سے نقل ہوتا آیا ہے۔ آپؐ کے بعد اس کی کسی آیت میں ایک حرف کی بھی بیشی کا بھی احتمال نہیں۔ اس لئے بلا خوف تردید قرآن کریم کی حفاظت و صیانت ہر شک و شبہ سے پاک ہے۔ لیکن "نسخ" تو نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ نہ آپؐ کے بعد کسی شخص کی طرف سے۔ وہ تو خود قرآن نازل کرنے والے خدا کی جانب سے ہوتا ہے۔ کون عقلمند اس کو قرآن کی صیانت و حفاظت کے منافی کہہ سکتا ہے۔

چھٹا شبہ:

عمر احمد عثمانی صاحب کا مفروضہ یہ ہے کہ رجم کا حکم کبھی اسلام میں نازل ہی نہیں ہوا۔ بلکہ یہ توریت کا حکم تھا۔ مدۃ العمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی کے مطابق فیصلے کرتے رہے۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خطبہ میں جس آیت رجم کا ذکر ہے اس سے تورات کی آیت مراد ہے، وہ افسانہ نگاری کے انداز میں لکھتے ہیں:

"لہٰذا ہمارا خیال یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں تورات کو کتاب اللہ فرمایا تھا۔ کہ اس میں یہ آیت موجود ہے۔ ہم نے اسے پڑھا۔ یاد کیا۔ اس کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زناکاروں کو رجم فرمایا۔ اور آپ کے ساتھ ہم نے بھی رجم کیا ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اور میں نے بھی۔ یہودیوں نے یہ آیت تورات سے خارج کر دی ہے میرا جی چاہتا ہے کہ اس میں لکھ دوں۔ لیکن مجھے برا معلوم ہوتا ہے کہ میں اللہ کی کتاب میں خود کوئی اضافہ کروں وغیرہ وغیرہ"

"کتاب اللہ کے لفظ سے لوگوں کو دھوکہ ہوا اور اس لفظ کا مصداق بجائے تورات کے راویوں نے قرآن کریم بنا لیا" (ص ۲۶)

مشہور ضرب المثل "اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَافْعَلْ مَا شِئْتَ" کا تو کوئی علاج نہیں لیکن موصوف کی مندرجہ بالا تاویل کا ایک ایک حرف، حرفِ غلط ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱ــــ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

ان اللہ تعالیٰ بعث محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم بالحق ۔ وانزل علیہ الکتاب. فکان مما انزل اللہ اٰیۃ الرجم. فقرأناھا. وعقلناھا. ووعیناھا ۔ (صحیح بخاری ص ۱۰۰۹/۲ج)	"بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ۔ اور آپؐ پر کتاب نازل فرمائی پس منجملہ اس کے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا آیت رجم بھی تھی ۔ پس ہم نے اس کو پڑھا ۔ اس کو سمجھا ۔ اور اس کو محفوظ کیا ۔"

لیکن ہمارے عثمانی صاحب کیا خوبصورت تاویل فرماتے ہیں کہ کتاب سے مراد توریت ہے۔ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کو پڑھ کر کوئی ادنیٰ عقل و فہم کا شخص بھی کہہ سکتا ہے کہ یہاں " الکتاب " سے مراد قرآن حکیم نہیں ۔ بلکہ توریت ہے ؟ اور پھر کتنی عجیب بات ہے کہ عثمانی صاحب بایں عقل و فہم راویوں پر فریب خوردگی کا الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خطبہ میں " الکتاب " کا جو لفظ آیا تھا اس کا مصداق بجائے تورات کے قرآن کریم کو بنالیا"

ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

بلاشبہ توریت میں بھی رجم کا حکم تھا ــــ اور اب بھی ہے ــــ لیکن کیا کسی کی عقل تسلیم کرتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی حیات طیبہ کے آخری خطبہ میں مسلمانوں کو آخری وصیتیں فرماتے ہوئے انہیں قرآن کریم کی طرف نہیں ۔ بلکہ ایک منسوخ شدہ کتاب توریت کی طرف متوجہ کرتے ہوں گے ؟ عثمانی صاحب خود تو ایک سیدھی سادی بات کو "شیعی شرارت " کہکر امام زہریؒ ایسے جلیل القدر تابعی کو مجروح کرنے کے درپے ہیں ۔ لیکن اگر میں ان کی اس تاویل کو "شیعی شرارت" کا نام دوں تو انصاف کیجئے کہ کیا یہ بے جا بات ہو گی ؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مشہور واقعہ ہے کہ وہ ایک دفعہ یہودیوں کے بیت المدارس سے توریت کے چند اوراق اٹھا لائے تھے ۔ اور انہیں بارگاہِ نبویؐ میں پڑھنا شروع کیا جس سے چہرۂ انور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں تغیر آگیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے توریت کے اوراق لپیٹ کر رکھ دئے اور "اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ ۔ رضیت باللہ ربًا وبالاسلام دینًا و بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیًا" کہنے لگے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

والذی نفس محمد بیدہ	"اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمدؐ
لو بدا لکم موسیٰ فاتبعتموہ	کی جان ہے اگر موسیٰ علیہ السلام تمہارے
وترکتمونی لضللتم عن سواء	سامنے آتے ہیں ۔ پس تم مجھے چھوڑ کر ان کی
السبیل ۔ ولو کان حیًا ۔ و	پیروی کرنے لگو ۔ تو تم سیدھی راہ سے
ادرک نبوتی لاتبعنی ۔ رواہ	بھٹک جاؤ گے ۔ اور اگر وہ زندہ ہوتے
الدارمی (مشکوٰۃ ص ۳۲)	اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو وہ خود
٭ ٭ ٭ ٭ ٭	میری پیروی کرتے"

کیا اس ارشاد نبویؐ کے احتمال ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ برسر منبر قرآن کریم کے بجائے توریت کے حوالے دینے لگیں ۔ لقد جئتم شیئًا اِدًّا ۔

۲ ـــــ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ میں فرماتے ہیں :

رجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ	"(کتاب اللہ کے مطابق) رسول اللہ
ورجمنا بعدہٗ ۔	صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رجم کیا اور آپؐ
٭ ٭ ٭ ٭ ٭	کے بعد ہم نے بھی"

عثمانی صاحب اس کی تفسیر یہ ارشاد فرماتے ہیں : "تورات کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زناکاروں کو رجم فرمایا ۔ اور آپؐ کے ساتھ ہم نے بھی رجم کیا ، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اور میں نے بھی"

ہمیں معلوم نہیں کہ "آپؐ کے بعد" کی تفسیر "آپؐ کے ساتھ" کرنا دیانت و امانت کی کونسی قسم ہے ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو یہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدۃ العمر زانی محصن کو رجم ہی کیا ۔ اور آپؐ کے بعد ہم نے (خلفائے) بھی رجم کیا ۔ لیکن عثمانی صاحب اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سیدھی سادی بات میں بھی اپنی خود غرضی سے تحریف کر رہے ہیں ۔

۳ ـــــ عثمانی صاحب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں کہ "یہودیوں نے آیت رجم تورات سے خارج کردی" حالانکہ یہ صریح جھوٹ ہے ۔ رجم کا حکم تورات میں آج بھی موجود ہے ۔ اور میں اس کا حوالہ نقل کر چکا ہوں ۔ ایک غلط بات کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنا کس قدر لائق شرم بات ہے ۔

۴ ـــــ پھر عثمانی صاحب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں کہ "میرا جی چاہتا ہے کہ میں آیت رجم تورات میں لکھ دوں" سوال یہ ہے کہ اگر رجم کا حکم ـــــ عثمانی صاحب کے بقول ـــــ اسلام میں تھا ہی نہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کیا پڑی تھی کہ وہ رجم کی آیت تورات میں درج کرتے پھریں ۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو یہ فرما رہے ہیں کہ رجم کا حکم حق ہے ۔ کیا کسی منسوخ شدہ حکم کو حق کہکر اس کی تاکید و وصیت کرنا جائز ہے ؟ تعجب ہے کہ جو حضرات اتنی صاف اور واضح باتوں میں دروغ بافی اور غلط بیانی سے نہیں شرماتے وہ دینی معاملات میں خود کو مجتہد نہیں بلکہ شارع کی حیثیت دینا چاہتے ہیں ۔

ساتواں شبہ : عثمانی صاحب لکھتے ہیں :

" آخر میں ایک یہ سوال رہ جاتا ہے کہ اگر آپ کی یہ باتیں صحیح ہیں تو پھر خلفائے راشدین نے کیوں سنگسار کیا ؟ خلفائے راشدین کا سنگسار فرمانا متعدد روایات سے ثابت ہے جس سے انکار ممکن نہیں ۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طویل عرصہ سے تورات کے حکم کے مطابق شادی شدہ زناکار مرد و عورت کو سنگسار کرتے چلے آرہے تھے ۔ اور غیر شادی شدہ زناکار مرد و عورت کو سو دُرّوں کی سزا دیتے رہے تھے تو عام مسلمانوں کے اذہان اسی تفریق کے عادی ہو گئے ۔ سورۃ النور نازل ہونے کے بعد ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا کہ کسی شادی شدہ مرد و عورت نے زنا کیا ہو اور آپؐ نے اسے کوڑوں کی سزا دی ہو ۔ لہذا فطری بات ہے کہ جو کچھ اب تک ہوتا چلا آرہا تھا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کے اذہان نے سورۃ النور کی آیات کو اسی پر منطبق کر لیا۔ اور سمجھا کہ یہ غیر شادی شدہ زانیوں ہی کی سزا ہو گی۔ بہر حال یہ ایک اجتہادی لغزش تھی۔ اور قرآن کریم کی نص صریح کے مقابلہ میں حضرات صحابہ کرام کے اپنے فیصلوں اور اجتہادات کی کوئی اہمیت نہیں۔" (ص ۲۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تورات کے ماتحت رجم فرماتے تھے یا وحی الٰہی کے ماتحت؟ اور یہ کہ سورۃ النور کی آیت کے نزول کے بعد بھی رجم کے واقعات پیش آئے یا نہیں؟ ان مسائل پر تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔ بہر حال جناب عثمانی صاحب تسلیم فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد خلفائے راشدین نے مدۃ العمر رجم کے حکم پر عمل فرمایا۔ وہ یہ بھی اعتراف کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلسل اور دائمی تعامل سے مسلمانوں (صحابہ کرامؓ) نے یہی سمجھا کہ سورۃ النور کی آیت غیر شادی شدہ مجرموں کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور شادی شدہ زانیوں کے لئے رجم کی سزا ہے۔

رہا یہ کہ عثمانی صاحب کی عبقریت، حضرات خلفائے راشدینؓ اور تمام صحابہ کرامؓ کے فہم کو "اجتہادی خطا" قرار دیتی ہے تو معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ عقلاء ان کے اس ارشاد کو خشکیٔ دماغ کا نتیجہ قرار دینے پر مجبور ہوں گے، آخر کسی عاقل کے نزدیک یہ بات کس طرح قابل فہم ہو سکتی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے لیکر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآن کریم کا مطلب نہیں سمجھے۔ آج علامہ عمر احمد عثمانی بالقابہ ان کو قرآن سمجھانے آئے ہیں۔

رہا عثمانی صاحب کا یہ کہنا کہ "قرآن کریم کی نص قطعی کے مقابلہ میں حضرات صحابہ کرامؓ کے اپنے فیصلوں اور اجتہادات کی کوئی اہمیت نہیں" اس کے بارے میں گذارش ہے کہ جناب کی کج فکری نے یہ مفروضہ ہی غلط تراشا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجماعی و اتفاقی فیصلے قرآن کریم کی نص قطعی کے خلاف بھی ہو سکتے ہیں۔ اس لئے کہ قرآن کی نص قطعی کی مخالفت ضلالت و گمراہی ہے۔ اور یہ ناممکن ہے کہ خلفائے راشدین اور تمام صحابہؓ ضلالت و گمراہی پر متفق ہو جائیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باقی رہی صحابہ کرام کے اتفاقی و اجماعی فیصلوں کی اہمیت ! تو اسے قرآن کریم کی آیت : "وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ" کے ذیل میں بیان کر چکا ہوں کہ قرآن کریم ان حضرات کے راستہ سے ہٹنے کو کفر و گمراہی قرار دیتا ہے۔ اس سے زیادہ ان کی کیا اہمیت درکار ہے کہ ان کی مخالفت کرنے والا دائرۂ اسلام سے خارج اور "وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ" کی سزا کا مستوجب ہوتا ہے۔

جن لوگوں کے قلوب کفر و الحاد سے لبریز ہوں ان کے نزدیک صحابہ کرام اور خلفائے راشدین رضؓ کیا، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کی بھی کوئی اہمیت نہیں۔ لیکن جس شخص کے دل میں ایمان اور سلامتی فکر کی کوئی رمق باقی ہو وہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی طرح یہ کہے گا :

ایام خلافت بقیہ ایام نبوت بودہ است، گویا در ایام نبوت حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم تصریحاً بزبان میفرمود۔ و در ایام خلافت ساکت نشستہ بدست و سر اشارہ میفرماید (ازالۃ الخفاء ص ۲۵ ج ۱)

"خلافت راشدہ کا دور، دور نبوت کا تتمہ تھا۔ دور نبوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زبان سے صراحتاً ارشاد فرماتے تھے۔ اور دور خلافت میں خاموش بیٹھے گویا ہاتھ اور سر سے اشارہ فرماتے تھے۔"

امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں :

ومنصب الخلفاء عندی فوق الاجتهاد وتحت التشریع، من حیث ان صاحب الشریعة امرنا باقتدائهم مطلقاً۔ ومن هذا الباب زیادة عثمان رضی الله تعالیٰ عنه فی الاذان وجمع عمر رضی الله تعالیٰ

"اور میرے نزدیک خلفاء راشدین کا منصب اجتہاد سے اوپر اور تشریع سے نیچے ہے۔ کیونکہ صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان کی اقتداء مطلق کا حکم فرمایا ہے۔ اور اسی باب سے ہے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اذان جمعہ کا اضافہ کرنا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عنہ الناس فی التراویح	اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا
خلف امام واحد۔	تراویح میں لوگوں کو ایک امام کے
(فیض الباری ۱ ـ ۱۰۹)	پیچھے جمع کر دینا ؟

اس سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ حضرات خلفائے راشدین (علیہم الرضوان) کے فیصلوں کی اسلام میں کیا اہمیت ہے۔

آٹھواں شبہ :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلسل عمل کے بعد حضرات خلفائے راشدین رض کا رجم کے حکم پر مسلسل عمل کرنا۔ ملاحدہ کے لئے سوہان رُوح بنا ہوا ہے، انہیں اپنے غلط نظریہ سے رجوع کی توفیق تو نہیں ہوتی (اور کیسے ہو جب کہ دنیا میں ان کو " نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی " کی منزل پکی ہو) بلکہ کبھی تو ان حضرات کے فیصلوں کو اجتہادی غلطی کہہ کر اپنی " غلطیٔ اجتہاد " کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ اور کبھی اس کو وقتی مصلحت پر محمول کرتے ہیں، چنانچہ عمر احمد عثمانی اپنی مذکورہ بالا عبارت کے بعد لکھتے ہیں :

" اسی کا ایک دوسرا جواب بھی ممکن ہے اور وہ ہمارے نزدیک قابل ترجیح ہو کہ حضرات خلفائے راشدین نے اپنے عہد میں جب کہ اہل عجم کی کافی تعداد اسلام لا چکی تھی۔ اور ان کے معاشرہ میں کافی زنا کی گرم بازاری تھی۔ حضرات خلفائے راشدین نے زنا کی کثرت کو دیکھتے ہوئے ضروری سمجھا کہ اسے فساد فی الارض پر محمول کر کے سزا میں تشدید کی جائے تاکہ اس کی کثرت کا سدباب ہو سکے۔ (آگے محاربین کے بارے میں قرآن کریم کی آیت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ زنا کاری زمین میں فساد پھیلانے کا بڑا ذریعہ ہے۔ اور زمین میں فساد پھیلانے کی سزا قتل کرنا ہے۔ قتل کرنے کی صورت میں امام سنگسار بھی کر سکتا ہے.... بہر حال اس قسم کی تبدیلیاں مصلحت وقت کے مطابق کی جا سکتی ہیں۔ اور کی جاتی رہی ہیں۔ واللہ اعلم "

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عمر احمد عثمانی کی تحریر میں یہ ٹیپ کا آخری بند ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ خلفائے راشدینؓ نے مصلحت وقت کی خاطر حکم خداوندی کو بدل ڈالا تھا ــــــــ (اور بقول ان کے ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے)۔

علامہ عمر احمد عثمانی صاحب علامیت کی جس بلند ترین چوٹی پر بیٹھے ہیں کہ وہ "فقہ القرآن" لکھکر نہ صرف ائمہ اربعہ، تابعین عظام، صحابہ کرامؓ اور خلفائے راشدینؓ تک کی غلطیاں نکال سکتے ہیں۔ بلکہ خاکم بدہن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلطیوں کی بھی اصلاح کر سکتے ہیں۔ ان سے یہ توقع تو نہیں کہ اس بلند ترین چوٹی سے نیچے اتر کر مجھ ایسے کسی کم سواد طالب علم کی بات پر کان دھریں گے لیکن اس خیال سے کہ شاید اللہ تعالیٰ ان کو فہم و انصاف کی توفیق عطا فرمادیں، چند باتیں عرض کرتا ہوں۔

۱ ــــــ عثمانی صاحب کی ساری تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو آسمان سے زانی محصن (شادی شدہ) کے لئے سو کوڑوں کی سزا نازل فرمائی تھی۔ اور وہ قرآن میں درج بھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ سزا ایسی تجویز فرمائی کہ اس کے یوم نزول سے لیکر آج تک اس پر کبھی عمل نہیں ہوا۔ خدا کا پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اس حکم کے خلاف تورات پر عمل کرتا رہا۔ آپؐ کے بعد حضرات خلفائے راشدینؓ نے بھی یا تو غلط فہمی کی بنا پر اور یا "مصلحت وقت" سے مجبور ہو کر اس حکم کے خلاف عمل کیا۔ اور خلافت راشدہ کے پورے دور میں ایک بار بھی اس حکم الٰہی پر عمل کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ خلفائے راشدین کے بعد خلفائے اسلام اور ائمہ مجتہدین بھی مشرق سے مغرب تک اس پر متفق ہو گئے کہ زانی محصن کی سزا رجم ہے اور قرناً بعد قرنٍ آج تک شرق و غرب کے اہل علم اسی کے قائل چلے آتے ہیں ــــــ میں عثمانی صاحب ہی سے انصاف چاہتا ہوں ــــــ اگر اللہ تعالیٰ ان کو فہم و انصاف عطا فرمائیں ــــــ کہ خدا تعالیٰ کو ایسا حکم نازل کرنے کی ضرورت ہی کیا پڑی تھی جس پر نہ اس کا رسولؐ عمل کرے۔ نہ خلفائے راشدین۔ اور نہ بعد کے ائمہ دین و مجتہدین امت؟ ــــــ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے اس بات کو تو آپ "ناقابل فہم" فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی کسی آیت کا حکم اللہ تعالیٰ نے منسوخ فرمادیا لیکن اس کی تلاوت کو باقی رکھا۔ لیکن جو صورت آنجناب رقم فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حکم تو نازل فرمادیا لیکن پوری کی پوری امت کو مع اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس پر عمل سے محروم رکھا، گویا عملاً

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آیت منسوخ و معطل رہی ۔ اور اس پر ایک دن بھی عمل نہیں ہوا ۔ یہ صورت جناب کے فہم عالی کے کس طرح " قابل فہم " ہوگئی ؟

۲ ـــــ اس بات پر بھی غور فرمائیں کہ رجم سے بچنے کے لئے آپ حضرات خلفائے راشدینؓ اور امت اسلامیہ کا جو نقشہ کھینچ رہے ہیں کوئی کٹر سے کٹر رافضی اور کوئی جلا بھنا مستشرق یہودی اس سے بدتر نقشہ کیا کھینچ سکتا ہے ؟ کیا انہی حضرات کو اللہ تعالیٰ " خیر امت " کا خطاب دے رہا ہے جو خدا کے حکم کو (جو بقول آپ کے نص قطعی میں وارد ہے) مصلحت وقت پر قربان کر دیتے ہیں۔ اور انہیں ایک دن کے لئے بھی حکم الٰہی پر عمل کرنے کی سعادت نصیب نہیں ہوئی ۔؟

۳ ـــــ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ زنا فساد فی الارض کا ایک بڑا ذریعہ ہے ۔ (میں آپ کی اس بات سے متفق نہیں ہوں ۔ بلکہ اخلاقی لحاظ سے زنا کو فساد فی الارض سے زیادہ سنگین سمجھتا ہوں) پس اگر خدا تعالیٰ نے خود ہی فساد فی الارض کا سدباب کرنے کے لئے سنگساری کی سزا تجویز فرما دی ہو تو یہ بات آپ کی عقل شریف میں کیوں نہیں آتی ۔

۴ ـــــ آپ فرماتے ہیں کہ کثرت زنا کو روکنے کے لئے حضرات خلفائے راشدینؓ نے سنگساری کی سزا تجویز کر لی ۔ سوال یہ ہے کہ یہ سزا اس جرم کے لئے موزوں تھی یا غیر موزوں ؟ اور اس سے زنا کا سدباب ہوا یا نہیں ؟ اگر یہ سزا اس جرم کے لئے موزوں نہیں تھی ۔ اور نہ اس سے زنا کا سدباب ہی ہوا تو قرآن کریم کا حکم کا تبدیل کرنے کے ساتھ ساتھ وہ حضرات ظلم و جور کے بھی مرتکب ہوئے ۔ اس صورت میں تو ان کو " حضرات خلفائے راشدین " نہیں ، بلکہ ـــــ نعوذ باللہ ـــ خلفائے جائرین کہنا پڑے گا ۔

اور اگر یہ سزا (سنگساری) جرم زنا کے لئے موزوں تھی ۔ اور اسی سے اس جرم کا سدباب ہو سکتا تھا تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ کوڑوں کی سزا ناکافی اور غیر موزوں تھی اور اس سے جریمۂ زنا کے انسداد کی کوئی توقع نہیں کی جا سکتی تھی ۔ اب یہ فرمائیے کہ موزونیت و غیر موزونیت کا جو ٹھیک ٹھیک اندازہ " حضرات خلفائے راشدین " نے (بقول آپ کے مصلحت وقت کے لئے) لگایا کیا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) خدا تعالیٰ کو اس کا علم نہیں تھا ۔ اور وہ مصلحت و موزونیت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کو اتنا بھی نہیں جانتا تھا جتنا کہ حضرات خلفائے راشدین کو علم تھا ۔ ؟ اگر سنگساری ہی زانیٔ محصن کے مناسب و موزوں سزا تھی تو خدا تعالیٰ نے اس کا حکم کیوں نہ دیا ؟

۵ ـــــ آپ نے یہ افسانہ تو تراش لیا کہ اہل عجم کے حلقہ بگوش اسلام ہونے سے یکایک صورتِ حال بدل گئی تھی ۔ اور اس کی وجہ سے "حضرات خلفائے راشدین" حکم الٰہی کو بدلنے پر مجبور ہو گئے ۔ لیکن ذرا اس پر غور فرمائیے کہ کیا یہ صورت حال منٹوں سیکنڈوں میں بدل گئی تھی ؟ اور صورت حال کی تبدیلی سے پہلے زنا کا کوئی مقدمہ ہی پیش نہیں ہوا ؟ ظاہر ہے کہ یہ مفروضہ بالکل غلط ہے ۔ صورت حال میں آناً فاناً تبدیلی نہیں آئی ۔ اور یہ بھی نہیں کہ آپ کی مفروضہ صورت سے پہلے زنا کا کوئی مقدمہ ہی نہ آیا ہو ، تو اس صورت میں تو "حضرات خلفائے راشدین" کو رجم کا حکم نہیں کرنا چاہئے تھا ۔ بلکہ بقول آپ کے قرآنی سزا جاری کرنی چاہئے تھی ۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی رجم ہی کا حکم فرمایا ۔ جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ آنجناب نے "مصلحتِ وقت" کا جو افسانہ تراشا ہے وہ سراسر لغو ہے ۔

۶ ـــــ اس پر بھی غور فرمائیے کہ زنا کی کثرت قبل از اسلام عرب میں عجم سے زیادہ تھی ۔ اگر کثرت زنا کو روکنے کے لئے رجم ہی کی سزا کارگر ہے تو آپ کو تسلیم کرنا چاہئے کہ یہ سزا صرف عجمیوں کے لئے وضع نہیں کی گئی ۔ بلکہ ابتدائے تشریع سے یہی سزا من جانب اللہ مقرر تھی ۔

۷ ـــــ یہ بھی خود تراشیدہ افسانہ ہے کہ عجمیوں کے مسلمان ہونے سے صحابہ کرامؓ کے دور میں زنا کی کثرت ہو گئی تھی ۔ یہ نہ صرف صدر اول کے اسلامی معاشرہ کی غلط تصویر کشی کر کے اس کا حلیہ بگاڑنا ہے ۔ بلکہ واقعات و شواہد بھی اس کو جھٹلاتے ہیں ۔ اس لئے کہ تیس سالہ دور خلافت میں پورے اسلامی معاشرہ میں زنا کے جو واقعات پیش آئے ان کو انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے ۔ اور شاید ان کی تعداد ایک ڈیڑھ درجن سے زیادہ نہیں ہو گی ۔ اتنی بڑی قلمرو میں تیس سال کے طویل عرصے میں چند گنے چنے واقعات پیش آجانے کو زنا کی کثرت کہنا نہایت غلط ہے ۔ اور پھر اس پر احکام خداوندی کو تبدیل کر ڈالنے کی عمارت کھڑی کر لینا عقل و ایمان دونوں کا ماتم ہے ۔

۸ ـــــ اور اگر جناب عثمانی صاحب کے اس مفروضہ کو من و عن تسلیم کر لیا جائے تب بھی سوال

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پیدا ہوتا ہے کہ زنا کی کثرت، جو فساد فی الارض کا بڑا ذریعہ ہے، آج کے دور میں خلفائے راشدین کے دور سے کچھ کم ہے؟ بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ خلافت راشدہ کے دور میں طویل و عریض اسلامی قلمرو میں زنا کے جتنے واقعات رونما ہوئے آج کسی صوبے کے چھوٹے سے چھوٹے ضلع میں ان سے زیادہ ہو رہے ہیں۔ اور تیس سال کی طویل مدّت میں جتنے واقعات ہوئے آج تیس دن کی مختصر مدّت میں ان سے زیادہ ہو رہے ہیں۔ پس جب کثرت زنا کا سدّ باب کرنے کے لئے حضرات خلفائے راشدین نے سنگساری کا حکم فرمایا تو آج جب کہ زنا کی کثرت اس زمانہ کی نسبت سیکڑوں گنا زیادہ ہے۔ اس حکم کی مخالفت کر کے جناب عثمانی صاحب زنا اور فساد فی الارض کو فروغ دینے کے متمنی ہیں؟

۹ ـــــ عثمانی صاحب کا یہ کہنا کہ مصلحت کی بنا پر قرآنی احکام میں تبدیلیاں ہو سکتی ہیں اور ہوتی رہی ہیں، خالص پرویزی نظریہ ہے، قرآن کریم کا ارشاد تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی یہ ہے:

قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۔

"اے نبی! کہہ دیجئے کہ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ اس کو اپنی طرف سے بدل دوں۔ میں تو صرف اس چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے۔"

پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی حکم خداوندی کو اپنی رائے سے تبدیل نہیں فرما سکے تو کسی مومن کو کب یہ حق حاصل ہے کہ وہ قرآنی احکام میں مصلحت کی آڑ لیکر تبدیلیاں کر ڈالے۔ خصوصاً حضرات خلفائے راشدینؓ کے بارے میں یہ تصور اور بھی زیادہ سنگین ہے۔

جہاں تک مصالح کا تعلق ہے احکام خداوندی میں خود ہی بندوں کی پوری پوری مصلحت کی رعایت رکھی گئی ہے۔ اور یہ ناممکن ہے کہ انسانی عقل، خدا سے زیادہ مصلحت کی رعایت کر سکے۔ اس لئے "مصلحت" کی آڑ میں حکم خداوندی کو بدلنے کا نظریہ کھلا کفر و الحاد ہے۔

اس موضوع پر ترکی خلافت کے آخری نائب شیخ الاسلام شیخ محمد زاہد الکوثری کا ایک مقالہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

" مقالات کوثری " میں شامل ہے۔ جس کا خلاصہ " شریعت الٰہی " کے عنوان سے ماہنامہ بیّنات بابت صفر المظفر ۱۳۸۸ھ میں شائع ہوا تھا۔ یہ پورا مقالہ لائق مطالعہ ہے، عمر احمد عثمانی کے اس نظریہ کے ابطال میں کہ " ایسی تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔ اور ہوتی رہیں گی " اس کے چند اقتباسات نقل کرتا ہوں۔ شیخؒ لکھتے ہیں :-

" اپنی خواہشات کے مطابق شریعت مطہرہ کو ڈھالنے کے لئے ایک گمراہ کن نعرہ ان لوگوں کی طرف سے یہ لگایا جاتا ہے کہ :

" معاملات وغیرہ میں شرعی قوانین کی بنیاد مصلحت پر ہے۔ اگر نص مصلحت کے خلاف ہو تو نص کو چھوڑ کر مصلحت پر عمل کرنا ہی عین تقاضائے دین ہے "

اس شخص کی بدفہمی پر ماتم کرنا چاہیئے جو اس قسم کی بات منہ سے نکالتا ہے۔ اور اپنی " جدید شریعت " کے لئے اسے بنیاد بناتا ہے۔ " مصلحت " کے نام پر شریعت کو درہم برہم کرنے اور محرمات شرعیہ کو حلال کرنے کی سازش ہے۔ اس فاجر سے ذرا پوچھیئے کہ مصلحت سے، جس پر تم " نئے دین " کی بنیاد رکھنا چاہتے ہو، کونسی مصلحت مراد ہے۔ اگر اس سے مراد " مصلحت شرعیہ " ہے تو اس کے معلوم کرنے کا راستہ معتزلہ تک کے نزدیک بھی (جن کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ عقل کو حاکم مانتے ہیں) وحی کے سوا کچھ نہیں .... اور اگر اس مصلحت سے مراد دنیوی مصلحت ہے جس کا اندازہ مختلف سطح پر ہوتا ہے۔ تو ایک مسلمان کی نظر میں نص شرعی کے مقابلہ میں اس کی کوئی قیمت نہیں۔ کیونکہ عقل بعض اوقات مفسدہ کو بھی مصلحت بنا ڈالتی ہے۔ جبکہ شریعت اس نقص سے پاک ہے۔ اور اگر اس سے مراد وہ " مصالح مرسلہ " ہیں جو اصول فقہ اور قواعد کی کتابوں میں بیان کئے گئے ہیں تو باتفاق علماء ان کا اعتبار صرف اس صورت میں کیا جاتا ہے جہاں نص شرعی موجود نہ ہو۔ اس لئے نصوص کے مقابلے میں ان کا اعتبار

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لغو ہے ؟

"آخر کون مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ مصلحت دلائل شرعیہ سے ٹکرا بھی سکتی ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مصلحتوں سے واقف نہیں۔ گویا یہ مصلحت تراشنے والے اس کو خدا سے بھی زیادہ جانتے ہیں۔ یہ تصور ہی کب ممکن ہے کہ جو احکام خداوندی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بھیجے گئے وہ بندوں کی مصلحتوں کے خلاف بھی ہو سکتے ہیں۔ استغفر اللہ۔ یہ تو کھلا الحاد ہے۔ جو شخص اس قسم کی یاوہ گوئی پر کان دھرتا ہے اسے نہ دین کا کوئی حصہ نصیب ہے، نہ علم کا۔" (بینات صفر المظفر ۸۸ھ ص ۲۵/۲۶)

شیخؒ نے سلطان نورالدین زنگیؒ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے، جو عثمانی صاحب اور ان کے ہمنواؤں کے لئے موجب صد عبرت ہے:

"حافظ ابو شامہ مقدسی نے (ازھار الروضتین فی اخبار الدولتین" میں) ذکر کیا ہے کہ سلطان نورالدین شہید ـــــ وہ خدا ترس بادشاہ جس کی نظیر مسلمان بادشاہوں میں بھی کم ملے گی ـــــ جب سریر آرائے سلطنت ہوئے اس وقت ملک کی حالت اتنی ابتر تھی جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا، عقلاءِ دولت اصلاحِ حال کی تجاویز سوچنے لگے، آخر انہوں نے یہ طے کیا کہ مفسدین کا قلع قمع کرنے کے لئے صرف اتنا کافی نہیں کہ جس شخص کے جرم کا شرعی ثبوت مل جائے اس پر شرعی سزا نافذ کر دی جائے اور بس۔ بلکہ ضروری ہے کہ محض شبہ کی بنا پر لوگوں کو سخت ترین تعزیری سزائیں دی جائیں تاکہ امن قائم ہو جائے اور حالات معمول پر آجائیں، ان لوگوں نے اس زمانے کے مشہور عالم شیخ عمر موصلی سے درخواست کی کہ ان کا یہ صائب مشورہ بادشاہ سلامت کے گوش گذار کر دیں کیونکہ شیخ موصلی کی بادشاہ سے دیرینہ بے تکلفی تھی۔ چنانچہ شیخ نے ان کی درخواست قبول کرتے ہوئے دربار عالی میں ایک عریضہ پیش کیا جس میں ان دانشوروں کی یہ رائے درج تھی کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ملزموں کے جرم کے شرعی ثبوت کا انتظار کئے بغیر، ان پر سخت سزائیں جاری کی جائیں، بادشاہ نے عریضہ پڑھکر اس کی پشت پر لکھ دیا:

"یہ ناممکن ہے کہ میں ایسے شخص کو سزا دوں جس کے جرم کا شرعی ثبوت نہیں، اور ناممکن ہے کہ میں ایسے شخص کی سزا سے چشم پوشی کروں جس کے جرم کا شرعی ثبوت موجود ہے، آپ کے مشورہ پر عمل کرنے کے معنی تو یہ ہوں گے کہ گویا ــــ بعاذ اللہ ــ میں اپنی عقل کو علم خداوندی پر ترجیح دیتا ہوں۔

اگر شریعت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) انسانوں کی اصلاح کے لئے کافی نہ ہوتی، تو اللہ تعالیٰ اپنے آخری نبی (صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ شریعت دے کر نہ بھیجتا۔"

بادشاہ نے یہ لکھکر وہ عریضہ شیخ کو واپس کر دیا، شیخ نے جب فرمان شاہی پڑھا تو بہت روئے اور کہا: صد افسوس! معاملہ الٹ گیا جو بات بادشاہ نے کہی ہے وہ مجھے کہنی تھی، شیخ نے اس سے توبہ کی۔ نورالدین زنگی بدستور شرعی قوانین پر عمل پیرا رہے تھوڑے ہی دنوں بعد ملک کی حالت بہتر ہوگئی فتنہ و فساد ختم ہوگیا اور ملک میں ایسا امن قائم ہوا کہ کوئی حسین ترین عورت اپنے ساتھ قیمتی زر و جواہر لیکر تن تنہا ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک گھوم جائے تو کسی کے دل میں یہ خیال تک نہیں آتا تھا کہ وہ اس کے مال یا آبرو پر ہاتھ ڈالے۔" (ماہنامہ بینات ص۲۲ /۲۳)[1]

خلاصہ یہ کہ عثمانی صاحب (اور دیگر ملاحدہ) کا یہ کہنا کہ "مصلحت" کے پیش نظر شریعت الٰہی کو بدلا جاسکتا ہے، حرف باطل ہے۔ اور ان کا یہ کہنا کہ حضرات خلفائے راشدین ایسا کرتے تھے۔ نہ صرف دروغ بے فروغ ہے۔ بلکہ ان اکابر پر تہمت بے جا بھی ہے۔ جسے سنکر سبحانک ھذا بھتان عظیم کی تلاوت کرنی چاہئے۔

[1] تفصیل کے لئے مقالات کوثری ص۲۵۱ اور مابعد کا مطالعہ کیجئے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دیگر ملاحدہ کے شبہات :

یہ تو وہ شبہات تھے جو عمر احمد عثمانی نے اپنے مضمون میں ذکر کئے ۔ اور جن کو ملاحدہ کا ٹولہ مختلف عنوانات سے دہراتا رہتا ہے ، مناسب ہوگا کہ بعض وہ شبہات بھی ذکر کئے جائیں جن کو مختلف ملحدین نے پیش کیا ہے ۔ اور جنہیں بالکل مہمل سمجھ کر عثمانی صاحب نے چھوڑ دیا ہے ۔

پہلا شبہ : مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمعرات کے دن " شراحہ " نامی ایک خاتون کو سو کوڑے لگوائے اور جمعہ کے دن اسے رجم کیا ۔ اور فرمایا کہ : " میں نے اسے کتاب اللہ کے مطابق کوڑے لگوائے ہیں ۔ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق رجم کیا ہے ۔ " قادیانیوں کی لاہوری شاخ کے سابق سربراہ مسٹر محمد علی لاہوری نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ رجم قرآنی سزا نہیں ۔ اسی کے ساتھ وہ اس سے بھی منکر ہیں کہ یہ سزا سنت سے ثابت ہے ۔ بیان القرآن میں لکھتے ہیں :

" نہ صرف عقل ہی بالبداہت اس بات کو رد کرتی ہے کہ قرآن میں کوئی حکم نازل ہو اور بعد میں اس کے الفاظ منسوخ ہو جائیں ۔ لیکن حکم باقی رہے) غلط ٹھہراتی ہے ۔ بلکہ صحابہ میں سے حضرت علی جیسے انسان کی شہادت اس کے خلاف ہے ۔ کیونکہ انہوں نے جب ایک شادی شدہ عورت " شراحہ " پر جا ۔ ور رجم دونوں کا حکم دیا ۔ اور فرمایا کتاب اللہ کے ساتھ میں نے اسے جلد کیا ۔ اور سنت رسول اللہ کے ساتھ رجم کیا ۔ اگر کتاب اللہ کی آیت کا حکم باقی ہوتا تو حضرت علی کس طرح اس سے بیخبر رہ سکتے تھے ۔

اب دوسرا سوال یہ ہے کہ آیا رجم واقعی سنت رسول اللہ ہے ؟ اور اس نے کتاب اللہ کے حکم کو دربارہ محصن منسوخ کر دیا ہے ؟ ..... لیکن سنت قرآن کو منسوخ کر دے یہ بات ناقابل تسلیم ہے ۔ اس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ایک حکم نازل کرتا ہے ، رسول صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے خلاف

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حکم دیتے ہیں "۔ (ص ۱۳۳۶/۲ج)

مسٹر محمد علی نے جو کچھ لکھا ہے اس پر نظر کرنے سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کا مطلب سمجھ لینا چاہیئے ۔

امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور ایک روایت میں امام احمدؒ اس کے قائل ہیں کہ زانی محصن کی سزا صرف رجم ہے ۔ اہل ظاہر اور ایک روایت میں امام احمد کا قول ہے کہ اس پر جلد اور رجم دونوں کو جمع کیا جائے گا ۔ پہلے اسے سو کوڑے لگائے جائیں گے ۔ اس کے بعد سنگسار کیا جائے گا ۔ یہ حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ انہوں نے "شراحہ" کو پہلے کوڑے لگائے ۔ اور پھر رجم کیا ۔ جمہور ائمہ کی طرف سے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ پہلے اس کا شادی شدہ ہونا معلوم نہیں ہوا ہوگا ، اس لئے پہلے کوڑے لگوائے اور معلوم ہو جانے کے بعد اس کو رجم فرمایا ۔ جیسا کہ اسی قسم کا ایک واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی پیش آچکا تھا ، ورنہ زانی محصن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفاء راشدین رضی نے ہمیشہ رجم ہی کیا ہے ۔ اسے کوڑوں کی سزا کبھی نہیں دی گئی ۔

اس تمہید کے بعد اب لاہوری صاحب کے شبہات کو لیجیئے ۔ وہ رجم کے حکم کے باقی رہنے اور آیت کی تلاوت کے منسوخ ہو جانے کو خلاف عقل کہتے ہیں ۔ اس کا جواب میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اگر یہاں عقل سے ان بے دین ملاحدہ کی عقل مراد ہے ۔ تو خدا کی شریعت ان کی عقل کی پابند نہیں ۔ اور اگر عقل سے عقل صحیح اور عقل ایمانی مراد ہے تو اس کو خلاف عقل کہنا غلط ہے ۔ اس لئے کہ صحابہ کرامؓ اور ائمہ دینؒ اس کے قائل رہے ہیں ۔ اور ان میں سے کسی نے اس کو خلافِ عقل نہیں کہا ۔

رہا لاہوری صاحب کا یہ شبہ کہ "صحابہؓ میں سے حضرت علیؓ جیسے انسان کی شہادت اس کے خلاف ہے "

تو اس کا جواب اوپر کی تمہید سے معلوم ہو چکا ہے کہ انہوں نے "شراحہ" کو غیر محصنہ سمجھ کر کوڑے لگوائے تھے ۔ اور اس کو قرآنی حکم فرمایا ۔ اور جب معلوم ہوا کہ وہ شادی شدہ ہے تو اس کو رجم

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا ۔ اور اسے سنّتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا ـــــ اب ذرا عقل و فہم سے کام لیکر سوچئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کس کے خلاف ہے ؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو یہ فرما رہے ہیں کہ قرآن میں غیر شادی شدہ زانی کی سزا مذکور ہے ۔ شادی شدہ کی سزا قرآن میں مذکور نہیں ۔ بلکہ سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے ۔ اور وہ رجم ہے ۔ اہل حق بھی اسی کے قائل ہیں کہ سزائے رجم قرآن کریم میں صراحتاً مذکور نہیں ۔

سورۃ النور میں صرف غیر شادی شدہ زانیوں کی سزا مذکور ہے ۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد تو اہل حق کی تائید میں ہے ۔ اور ان ملاحدہ کے دعوے کی تردید کرتا ہے جو کہتے ہیں کہ سورۃ النور شادی شدہ اور غیر شادی شدہ سب کے لئے ہے ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مطلب نہ سمجھنے ہی کا نتیجہ ہے کہ لاہوری صاحب کے قلم سے یہ گستاخانہ فقرہ نکلتا ہے : " اس کے معنیٰ تو یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ایک حکم نازل کرتا ہے ، رسول صلعم اس کے خلاف حکم دیتے ہیں "

موصوف کی خود غرضی کا تماشا دیکھو کہ بڑے دھڑلے سے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد یہ کہکر نقل کرتے ہیں کہ : " صحابہ میں سے حضرت علی جیسے انسان کی شہادت اس کے (رجم) کے خلاف ہے " لیکن دوسرے ہی سانس میں وہ " حضرت علی جیسے انسان کی شہادت " کو یہ کہکر جھٹلا دیتے ہیں : " اس کے معنیٰ تو یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ایک حکم دیتا ہے ۔ رسول صلعم اس کے خلاف حکم دیتے ہیں " یہ تو میں عرض کر چکا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم قرآن کریم کے خلاف نہیں ۔ اور نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد ہی کا یہ مطلب ہے کہ قرآن نے تو زانی محصن کی سزا سو کوڑے فرمائی تھی لیکن ـــــ نعوذ باللہ ـــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سزائے رجم میں تبدیل فرما دیا ، یہاں قارئین کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جس ارشاد کو لاہوری صاحب اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں خود ہی اس کی تردید بھی کر رہے ہیں ۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ان کے نزدیک غلط ہے تو اس کو بطور دلیل پیش کرنے کے کیا معنی ؟ اور اگر یہ صحیح ہے تو سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کیوں ؟

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رہا یہ سوال کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے قرآن کا کوئی حکم منسوخ ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ یہ مسئلہ اپنی جگہ دلائل کی روشنی میں پوری تفصیل کے ساتھ مذکور ہے جس کو شوق ہو اصول فقہ کی کتابوں کا مطالعہ کر سکتا ہے ۔ مگر یہاں یہ سوال ہی بے محل ہے ۔ اس لئے کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں کسی حکم کو منسوخ نہیں کیا ۔ بلکہ صرف اتنا بتایا ہے کہ سورۃ النور کی آیت کا حکم ہر زانی کے لئے نہیں بلکہ صرف غیر شادی شدہ مرد و عورت کے لئے ہے ۔ شادی شدہ زانی کا حکم یہاں مذکور نہیں ـــــ فرمایئے جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت پر ایمان رکھتے ہوں کیا وہ آپؐ کو اتنا حق بھی نہیں دیں گے کہ آپ کسی آیت کی تشریح و توضیح فرما دیں ۔ اور قرآنی حکم کی وسعت کے حدود متعین فرما دیں ؟

اب میں مختصراً "نسخ قرآن بذریعہ سنت" کے مسئلہ پر اہل فہم کو غور کرنے کی دعوت دیتا ہو ـــــ یہ تو ظاہر ہے کہ قرآن کریم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان وحی ترجمان سے امت کو ملا ہے ۔ فرض کیجئے کہ قرآن کریم کی کوئی آیت نازل ہوتی ہے ۔ اور کچھ عرصہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ سے فرمائیں کہ اب یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے جن حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنکر قرآن کو قرآن مانا ۔ کیا آپؐ ہی کی زبان سے اس کا منسوخ ہونا سن کر اسے نہیں مانیں گے ۔ اور نعوذ باللہ یہ کہیں گے کہ آپ غلط کہتے ہیں ؟ اسی طرح جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھ سے اس کے خلاف عمل کرتے دیکھیں گے تو کیا وہ لاہوری صاحب کی طرح یہ کہیں گے کہ خدا تعالیٰ آپؐ کو ایک حکم دیتا ہے اور آپؐ اس کے خلاف عمل کرتے ہیں ؟ نہیں بلکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کو دلیل نسخ سمجھیں گے ۔ اس لئے کہ یہ ناممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کے حکم کے خلاف کوئی عمل کریں ۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم ، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کے عینی شاہد تھے ، ان کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بھی اسی طرح قطعی تھے ۔ جس طرح کہ قرآن کریم ـــــ کیونکہ دونوں کا ایک ہی مصدر و منبع تھا ۔ اور صحابہؓ ایک ہی زبان وحی ترجمان سے دونوں کو سن رہے تھے ۔ اس لئے صحابہ کرامؓ کے حق میں یہ دونوں یکساں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قطعیت کے حامل تھے ۔ لہٰذا ان کے لئے یہ دونوں باتیں برابر تھیں کہ قرآن کا حکم قرآن کریم سے منسوخ کر دیا جائے ۔ یا سنّت مطہرہ کے ذریعہ ۔ اگر ایک جائز ہے (اور یقیناً جائز ہے) تو بلاشبہ دوسری بات بھی جائز ہے ۔

بعد کی امّت کے پاس قرآن کریم تو قطعیت اور تواتر کے ساتھ پہنچا ہے ۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کے افعال بعض تواتر و توارث کے ذریعہ پہنچے ہیں، اور بعض اخبار آحاد کے ذریعہ ۔ اخبار آحاد میں چونکہ قطعیت نہیں پائی جاتی اس لئے کسی خبر واحد سے قرآن کریم کے نسخ کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا (اِلّا یہ کہ اس خبر واحد پر امّت کا اجماع منعقد ہو جائے ۔ اجماع قطعی چیز ہے اس لئے سند اجماع بھی قطعی و یقینی قرار پائے گی) مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو قول و فعل تواتر و توارث سے ثابت ہو (خواہ تواتر اسناد ہو یا تواتر طبقہ عن طبقہ ۔ یا تواتر تعامل و توارث ۔ یا تواتر قدر مشترک) اس سے نسخ ثابت ہو سکتا ہے ۔

خلاصہ یہ کہ قرآن کریم کے کسی حکم کے لئے سنّتِ نبویؐ کا ناسخ ہونا بذات خود تو ایسی چیز نہیں کہ ناقابل فہم ہو ۔ البتہ بحث اگر ہو سکتی ہے تو سنّت کے ثبوت میں ہو سکتی ہے ۔ پس اگر سنّت کا ثبوت قطعی و یقینی ہو تو اس کا ناسخ حکم قرآنی ہونا ذرا بھی محل اشکال نہیں ۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ قرآن کریم کا حکم غیر منسوخ ہو ۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خلاف کریں ۔

ہمارے زیر بحث مسئلہ میں اوّل تو سنّت قرآن کریم کے حکم کے لئے ناسخ ہی نہیں ۔ بلکہ اس کی مُبَیِّن اور شارح ہے ، جو اس امر کی توضیح کرتی ہے کہ سورۃ النور کی آیت صرف غیر شادی شدہ زانی کے بارے میں ہے ، شادی شدہ زانی سے متعلق نہیں ۔ لیکن اگر اسے ناسخ بھی فرض کر لیا جائے تب بھی کوئی اشکال نہیں اس لئے کہ ناقابل تردید تواتر سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدّۃ العمر رجم فرماتے رہے ۔ آپؐ نے کبھی ایک زانی محصن پر بھی رجم کو چھوڑ کر کوڑوں کی سزا جاری نہیں کی ۔ اور یہ بات اس درجہ قطعی و یقینی ہے کہ مسٹر لاہوری ایسا ملحد بھی یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ :

" یہ سچ ہے کہ احادیث میں سزائے رجم کا ذکر ہے "

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اگرچہ وہ اس "سچ" کو یہ کہکر جھوٹ کے پردے میں چھپانا چاہتا ہے کہ:

"مگر یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ ایک خاص رجم کا واقعہ اس آیت کے نزول کے بعد کا ہے" (حوالہ مذکور)

مسٹر صاحب کو یقین آئے یا نہ آئے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلّم نے مدّۃ العمر رجم کیا۔ اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ جو فرماتے ہیں:

رجمتها بسنّة رسول الله صلى الله عليه وسلم۔	"میں نے اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کے مطابق رجم کیا"

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو فرماتے ہیں:

رجم رسول الله صلى الله عليه وسلم ورجمنا بعده۔	"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رجم کیا اور ہم نے بھی آپؐ کے بعد رجم کیا"

تو یہ حضرات اسی یقین کی بنیاد پر فرما رہے ہیں کہ آپؐ نے سورۃ النور کے بعد بھی رجم فرمایا۔ ورنہ اس یقین کے بغیر وہ آپؐ کی اس سنّت پر عمل پیرا کیوں ہوتے؟

دوسرا شُبہ:

مسٹر محمد علی لاہوری مزید لکھتے ہیں:

"تیسری بات جو اس بارہ میں کہی جاتی ہے وہ اجماع ہے۔ اجماع[1] اصل میں کوئی دلیل نہیں۔ اور[2] کم از کم اس پر تو اتفاق ہے کہ اجماع ناسخ نہیں۔ اور[3] یہاں بغیر نسخ کے کام نہیں بنتا۔

اور[4] دوسری بات یہ ہے کہ رجم پر اجماع کیونکر کہا جا سکتا ہے جب صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ میں بھی بعض لوگ ایسا کہتے تھے کہ رجم کا حکم کتاب اللہ میں نہیں۔ اس لئے سزائے رجم نہیں دی جا سکتی۔ ان اُناسًا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یقولون ۔ ما الرجم فی کتاب اللہ ۔ وانما فیہ الجلد ۔ یہ روایت احمد کے الفاظ ہیں ۔ مروان کے سامنے بھی کوئی ایسا ہی ذکر ہوا ۔ پھر عمر بن عبدالعزیز کے سامنے بھی یہی قصہ پیش آیا ۔ پھر خوارج سارے کے سارے رجم کے منکر ہیں۔ تو اسے اجماع کہنا صحیح نہیں ۔" (حوالۂ مذکور)

زانی محصن کے رجم پر پوری امت کا اجماع ہے ، اور امتِ اسلامیہ میں ایک بھی لائق اعتبار شخصیت اس کی منکر نہیں ۔ مسٹر لاہوری نے اجماع کو مشکوک ٹھہرانے کے لئے جو کچھ لکھا ہے اس کا ایک ایک فقرہ (جن پر میں نے نمبر ڈال دئے ہیں) غلط ہے ۔

(۱) موصوف کا یہ کہنا " اجماع اصل میں کوئی دلیل نہیں " بالکل غلط اور مہمل بات ہے ۔ اہل حق کے نزدیک اجماع حجتِ شرعیہ ہے ۔ خصوصاً صحابہ کرام کا اجماع حجتِ قطعیہ ہے ۔ اس پر تفصیلی بحث پہلے گذر چکی ہے ۔ بہرحال اجماع کی اہمیت کو وہی شخص ساقط کر سکتا ہے جو دین و عقل دونوں سے محروم ہو ۔

(۲) موصوف کا یہ کہنا کہ " کم از کم اس پر تو اتفاق ہے کہ اجماع ناسخ نہیں " زیر بحث مسئلہ میں اول تو یہ بحث ہی غلط ہے کہ اجماع ناسخ ہوتا ہے یا نہیں ۔ کیوں کہ یہاں یہ دعویٰ کسی نے نہیں کیا کہ اجماع نے فلاں حکم کو منسوخ کر دیا ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں سزائیں بیک وقت نافذ فرمائی ہیں ۔ شادی شدہ زانی کے لئے رجم کی سزا ۔ اور غیر شادی شدہ کے لئے کوڑوں کی سزا ۔ ناسخ منسوخ کی بحث تو اس وقت جاری ہو سکتی تھی جب کہ پہلے کسی زمانے میں ان دونوں قسم کے مجرموں کو ایک ہی سزا دی جاتی رہی ہو ۔ اور پھر ان میں سے ایک قسم کے بارے میں وہ حکم منسوخ ہو گیا ہو ۔ اور اس کی جگہ نیا حکم نافذ کیا گیا ہو ۔ مگر ہمارے زیر بحث مسئلہ میں ایک دن کیلئے بھی ایسا نہیں ہوا ، اس لئے یہاں ناسخ منسوخ کی بحث ہی بے محل ہے ۔

علاوہ ازیں جہاں اس پر اتفاق ہے کہ اجماع سے کوئی حکم شرعی منسوخ نہیں ہو سکتا ۔ وہاں اس پر بھی اتفاق ہے کہ کسی حکم شرعی کے خلاف اجماع منعقد ہی نہیں ہو سکتا ۔ ناممکن ہے کہ امت گمراہی پر متفق ہو جائے ۔ شرعی حکم تو جب بھی منسوخ ہو گا ۔ قرآن و سنت کی کسی نص ہی سے ہو گا ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیکن کسی مسئلہ پر اجماع منعقد ہو جانا ہی اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ اہل اجماع کے پاس قرآن و سنت کی کوئی سند ضروری ہوگی۔ کیوں کہ اس کے بغیر اجماع منعقد ہی نہیں ہو سکتا۔ وہ "سندِ اجماع" کبھی ایسی ظاہر و باہر ہوتی ہے کہ ہر عام و خاص کو اس کا علم ہوتا ہے۔ اور کبھی ایسی خفی ہوتی ہے کہ اس کا ادراک مجتہدین اہل اجماع ہی کو ہو سکتا ہے۔ ہر شخص کو نہیں۔

الغرض یہ صحیح ہے کہ اجماع بذات خود کسی حکم شرعی کو منسوخ نہیں کرتا۔ مگر یہ بھی صحیح ہے کہ کسی مسئلہ میں اجماع کا منعقد ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اگر کوئی مسئلہ اس کے خلاف ہے تو وہ کسی نص شرعی سے منسوخ ہے۔

(۳) موصوف کا یہ کہنا کہ "یہاں بغیر نسخ کے کام نہیں بنتا" یہ بھی سراسر غلط ہے۔ جیسا کہ اوپر تفصیل سے عرض کیا جا چکا ہے کہ آیت النور کو حکم رجم سے منسوخ کہنے کی حاجت نہیں۔ بلکہ یوں کہا جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت متواترہ، خلفائے راشدین کے تعامل، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع اور امت کے تعامل و توارث کی روشنی میں یہ آیت غیر شادی شدہ زانی کے لئے مخصوص ہے۔

(۴) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خطبہ سے جو الفاظ موصوف نے نقل کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ "لہٰذا رجم کی سزا نہیں دی جا سکتی" اس پر عارف رومیؒ کا یہ مصرعہ صادق آتا ہے:

ع : "ہر چہ گیرد علتی علت شود"

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے اس آخری خطبہ میں بڑی شد و مد کے ساتھ رجم کی قطعیت کا اثبات فرما رہے ہیں۔ لیکن لاہوری صاحب اسی خطبہ سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ رجم پر اجماع نہیں۔ لہٰذا رجم کی سزا نہیں دی جا سکتی۔ اِنَّا لِلّٰہ۔

اگر موصوف کو عقل سلیم نصیب ہوتی تو وہ استدلال سے پہلے مندرجہ امور پر غور و فکر کر لیتے:

اوّل: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خطبہ میں مختلف طرق و اسناد سے یہ لفظ مسموع ہے کہ "مجھے اندیشہ ہے کہ کچھ عرصہ گذر جانے پر لوگ یہ کہیں گے کہ رجم کا حکم کتاب اللہ میں نہیں ہے"۔ ان روایات کی روشنی میں مسندِ احمد کی روایت کا مطلب واضح ہو جاتا ہے کہ یہاں مضارع

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حال کے معنی میں نہیں ۔ بلکہ مستقبل کے معنی میں ہے ، یا آئندہ ہونے والے واقعہ کو مستحضر کر کے اسے بصیغہ حال تعبیر کیا گیا ۔

دوم : اور اگر فرض کر لیا جائے کہ کچھ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخری زمانہ میں ایسے پیدا ہو گئے تھے تو اوّل تو یہی معلوم نہیں کہ وہ کون لوگ تھے ۔ عالم تھے یا جاہل ؟ کیا ایسے لوگوں کا قول بھی اجماع میں قادح ہوتا ہے ؟ آخر صبیغ نامی ایک شخص بھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کے زمانے میں تھا ۔ جو الٹی سیدھی باتیں لوگوں سے دریافت کیا کرتا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے مدینہ بلوا کر کھجور کی شاخیں مار مار کر اس کا دماغ درست کر دیا تھا ۔ اور پھر جب تک اس نے سچی توبہ نہیں کر لی ۔ لوگوں کا میل ملاپ اس سے بند کر دیا تھا ۔ کیا لاہوری صاحب کے نزدیک ایسے لوگوں کے بغیر بھی اجماع منعقد نہیں ہوتا ؟

ثالثاً : حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ان کے قول کو نقل کر کے اس کی پرزور تردید کر دی تو کیا کسی عاقل کے نزدیک ایک مردود قول بھی لائق اعتبار ہے کہ اسے اجماع میں قادح تصور کیا جائے ۔ اگر یہی منطق ہے تو قرآن و حدیث میں کفار و فجار کے جو اقوال نقل کئے گئے ہیں ، ان کو بھی لائق اعتبار قرار دے کر اپنے استدلال میں ٹانک لیا کیجئے ۔

(۵) موصوف کس بھولے پن سے فرماتے ہیں کہ " مروان کے سامنے بھی کچھ ایسا ہی ذکر ہوا " اس سے آگے یہ بھی نقل کر دیا جاتا کہ اس ذکر مذکور کا نتیجہ کیا نکلا تھا ۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی تھے اور جو دور صدیقی و عثمانی میں مصاحف لکھنے کی خدمت پر مامور رہے انہوں نے خود اپنی شہادت سے ثابت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر رجم کا حکم من جانب اللہ نازل ہوا تھا ۔ فرمائیے اس کے بعد اس ذکر مذکور کی کیا قیمت رہ گئی ۔

(۶) فرماتے ہیں " پھر عمر بن عبدالعزیز کے سامنے بھی یہی قصہ پیش آیا " ـــــ لیکن ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا ہوتا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفۂ راشد نے اس کو نماز روزے کی طرح قطعی قرار دیا ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علامہ ابن قدامہ المغنی (۸ - ۱۵۹) میں لکھتے ہیں :

" خوارج کا وفد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا انہیں حضرت عمر پر جو اعتراضات تھے ان میں سے ایک رجم کا مسئلہ تھا ۔ اس پر فریقین کے درمیان حسب ذیل گفتگو ہوئی :

خوارج : ہم کتاب اللہ میں رجم کی سزا نہیں پاتے ، اس میں تو صرف کوڑوں کی سزا ہے ۔ نیز تم لوگ حائضہ عورت کو روزوں کی قضا کا تو حکم کرتے ہو مگر نماز کی قضا واجب نہیں سمجھتے ۔ حالانکہ نماز ، روزے سے زیادہ تاکید رکھتی ہے ۔

حضرت عمر : تم بس اسی کے قائل ہو جو کتاب اللہ میں ہو ؟

خوارج : جی ، ہاں !

حضرت عمر : اچھا یہ بتاؤ کہ فرض نمازوں کی تعداد ان کے ارکان ، ان کی رکعات ان کے اوقات قرآن میں کہاں ذکر کئے گئے ہیں ۔ اور یہ بتاؤ کہ اموال زکوٰۃ کی تفصیل زکوٰۃ کی مقداریں ، اور زکوٰۃ کا نصاب قرآن کریم میں کہاں مذکور ہے ۔

خوارج : ذرا ہمیں مہلت دیجئے ۔

(چنانچہ سارا دن قرآن کریم میں ان چیزوں کو تلاش کرتے رہے ۔ مگر نہیں ملیں تو واپس آکر کہنے لگے)

خوارج : یہ چیزیں تو ہمیں قرآن میں نہیں ملیں ۔

حضرت عمر : جب یہ قرآن میں نہیں ۔ تو تم ان کے کیسے قائل ہوئے ۔

خوارج : اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور مسلمانوں نے ایسا ہی کیا ہے ۔

حضرت عمر : تو پھر رجم اور حائضہ کے لئے روزے کی قضا کی بھی یہی نوعیت ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا ۔ آپ کے بعد آپ کے خلفاء نے رجم کیا ۔ تب سے مسلمان رجم ہی کرتے آئے ہیں ۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حائضہ کو روزے کی قضاء کا حکم فرمایا ۔ مگر نماز کی قضا کا نہیں فرمایا ۔ آپ کے ازواج

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مطہراتؓ اور آپ کے صحابہ کی عورتوں نے اسی پر عمل کیا "۔

یہ ہے وہ واقعہ جس کو مسٹر لاہوری اپنے استدلال میں پیش کر رہے ہیں ۔

(۷) موصوف فرماتے ہیں : "پھر خوارج سارے کے سارے رجم کے منکر ہیں تو اسے اجماع کہنا صحیح نہیں "۔ یہ ایک ایسی مہمل اور لایعنی بات ہے کہ اس کی تردید کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے ۔

اہل علم جانتے ہیں کہ اجماع میں اہل علم اور اہل اجتہاد کا اتفاق معتبر ہے ۔ جاہل ، گمراہ اور ملحدین کے قول کا اعتبار نہیں ۔ خوارج وہی فرقہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان وحی ترجمان سے " یمرقون من الدین " (وہ نکل جائیں گے دین سے) کا خطاب پا چکا ہے ، اور اسی بنیاد پر انہیں "خوارج" (نکلنے والے) کہا جاتا ہے ۔ لیکن مسٹر لاہوری کے نزدیک یہ مارقین ، جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملت سے خارج قرار دے دیا ہے ، گویا اعلیٰ درجہ کے مجتہد اور اولیاء اللہ تھے ۔ (بعید نہیں کہ موصوف ان کو مرزا صاحب کی طرح مصلح و مجدد ، ملہم من اللہ بلکہ ظلی نبی بھی مانتے ہوں) اس لئے ان مارقین کے قول کو بھی صحابہ کرامؓ کے اجماع میں قادح سمجھتے ہیں ۔ خوارج کے قول کی مسٹر لاہوری کے نزدیک یہ اہمیت قرآنی الفاظ تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ کی تصدیق کرتی ہے ۔

مسٹر لاہوری کی ان تمام بے اصولیوں کا منشا یہ ہے کہ وہ اجماع کی حقیقت اور اس کے شرائط ہی سے بے خبر ہیں اس لئے وہ کبھی " ان اناسًا یقولون " کا حوالہ دیتے ہیں کبھی خوارج کا شاید ان کے خیال میں اجماع اسی وقت منعقد ہوتا ہے جب اس مسئلہ سے کوئی بے ایمان ملحد و زندیق بھی اختلاف نہ کرے ۔ حالانکہ اجماع اہل حق کا معتبر ہے ۔ اہل باطل کا قول لائق اعتبار اور قادح اجماع نہیں ۔ اسی طرح اجماع صرف اہل علم و اجتہاد کا معتبر ہے ۔ للوّ پنجو قسم کے لوگوں کا اعتبار نہیں کسی مسئلہ پر اہل اجتہاد میں اختلاف کا رونما نہ ہونا اجماع کی دلیل ہے ۔ امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ " ازالۃ الخفا " (۱ - ۲۶) میں لکھتے ہیں :

ومعنی اجماع کہ بر زبان علماء دین " تم نے " اجماع " کا لفظ علماء دین

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شنیدہ باشی ایں نیست کہ ہمہ مجتہدین۔ لایشذ فرد درعصر واحد برمسئلہ اتفاق کنند۔ زیرا کہ ایں صورتے است غیر واقع۔ بل غیر ممکن عادی۔ بلکہ معنی اجماع حکم خلیفہ است بچیزے بعد مشاورۃ ذوی الرائے یا بغیر آن۔ ونفاذ آں حکم تا آنکہ شائع شد ودر عالم ممکن گشت۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی الحدیث

کی زبان سے سنا ہوگا۔ اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ تمام مجتہدین کسی زمانے میں ایک مسئلہ پر اس طرح اتفاق کرلیں کہ کوئی فرد بھی باہر نہ رہے۔ کیونکہ یہ صورت کبھی واقع نہیں ہوئی۔ اور نہ عادۃً ایسا ہونا ممکن ہے۔ بلکہ اجماع کا مطلب یہ ہے کہ خلیفہ راشد، ذورائے حضرات کے مشورے کے بعد یا بغیر مشورے کے، کوئی فیصلہ کرے، اور وہ فیصلہ نافذ ہوجائے۔ تاآنکہ وہ شائع اور مشہور ہوجائے۔ اور دنیا میں ثابت و راسخ ہوجائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: میری سنت کو لازم پکڑو، اور میرے بعد کے خلفاء راشدین کی سنت کو۔"

اگر ہمارے دین کے اجماعی مسائل پر غور کیا جائے تو ایک ایک مسئلہ میں یہی صورت ثابت ہوگی جو حضرت شاہ صاحبؒ نے لکھی ہے۔ یعنی خلیفۂ راشد نے حکم دیا اور تمام مجتہدین امت نے اسے قبول کرلیا۔ ٹھیک یہی حیثیت رجم کی بھی ہے۔

تیسرا شبہ:

مسٹر محمد علی لاہوری مزید لکھتے ہیں:

"اصل پرکھ یہی ہے کہ ایک بات کتاب اللہ میں ہے یا نہیں؟ اگر کتاب اللہ میں صراحت ہے تو کوئی حدیث اس کے خلاف قبول نہیں کی جاسکتی۔ اگر کتاب اللہ میں اجمال ہے۔ یا مسئلہ نہیں تو حدیث سے لیں گے۔ اس کے بعد قیاس

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے اور بس ۔ سو یہ بات کہ رجم زنا کی سزا ہے پہلے معیار پر ہی غلط ٹھہرتی ہے۔ اس لئے یہاں نہ حدیث کی ضرورت ہے ۔ اور نہ قیاس کی ۔ اور خلاف تصریح قرآن جو حدیث یا قیاس ہو وہ قبول نہیں کیا جا سکتا ۔ اور اجماع محض ایک وقتی حادثہ کا فیصلہ ہوتا ہے" (حوالہ مذکور)

یہ مسٹر لاہوری کے نئے دین کا "اصول فقہ" ہے ۔ جو لوگ ظلی ، بروزی ، مجازی وغیرہ نئی نبوتیں تراش سکتے ہیں ۔ ان کے لئے نیا علم الکلام اور جدید اصول فقہ ایجاد کر لینا کیا مشکل ہے ۔ اہل عقل سمجھتے ہیں کہ لاہوری صاحب کا اصول فقہ یکسر غلط اور مہمل ہے ۔ اور زیر بحث مسئلہ پر اس کا انطباق بھی غلط ہے ۔

اوّلاً : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو قول وعمل توارث و تواتر کے ساتھ منقول ہو ـــــ اور فرض کیجئے وہ کسی قرآنی مسئلہ کے خلاف ہو ـــــ لاہوری صاحب اگر اس کو نظر انداز کر کے قرآن کریم کو لیں گے تو اس کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں ۔ یا تو یہ کہا جائے کہ امّت نے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کرنے میں غلطی کھائی ہے ، حالانکہ جس امّت نے قرآن کریم ہم تک نقل کیا ہے اسی امّت نے طبقہ در طبقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل بھی تواتر کے ساتھ نقل کیا ہے ، سوال یہ ہے کہ اگر امّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط بات منسوب کرنے پر (معاذ اللہ) متفق ہو سکتی ہے ۔ اور اسی غلط بات کو تواتر کے ساتھ طبقہ در طبقہ نقل کر سکتی ہے تو اس کی کیا دلیل ہے کہ اس امّت نے قرآن کریم صحیح نقل کیا ہے ۔ اور اس کے کسی لفظ میں اسے دھوکہ اور غلطی نہیں ہوئی ہے ، جب امّت کے ایک تواتر کو آپ تسلیم نہیں کرتے تو قرآن کریم کو کس بنیاد پر تسلیم کر سکتے ہیں ۔

دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ امّت نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل صحیح نقل کیا ، اور اس کے تواتر میں کوئی شبہ نہیں ، لیکن لاہوری صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو ماننے کے لئے تیار نہیں ۔ اس صورت میں سوال ہوگا کہ قرآن بھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے ہی پر مانا تھا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ارشاد کو ماننا اور دوسرے قطعی ارشاد سے منکر ہو جانا ایمان ہے یا خالص کفر ؟

ثانیاً : مسٹر لاہوری تسلیم کرتے ہیں کہ اگر کتاب اللہ میں اجمال ہے ۔ یا مسئلہ نہیں تو حدیث سے لیں گے ۔ زیر بحث مسئلہ میں یہی صورت ہے کہ قرآن کریم میں شادی شدہ زانی کی سزا کی صراحت نہیں کی گئی ۔ " الزانیۃ والزانی " کے الفاظ ہیں ۔ لیکن اس میں احتمال ہے کہ اس سے آزاد و غلام اور شادی شدہ و غیر شادی شدہ ہر قسم کے زانی مراد ہیں یا ان میں سے کوئی خاص قسم مراد ہے ، سورۃ النساء کی آیت ۲۶ نے بتایا کہ شادی شدہ باندی اس میں شامل نہیں ۔ بلکہ ان کی سزا اس سے آدھی ہے ، (غیر شادی شدہ باندی اسی طرح شادی شدہ یا غیر شادی شدہ غلام کا بھی یہی حکم ہوگا) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت متواترہ نے بتایا کہ شادی شدہ مرد و عورت بھی اس میں شامل نہیں ۔ ان کے لئے سزائے رجم ہے جس کو قرآن نے " حکم اللہ " اور " ما انزل اللہ " فرمایا ہے ۔ پس قرآن کریم اور سنّت مطہرہ سے آیت کا مفہوم متعین ہو گیا کہ اس میں غیر شادی شدہ آزاد مرد و عورت کی سزا ذکر کی گئی ہے مسٹر لاہوری جو اپنے اس اصول کا اطلاق زیر بحث مسئلہ میں نہیں کرتے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ " الزانیۃ والزانی " کے الفاظ کو عام سمجھ رہے ہیں ، حالانکہ یہ عام نہیں ۔ مخصوص منہ البعض ہے ۔

ثالثاً : مسٹر محمد علی صاحب قرآن و حدیث کے بعد سیدھے قیاس پر پہنچتے ہیں ۔ اجماع امّت کو وہ " وقتی حادثہ کا فیصلہ " کہکر نظر انداز کرتے ہیں ۔ اوّل تو ہر دور کے اکابر امّت شرقاً و غرباً قرآن و حدیث کے بعد " اجماع امّت " کو ذکر کرتے ہیں ، مسٹر صاحب کے اصول سے لازماً آئے گا کہ یہ سب نعوذ باللہ فریب خوردہ بلکہ گمراہ تھے ۔ کہ ایک ایسی چیز کو ، جو شرعی دلیل کا درجہ نہیں رکھتی ، شرعی دلیل سمجھتے رہے ۔ پس مسٹر صاحب کے جس اصول سے تمام اکابر امّت کا گمراہ ہونا لازم آتا ہے ۔ وہ بالبداہت غلط ہے ۔ دوسرے ، وہ قیاس کو حجت شرعیہ مانتے ہیں ، حالانکہ قیاس فرد واحد کی اجتہادی رائے کا نام ہے ۔ سوال یہ ہے کہ جو شخص فرد واحد کے قیاس و اجتہاد کو تو حجت شرعیہ تسلیم کرتا ہو ، لیکن تمام مجتہدین کے اتفاقی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

واجماعی فیصلے کو حجت شرعیہ تسلیم نہ کرے، کیا اسے صحیح العقل تصور کیا جائے گا۔

سابعاً: مسٹر صاحب کا اجماع کو "وقتی حادثہ کا فیصلہ" کہنا بھی ایسی عجیب و غریب بات ہے کہ شاید وہ اس کا مطلب خود بھی سمجھنے سے معذور رہوں۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے براہِ راست تربیت یافتہ اور نزول قرآن کے عینی شاہد ہیں وہ کسی مسئلہ پر قرآن و سنت کی روشنی میں اتفاق کرتے ہیں، اور کسی حادثہ میں "اجماعی فیصلہ" صادر کرتے ہیں تو جو لوگ خدا و رسول پر ایمان رکھتے ہوں وہ صحابۂ کرامؓ کے اس اجماعی فیصلے سے کبھی خروج نہیں کر سکتے، کیونکہ صحابۂ کرامؓ خدا و رسول کا منشا سمجھنے کی جس قدر صلاحیت رکھتے تھے بعد کے کسی شخص کو وہ صلاحیت میسّر نہیں آسکتی۔ اس لئے ان کے اجماعی فیصلے کو "وقتی" کہکر اس سے انحراف کرنا محض ہوائے نفس کی پیروی و گمراہی ہے ـــــ خوارج سے لیکر مسٹر محمد علی لاہوری تک سب اسی وادی ضلالت کے گم گشتہ مسافر ہیں۔ کذلک یضل اللہ الظالمین ویفعل اللہ ما یشاء۔

چوتھا شبہ:

رجم کی منسوخ شدہ آیت، جس کا ذکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خطبہ میں آیا ہے۔ اس پر اعتراض کرتے ہوئے قادیانیوں کی لاہوری شاخ کے ایک وکیل نے لکھا ہے:

> "جو الفاظ حدیث میں آپ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کی طرف منسوب کیئے گئے ہیں وہ بالکل بے معنی ہیں۔ آپ کس طرح کہہ سکتے تھے کہ قرآن مجید میں ایک آیت تھی۔ جس کو آپ تحریر کر دیتے۔ مگر ڈرتے تھے کہ لوگ کہیں گے کہ آپ نے قرآن میں اضافہ کر دیا۔ یعنی اس میں اس چیز کو بڑھا دیا۔ جو درحقیقت اس کا حصہ نہیں ہے۔ ایک ہی آیت کے متعلق بیک وقت یہ کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ یہ قرآن مجید کا حصہ بھی ہے اور نہیں بھی ہے"[1]

معترض صاحب اپنی روایتی خوش فہمی کی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مطلب

---

[1] محمد لطیف: "اسلامی قوانین کا نفاذ قرآن مجید اور سنت کی روشنی میں" (صـ۷ـ)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں سمجھے ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو بات فرما رہے ہیں وہ یہ ہے کہ رجم کا حکم قطعی ہے ۔ اور اس کے بارے میں قرآن کریم کی ایک مستقل آیت بھی نازل ہوئی تھی جس کی تلاوت منسوخ ہوگئی ۔ لیکن حکم باقی ہے ۔ مجھے اندیشہ ہے کہ آئندہ چل کر ملاحدہ رجم کے حکم کا اس بنا پر انکار کر ڈالیں گے کہ وہ قرآن کریم میں صراحۃً مذکور نہیں ۔ اس لئے جی چاہتا تھا کہ میں اس حکم کی قطعیت کو اجاگر کرنے کے لئے اسے قرآن کریم کے حاشیہ میں ایک نوٹ کی حیثیت سے درج کر دیتا ۔ مگر چونکہ غیر قرآن کو قرآن میں درج کرنا مستحسن نہیں ۔ لوگ کہیں گے کہ عمر نے قرآن میں اضافہ کر دیا اس لئے اسے درج نہیں کرتا ۔

پس آیت رجم کا قرآن متلو کا حصہ نہ ہونا بھی صحیح ہے ۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حکم رجم کی قطعیت ظاہر کرنے کے لئے اسے مصحف کے حاشیہ میں (ایک نوٹ کی حیثیت سے ۔ نہ کہ اس کے قرآن ہونے کی حیثیت سے) درج کرنے کا ارادہ بھی صحیح ہے ، اور پھر اس اندیشہ سے کہ غیر قرآن کو قرآن میں درج کرنے کا طریقہ پسندیدہ نہیں ، لوگ خواہ مخواہ اس پر چہ میگوئیاں کریں گے ، اس ارادے سے باز رہنا بھی صحیح ہے ۔

پانچواں شبہ :

یہی صاحب مزید لکھتے ہیں :

" حدیث ہی سے ایک اور شہادت بھی ملتی ہے کہ حضرت عمرؓ نے کم از کم ایک موقعہ پر (اور یہ ثقہ روایت ہے) جیسا کہ سورۂ نور میں حکم ہے ، زانی کو زنا کی سزا میں کوڑے لگوائے اور سنگسار نہیں کیا ۔ بخاری کی روایت کے مطابق حضرت عمرؓ کے عاملین میں سے ایک کو جس کا نام حمزہ تھا ۔ جب یہ معلوم ہوا کہ ایک شادی شدہ مرد نے اپنی بیوی کی لونڈی سے زنا کا ارتکاب کیا تھا اور اس کو حضرت عمرؓ نے سو کوڑے لگوائے تھے ، تو اس نے حضرت عمر کی خدمت میں اس معاملہ کو پیش کیا ۔ اور آپ نے اس کی تصدیق کی ۔ بخاری کتاب ۳۹ الکفالہ ۔ باب الکفالۃ فی القرض والدیون " (حوالۂ مذکور)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معترض صاحب نے اگر واقعہ کے نقل کرنے میں دیانت و امانت سے کام لیا ہوتا تو اسے اپنے استدلال پر خود شرم آتی۔ حافظ ابن حجرؒ نے امام طحاویؒ کے حوالے سے جو قصہ نقل کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدقات کی تحصیل کے لئے کسی جگہ بھیجا تھا۔ وہاں معلوم ہوا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کی لونڈی سے صحبت کی ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اُسے فرمایا کہ "میں تجھے رجم کروں گا"۔ وہاں کے لوگوں نے ان سے عرض کیا کہ اس شخص کا مقدمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت سے فیصل ہو چکا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے جہالت کی بنا پر معذور سمجھا تھا۔ اس لئے اس پر رجم کا حکم نہیں فرمایا تھا بلکہ کوڑے لگوائے تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس کی ضمانت لی۔ اور اس شخص کو مع ضامنوں کے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؓ نے ضامنوں کی تصدیق فرمائی۔ اور اس شخص کو جہالت کی وجہ سے رجم کا مستحق نہیں سمجھا۔

(فتح الباری ص۳۸۴ ج۶ میریہ)

واقعہ کی اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس موقعہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو اس شخص کو رجم نہیں فرمایا تو اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ رجم شرعی سزا نہیں۔ بلکہ شبہ فی الفعل کی وجہ سے حد ساقط کر دی گئی تھی۔ چونکہ وہ شخص اپنی نادانی و بے علمی کی وجہ سے یہ سمجھتا تھا کہ جس طرح بیوی میرے لئے حلال ہے اسی طرح اس کی باندی بھی حلال ہو گی۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اس کے جہل کی وجہ سے معذور سمجھ کر۔ حد تو ساقط کر دی لیکن تعزیر کے طور پر سو کوڑے لگائے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ذیل میں نقل کر چکا ہوں کہ فقہائے امت کے نزدیک جب کوئی شخص اپنی بیوی کی باندی سے صحبت کرے تو اگر وہ یہ کہتے کہ میں نے اسے حلال سمجھ کر صحبت کی ہے تو یہ شبہ فی الفعل ہے جس سے حد ساقط ہو جائے گی۔ البتہ وہ شخص تعزیر کا مستوجب ہو گا۔ جو امام کی صوابدید پر ہے۔ اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کی (آخری) مقدار سو کوڑے ذکر کی گئی ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کے مطابق عمل فرمایا۔ چنانچہ صحیح بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں

وعذرہ بالجهالة (ص۳۰۶ ج ۱۲) "اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو جہالت کی وجہ سے معذور سمجھا۔"

ظاہر ہے کہ جہالت کی وجہ سے معذور سمجھنے کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ اس شبہ کی وجہ سے اس سے حد ساقط کر دی گئی۔ اور اسے تعزیر کا مستحق سمجھا گیا۔

معترض صاحب نے ایک تو واقعہ کے نقل کرنے میں خیانت سے کام لیا۔ پھر حد اور تعزیر کے درمیان فرق نہیں کیا۔ تعجب ہے کہ ایسے لوگ بھی اسلامی قانون کی تشریح قلم برداشتہ فرمائیں۔

ع بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

مناسب ہوگا کہ اس سلسلہ میں حضرات خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم کے چند فیصلے نقل کر دوں۔

۱ ۔۔۔ حبیب بن الساف انصاری ملک شام جا رہے تھے ان کی اہلیہ حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ عنہا نے (جو پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عقد میں رہ چکی تھیں) اپنی ایک لونڈی یہ کہکر ان کے ساتھ کر دی کہ اسے وہاں فروخت کر دیں۔ وہ ملک شام پہنچے تو انہوں نے یہ باندی خود خرید لی۔ مدینہ واپس آئے تو باندی حاملہ تھی۔ بیوی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی۔ شوہر نے کہا کہ اس نے مجھے فروخت کرنے کو کہا تھا۔ میں نے خود اپنے لئے رکھ لی۔ بیوی کو اس سے انکار تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے شوہر حبیب بن الساف کو رجم کرنے کا ارادہ کر لیا تو بیوی کی قوم نے اسے سمجھایا بجھایا اس پر اس نے اقرار کیا کہ واقعی میں نے فروخت کرنے کی اجازت دی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس غلط شکایت لگانے پر اس کے اسّی دُرّے لگوائے۔

(مصنف عبدالرزاق ص۲۴۸ ج ۷)

۲ ۔۔۔ ایک اور عورت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہی شکایت کی تو شوہر نے کہا کہ اس نے لونڈی مجھے ہبہ کر دی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لتاتین بالبینة او (چونکہ عورت ہبہ سے منکر ہے اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لارضخن رأسك بالحجارة ۔ لئے) اس پر گواہ لاؤ۔ ورنہ تیرا سر
پتھروں سے کچل دوں گا۔ یعنی سزائے رجم جاری کروں گا۔

جب عورت نے دیکھا کہ اس کے شوہر کو سنگسار کیا جا رہا ہے تو اقرار کر لیا کہ واقعی میں نے اس کو ہبہ کر دی تھی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورت کو حد قذف لگائی۔ اور شوہر کو چھوڑ دیا

(حوالہ بالا)

یہی شکایت ایک عورت نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کی تو فرمایا :

ان تکونی صادقة نرجمه	" اگر تو سچی نکلی تو ہم تیرے شوہر کو رجم
وان تکونی کاذبة نجلدك	کریں گے۔ اور اگر تو جھوٹی ہوئی تو تجھے
	کوڑے لگائیں گے "

اتنے میں نماز کھڑی ہو گئی تو وہ عورت رفو چکر ہو گئی۔ (حوالہ بالا ص ۳۰ ج ۷، ص ۳۴۸ ج ۷)

ان واقعات سے واضح ہوتا ہے کہ خلفائے راشدین اس شخص پر بھی سزائے رجم جاری کرتے تھے جو یہ جانتے ہوئے کہ بیوی کی لونڈی میرے لئے حلال نہیں ہے۔ اس سے صحبت کرے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خوشخبری

المختار شرح کتاب الآثار
امام محمد رحمہ اللہ کی

کتاب الآثار

کا اردو ترجمہ مع شرح زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہے جس میں مسائل فقہ کو بھی پیش کیا گیا ہے اور کتاب کا حل بھی۔

ترجمہ و شرح = از مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار

عمدہ کاغذ، آفسٹ طباعت اور ڈائی دار ریگزین کی جلد سے آراستہ ۴۸۷ صفحات پر مشتمل کتاب۔

ہدیہ ڈائی والی جلد	۲۲۵/۰۰ روپے
〃 کارڈ پلاسٹک کوٹڈ	۲۱۸/۰۰ 〃

ناشر:-

دار التصنیف جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار کی چند اہم تصانیف و تراجم

- غیر تمند مومن باپ کے نام — قیمت ۱۴ روپے
- اصلاح معاشرہ اور اسلام — قیمت روپے
- راہِ ہدایت و عمل — قیمت ۱۵ روپے
- مقدس باتیں — قیمت روپے
- رسول اکرمؐ کی بچپن وصیتیں — قیمت ۱۹ روپے
- نصیحتیں اور وصیتیں — قیمت ۱۶ روپے
- جہاد — قیمت ۶۰ روپے
- اسلامی آدابِ معاشرت (۲ حصے) — قیمت روپے
- تعلیم الاسلام (۲ حصے) — قیمت ۲، روپے
- مناجات سید احمد العلاوی — قیمت روپے
- شادی بیاہ کا دین اور اسلام کی روشنی میں انکا حل — قیمت ۳۸ روپے
- سنتِ نبویہ اور قرآنِ کریم — قیمت ۳۰ روپے
- السنۃ النبویۃ ومکانتہا فی ضوء القرآن الکریم — قیمت ۶۵ روپے
- کشف النقاب عما یقولہ الترمذی وفی الباب — قیمت فی جلد روپے
- الإمام الترمذی وتخریج کتاب الطہارۃ من جامعہ — قیمت ۱۶۰ روپے
- القصائد البنویۃ — قیمت ۵۰ روپے
- جامعۃ دیوبند الإسلامیۃ فی ضوء المقالات البنوریۃ — قیمت روپے
- مجرباتِ بنوریہ — قیمت ۴۰ روپے
- اسلام اور تربیت اولاد — ۲ جلدیں قیمت ۲۵۰ روپے
- المقدمات البنویۃ — قیمت ۵۰ روپے
- جنت کی چالیس راہیں — قیمت ۲۰ روپے
- اسلام اور شادی — قیمت ۲۴ روپے
- علماء مبلغین اور مجاہدین کے نام — قیمت ۱۸ روپے
- قلب — قیمت ۱۶ روپے
- اطاعت والدین — قیمت ۱۷ روپے
- جنت کی نعمتیں اور ان تک پہنچنے کا راستہ — قیمت ۱۲ روپے
- اللہ تبارک و تعالیٰ کے پیارے نام — قیمت ۱۶ روپے
- مسلمان بچے اور فرنگی تعلیم گاہیں — قیمت ۱۴ روپے
- جنت — قیمت ۱۶ روپے
- دوزخ — قیمت ۱۵ روپے
- چالیس حدیثیں — قیمت ۱۰ روپے
- بصائر و عبر — (دو جلدیں) قیمت روپے
- (۲ جلد) مجموعہ سیرت الرسول — قیمت روپے
- مسلمان نوجوان — قیمت ۴۲ روپے
- ہمارا معاشرہ — قیمت روپے
- کتاب الآثار — قیمت روپے
- منتخب ریاض الصالحین — قیمت روپے
- دل کو موم کیجئے — قیمت روپے
- اسلام اور مزدور — قیمت ۱۰/۵۰ روپے
- عورت اور معاشرہ — قیمت ۱۱ روپے
- غربت اور فقر و فاقہ — قیمت روپے
- دولت اور زندگی برائے اطاعت خداوندی — قیمت روپے
- لالچ، آرزو اور صبر و توکل — قیمت روپے
- نام و نمود اور ریاکاری، خوف اور گریہ و زاری — قیمت روپے
- حالات کی تبدیلی اور وعظ و نصیحت — قیمت روپے
- تواضع اور گوشہ نشینی — قیمت روپے
- فضائلِ اعمال — قیمت روپے
- خطبات جمعہ، عیدین، نکاح — قیمت روپے

ناشر: دار التصنیف جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن۔ کراچی ۷۴۸۰۰